

سید و صاری

تاریخ
اکبر
میں

تالیف

امام الانامہ الحوزہ

تصنیع و تفتیش
مولانا مختار احمد دہلوی

ترجمہ
علامہ الشیخ
روایت احمد رضا

مکتبہ النجاشی

گلستان کالونی نزد صابری پارک لیاری ماون کراچی فون - 7520385
0300-2140865

یہود و نصاریٰ

تاریخ کے آئینہ میں

تالیف

امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

شیخ علامہ زبیر احمد صاحب

تصحیح و تقدیم

مولانا مختار احمد ندوی صاحب

مکتبۃ البخاری

نزد صابری مسجد، گلستان کالونی، ایف اری ٹاؤن، کراچی۔

فون: 2529008, 2520385, موبائل: 0300-2140865

﴿جملہ حقوق طباعت بحق مکتبۃ البخاری محفوظ ہیں﴾

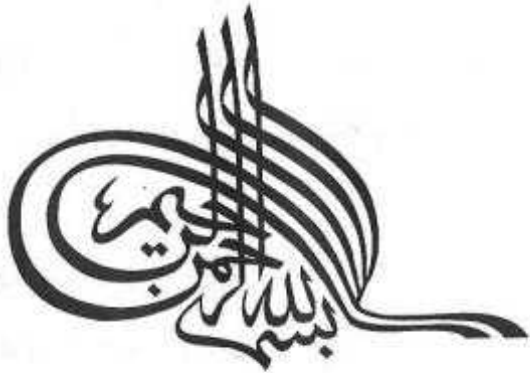
نام کتاب	یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں
تالیف	امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ
تصحیح و تقدیم	مولانا مختار احمد ندوی
ناشر	مکتبۃ البخاری - کراچی
تعداد	1100
طبع	اول
زیر اہتمام	شیخ محسن اکرم
پریس	البحر پرنٹنگ پریس، کراچی

اشاکٹ

مکتبۃ انعامیہ

دکان نمبر 24، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 0300-2918396-2216814



فہرست

مضامین

صفحہ نمبر

ابتدائیہ	10
عرض ناشر	14
عرض مترجم	15
فصل: اسلام سے روگردانی اختیار کرنے پر دھمکی	27
فصل: بعثت نبوی ﷺ سے پہلے اقوام عالم کی حالت	29
رسول اللہ ﷺ پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی تردید کرنا اللہ کے حقوق میں سے ہے	34
مسائل الکتاب	36
صرف ریاست کی لالچ نے اہل کتاب کو اسلام قبول کرنے سے نہیں روکا	37
حق کے قبول کرنے میں جو اسباب مانع ہیں ان کا بیان	47
یہود کے علماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پیچھا نتے تھے	49
نصاری کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں جبکہ انھوں نے خدا کو گالی دی ہے	55
صلیب کے متعلق نصاریٰ کی حماقت کا بیان	56
نصاری کی نماز معبود کا مذاق اڑانا ہے	58
اکثر نصاریٰ مقلد ہیں	59
نصاری کے رئیسوں میں جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ان کا بیان	60

مضامین

صفحہ نمبر

تورات و انجیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا تذکرہ کرنا یہ زیادہ بلیغ ہے نسبت اسکے کہ صرف آپ کا نام ذکر کیا جاتا	99
اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے ذکر پر بارہ دلیلیں	109
تورات و انجیل کے نسخوں میں اختلاف کا بیان، انانجیل تاریخ کے آئینہ میں	111
اہل کتاب کی تحریف اور رسول اللہ ﷺ کی صفات کے چھپانے کا تذکرہ	113
گذشتہ کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کی بشارت اور آپ کی صفات کے بیان پر مشتمل چند نصوص کا تذکرہ، اور ان کی دلالت اور شریعت کے واقعے سے مطابقت کی توضیح	119
نصاری ایک ایسے مسیح پر ایمان رکھتے جس کا کوئی وجود نہیں اور یہود و جال کے منتظر ہیں	146
اہلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کرنے والے کا بدلہ	147
فصل	149
فصل	150
فصل	151
فصل	155
مؤلف اور یہودی کے درمیان ایک مناظرہ کا بیان	192
حدیث سہل مولیٰ عثمہ النصرائی	208
حدیث وہب عن الزبور	210
حضرت دانیال کی قبر میں پائے گئے پتھر کی خبر	211
فصل	211

مضامین

صفحہ نمبر

- 222 قیصر روم ہرقل کی خبر
- 228 اگلی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت کی چار دلیلیں جن کا یہود و نصاریٰ نے غرور و تکبر کی بناء پر انکار کیا ہے !
- 229 تورات میں تحریف اور انبیاء پر یہودیوں کی بہتان طرازی کا بیان
- 236 تورات کے بدلنے کا سبب
- 238 یہود کا مسیح برحق کا انکار کرنا اور ضلال و گمراہ مسیح کا انتظار کرنا مسیح اور ان کے اصحاب کا ان یہودیوں کو بری طرح قتل کرنے کا بیان
- 241 انجیل میں باہم تناقض کا بیان
- 244 یہود و نصاریٰ کی موافقت سے بعض نسخوں کے بدلنے کا امکان
- 248 سائل کا کہنا کہ حضرت عبداللہ بن سلامؑ صحیح نسخہ کیوں نہیں لائے ؟
- 256 مسلمان نفع بخش اعمال و علوم میں تمام امتوں پر فوقیت رکھتے ہیں
- 260 صحابہ کرام تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل تھے اس امت کے تمام علماء ان کے شاگرد ہیں، کہاں صحابہ اور ان کے کاتبین
- 276 ذرا مضبوط اور گمراہ امت اپنے علوم اور علماء کا جائزہ لیں
- 277 امت کے گناہ رسولوں اور ان کی رسالت میں قاذب نہیں ہو سکتے
- 278 موحّد مسلمانوں کے گناہ یہود و نصاریٰ کے بڑے گناہوں کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ سمندر میں کوئی بدبودار چیز یا تھوک پڑا ہو

مضامین

صفحہ نمبر

- 279 یہودیوں کی قابلِ ہدایت غلطیوں اور برائیوں کا بیان
- 283 یہود کا الگ الگ متفرق راستوں پر چلنا اور علمِ الہیٰ بابت کتاب کا گھڑا
- 288 یہود کے علماء و فقہاء کے بدترین جیلوں کا بیان
- 289 یہودی شریعت یہ ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے یا دولت و رسوائی برداشت کرنے پر تیار رہے
- 291 مختلف امتوں سے بندروں کے بھائی یہودیوں کی رسوائی کا بیان، اور درحقیقت انھیں بنیادی سبب کی بناء پر ان کے دین و آثار مٹ گئے
- 293 یہود اپنی نمازوں میں صرف دیگر قوموں کو بددعا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتے ہیں
- 294 نصاریٰ کے دین کی بنیاد اللہ پر دشنام طرازی اور شرک باللہ پر قائم ہے
- 295 حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گدھے کے مثل نصاریٰ کے اعتقاد کا بیان
- 298 نصاریٰ نے اپنے دین کے تمام فروعات میں بھی حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے
- 300 راجب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں
- 300 حضرت مسیح نے پادریوں اور راہبوں کو احکام شرعیہ کا حاکم نہیں بنایا نصاریٰ کی مخالفت یہود سے
- 303 نصاریٰ کی امانت سب سے بڑی خیانت ہے
- 311 نصاریٰ کی کتابوں میں "باب" "رب" "اور" "سید" سے مشتبہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟
- 311 مسیح کے الٰہ ہونے کے خلاف صلیب پرستوں کے جواب کا انتظار
- 322 ان کے ملول کا عقیدہ بعض بدعتی صوفیاء اور جمیہ نے بھی اختیار کیا ہے بعض نام نہاد مسلم جماعتوں نے بھی اس شرک و کفر میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے

صفحہ نمبر	مضامین
372	چوتھی مجلس
373	پانچویں مجلس
374	چھٹی مجلس
375	ساتویں مجلس
377	آٹھویں مجلس
379	نویں مجلس
380	دسویں مجلس
381	اگر دین نصرا نیت ایک ایسی قوم پر پیش کی جائے جو معبود کو نہ پہچانتے ہوں تو وہ اس کے قبول کرنے سے رک جائیں گے
383	نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں، محمد ﷺ کے معجزات سب سے بڑے اور سب سے زیادہ دلالت کرنے والے ہیں
390	نبوت کا انکار کرنا حقیقت میں خالق اور اس کے خالق کا انکار کرنا ہے، اس سلسلے میں فلاسفہ، مجوس، نصاریٰ، یہود کی خیرانیوں کا بیان
393	یہود کی حد درجہ غباوت نقص عہد تحریف و حسد کا بیان، یہود انبیاء کے قاتل سود خور اور تمام لوگوں سے بڑھ کر گمراہ و بہتان طراز ہیں
398	آپ کی نبوت سے زمین کا منور ہو جانا اور ظلمت و تاریکی کا کافور ہو جانا، آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والا تاریکی میں ہے اور مومن روشنی میں ہے

صفحہ نمبر	مضامین
334	حلیث کا عقیدہ رکھنے والے نصاریٰ نے اللہ کی ذات کی تقدیس اور صفات کمال کے ساتھ اس کی توصیف کرنے میں انبیاء کے اصول کی مخالفت کی ہے
337	اگر محمد بن عبد اللہ ﷺ کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی، موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد میں بنو اسرائیل کا بیان
341	نصاری محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے حضرت مسیح کی فضیلت و نبوت کو ثابت نہیں کر سکتے
343	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کی خبر نا قابل اعتماد ہے
345	نصاری اپنے دین میں تمام امتوں سے زیادہ اختلاف رکھتے ہیں جس پر نصاریٰ کے مشہور فرقے متفق ہیں ان چیزوں کا بیان
346	حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں نصاریٰ کے مشہور فرقوں کے اختلاف کا بیان
350	محمد ﷺ نے حضرت مسیح کو اور انکی ماں کو ان کے دشمنوں کی بہتان طرازیوں سے بری کیا اور انکو اعلیٰ مرتبے پر فائز کیا نیز اللہ رب العالمین کی ذات کو بھی ان کی بہتان طرازیوں سے پاک کیا
351	علماء نصاریٰ کی چند ایسی مجلسوں کا بیان جس میں بعض نے بعض کی تکفیر کی اور لعنت بھیجا، حضرت مسیح کی بعثت سے پہلے اور اس کے بعد آسمان پر اٹھائے جانے تک کا قصہ، یہود و قیصرہ کے ہاتھوں ان کے تعین کو جو تکلیفیں پہنچی اس کا بیان
358	بولس وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے بارے میں لاہوت و ناسوت کا عقیدہ ایجاد کیا
359	نصاری کا پہلا اجتماع
361	سب سے پہلے جس نے صلیب کی شکل و ہیئت بنائی وہ قسطنطین ہے
364	نصاری کی دوسری مجلس جس میں الامانہ کو گھڑا گیا
371	نصاری کی تیسری مجلس

ابتدائیہ

دنیا میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی دو بڑی مخالف طاقتیں ہرمخاض پر اسلام کے آمنے سامنے رہیں، یہود و نصاریٰ، چونکہ اسلام سے پہلے دنیا میں انہی دونوں مذاہب کا بول بالا تھا اور دونوں مذاہب بنی اسرائیل کی نسل میں تھے اور دنیا کی علمی، مذہبی، اقتصادی اور سیاسی بساط پر یہی دونوں مذاہب چھائے ہوئے تھے، یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف ضرور تھے لیکن ان دونوں کا مشترک حریف کوئی دوسرا نہیں تھا، لہذا میدان میں یہی دونوں صدیوں تک ایک دوسرے کی حریفائی کے ساتھ بلا شرکت غیرے دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے۔

یہودیت اور نصرانیت دونوں ہی آسمانی مذاہب تھے، یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ تورات کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل کو بغض میں دبائے ہوئے تھے، چونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ دونوں ہی نسل ابراہیمی سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جدِ اعلیٰ اور روحانی مرشد مانتے تھے اس لیے یہ دونوں عالمی قدیم مذاہب اور صاحبِ کتاب ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف اپنی دینی برتری کی جنگ میں ہمیشہ لگے رہے اور دونوں ہی اپنی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہوئے دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے جبکہ عیسائی کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام پر انتہائی فحش الزامات لگاتے تھے، حتیٰ کہ عیسائیوں نے یہودیوں پر یہ الزام بھی لگایا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ ان دونوں مذاہب کی باہمی جنگی مہم شدت سے جاری تھی اور دونوں کا مرکز ملک فلسطین و شام تھا۔

یہ دونوں چونکہ آسمانی تھے اس لیے تورات و انجیل کی ہزار تحریف کے باوجود بھی ان میں ایسے واضح اشارات موجود تھے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کا آخری نبی عربوں کی سرزمین پر عنقریب مبعوث ہونے والا ہے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں کھلی شہادتیں موجود ہیں اس لیے یہود و نصاریٰ آپ کی نبوت کے اعلان کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

لیکن

جیسے ہی مکہ سے اعلان ہوا کہ بنی اسماعیل میں ایک نبی کی بعثت کا اعلان ہوا ہے جو نہ صرف عربوں کو بلکہ ساری دنیا کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں جس میں یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں، تو ان کے کان کھڑے ہوئے اور انھوں نے مستقبل میں اسے یہودیت اور عیسائیت دونوں کے لئے مشترک خطرہ محسوس کیا۔

اول یہ کہ نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل سے نکل کر اب بنی اسماعیل کی طرف منتقل ہو گیا ہے جو ان کے لیے ناقابلِ برداشت سانحہ سے کم نہیں تھا۔

دوسرے یہ کہ تورات و انجیل کی اہمیت قرآن کے نزول کے بعد ختم ہو چکی تھی۔

تیسرے یہ کہ دنیا کا مذہبی پایہ تخت یروشلیم سے منتقل ہو کر ان کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ مکہ کے کعبۃ اللہ کی طرف منتقل ہو گیا جہاں ساری دنیا کے لوگ یہودیت اور عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام کے پرچم تلے جمع ہوں گے۔

چوتھے یہ کہ قرآن نے ان تمام جھوٹے عقائد اور من گھڑت قصوں کا پردہ فاش کرنا شروع کیا جو یہود و نصاریٰ نے اپنے اپنے انبیاء سابقین خصوصاً حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام پر لگا رکھا تھا اور تورات و انجیل میں اپنی من مانی تحریف کر رکھی تھی اور دین موسوی اور عیسوی کو مخ کر رکھا تھا، تو حید کی جگہ تثلیث پر عیسائیت کی بنیاد رکھی تھی۔

ساتھ ہی انہیں اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت سے قیصر و کسریٰ کے محل لرزتے دکھائی دے رہے تھے، انہیں یقین ہونے لگا تھا کہ اگر خاموشی برقی گئی تو اسلام کی شعاعیں سارے عالم میں پھیل جائیں گی۔ یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر ایک طرف تو ان دونوں مذاہب نے اسلام کے خلاف نفرت کی مہم چلائی اور اسلام اور پیغمبر اسلام اور ان کے اتباع و تابعین پر بدترین قسم کے الزامات لگائے اور دوسری طرف ان کی حکومتوں نے ہر طرف سے اسلامی قلعوں پر فوجی حملے شروع کیے، اس طرح یہود و نصاریٰ کی مشترکہ جدوجہد نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر محاذ پر دفاع کے لیے مجبور کیا۔

چنانچہ زیر نظر کتاب ”ہدایۃ الحیاری فی اجوبۃ الیہود و النصاریٰ“ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے جھوٹے پروپیگنڈوں کا نہایت مدلل اور مسکت جواب ہے۔ اس کتاب کے مصنف حافظ ابوبکر ابن القیم الجوزی رحمہ اللہ علیہ اسلامی دنیا میں ایک مجدد کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ وہ اپنے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ کے علوم و فنون کے حقیقی ترجمان، جامع عالم، اسلام کے بہترین مناظر اور زبردست صاحب قلم مجتہد اور محدث تھے۔

اپنی اس کتاب میں انھوں نے یہود و نصاریٰ کے ایک ایک اعتراض کا بخیرہ اذہیز کر رکھ دیا ہے ساتھ ساتھ توراۃ و انجیل پر اپنے گہرے مطالعے کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب سماویہ میں باطل تحریفات کا پردہ ایسے دل نشیں انداز میں فاش کیا ہے کہ کتاب پڑھ کر جہاں اسلام کی حقانیت کا نقش دل پر جم جاتا ہے وہیں یہود و نصاریٰ کی ضلالت پر مہر لگا دی ہے۔

اس کتاب سے اسلامی شریعت کے اُن بنیادی مسائل پر نہایت تحقیقی انداز میں روشنی پڑتی ہے جو ہمارے مدارس اور دینی حلقوں میں فراموش کر دیے گئے ہیں۔ آج ساری دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں اور دوسری اسلام دشمن طاقتوں نے متحد ہو کر اسلام پر یلغار کر رکھی ہے اور اسلام کو ایک وحشی دین کی صورت میں پیش کرنے کی مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے ان تمام جھوٹے پروپیگنڈوں کی قلعی کھل جائے گی اور پڑھنے والوں کے دلوں پر اسلام کی حقانیت کا نقش دوام ثبت ہو جائے گا۔ اسلام کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک رہنما اور حق کی معلم ثابت ہو گی۔ کتاب انتہائی فنی اور تحقیقی ہونے کے باوجود اس کے ترجمہ کی زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے۔ ہمارے فاضل عزیز دوست جناب زبیر احمد صاحب نے کتاب کے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ مفید کتاب علمی اور دینی حلقوں میں محبت اور عقیدت کی نظر سے پڑھی جائے گی۔

خادم الکتاب والسنة

مختار احمد ندوی

ربیع الآخر ۱۴۱۳ھ

اکتوبر ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمد للہ مکتبہ البخاری کراچی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ علمی اور دینی ادارہ قرآن و سنت اور اسلامی تعلیمات پر مبنی لٹریچر کو ملک اور بیرون ملک عام کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ گوکہ مکتبہ البخاری کے قیام کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا، لیکن پھر بھی اس کی علم پروری اور کتاب دوستی کی روایات عام ہیں۔

ہمارے اس علمی اور دینی ادارے کے قیام کا بڑا مقصد قرآن و سنت اور دینی تعلیمات کو اس انداز میں عام کرنا ہے کہ جس سے اتحاد امت کے جذبات پروان چڑھ سکیں اور دین کی ترویج و اشاعت میں کردار ادا کر سکیں۔ اس عظیم مقصد کے پیش نظر ہمارے ادارے نے اسلامی ورثے کی اشاعت کا بیڑہ اٹھایا اور یہ عزم کیا کہ اس ادارے کے ذریعے ایسا دینی اور علمی لٹریچر شائع کیا جائے جو وحدت امت اور اتحاد بین المسلمین کیلئے اپنا کردار ادا کر سکے۔

زیر نظر کتاب ”یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینہ میں“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امام ابن القیم الجوزیؒ کی یہ گر افندہ تصنیف جس کا ترجمہ محترم شیخ علامہ زبیر احمد صاحب نے کیا، جسے دیکھ کر میں اتنا متاثر ہوا کہ اسے طبع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہ کتاب نہ صرف اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے جھوٹے پروپیگنڈے کا جواب ہے بلکہ مؤلف کے (تورات) اور (انجیل) پر گہرے مطالعہ کی وجہ سے اپنے موضوع پر عظیم ترین کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے دربار عالی میں قبول فرمائے اور پڑھنے والوں کو ہدایت اخذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالواحد قادری

مدیر مکتبہ البخاری

یکم اکتوبر ۲۰۰۳ء

عرض مترجم

الحمد للہ رب العالمین والصلاة والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین!

علامہ ابن قیم کی کتاب ”ہدایۃ الیاری فی اجوبۃ الیہود و نصاریٰ“ کا اردو ترجمہ میری ایک مخلصانہ کوشش ہے۔ کتاب کی افادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جب میں نے اس کا ترجمہ شروع کیا تو اپنی علمی بے بضاعتی، فکری کم مائیگی اور عدم اہلیت کا احساس ہوا اور کتاب کے قدیم اسلوب، مناظرانہ انداز، طویل جملوں، غامض ترتیب اور تورات و انجیل کی پیچیدہ عبارتوں نے ترجمہ میں بہت دشواریاں پیدا کیں۔ اور قریب تھا کہ میں ہمت ہار بیٹھتا لیکن چچا محترم جناب عبید صاحب اور برادر محترم جناب عبدالمبین صاحب کی ہمت افزائی و اصرار پر میں نے یہ کام سرانجام دیا اور حسب استطاعت اس کی صحیح ترجمانی کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور قارئین کو استفادہ کی توفیق دے۔

والسلام

زبیر احمد جامعی

تفصیلات الامارات دبئی

۱۹۹۳/۷/۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہمارے لئے دین اسلام کو پسند کیا اور اس کی صحت پر واضح دلیلیں فراہم کیں پھر اعتقاد اور معرفت کے قابل یقین راستوں کی وضاحت کی اور اس کے احکام کو بجالانے نیز حدود کی حفاظت کرنے پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔ اس پر چلنے والوں کے لئے بڑے ثواب اور عظیم کامیابی کے خزانے جمع کئے۔ اس کی تابعداری اور احکام کی بجا آوری کو ہمارے اوپر فرض قرار دیا۔ اس کے ستونوں نیز لوازمات و اسباب کو مضبوطی سے تھامے رہنے پر فریضت کی مہر ثبت کی۔

غرض کہ یہی وہ دین ہے جس کو اس نے اپنے لئے اور اپنے انبیاء و رسل اور مقدس فرشتوں کے لئے پسند کیا جس پر چل کر ہدایت یافتہ حضرات نے ہدایت پائی اور انبیاء و رسل نے جس کی دعوت دی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طُوعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾ (ال عمران-83)

کیا وہ دین خداوندی کو چھوڑ کر دوسرا دین تلاش کر رہے ہیں، حالانکہ آسمان و زمین کے اندر جتنی چیزیں ہیں سب نے خواست یا خواست اس کی تابعداری کی ہے اور یہ لوگ بھی اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اس مذہب کے آجانے کے بعد اولین و آخرین میں سے کوئی بھی دین کسی کی جانب سے نہیں قبول کیا جائیگا (بلکہ تمام ادیان کو چھوڑ کر اس کی اتباع واجب ہوگی) جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾ (ال عمران-85)

جس نے مذہب اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین قبول کیا تو اس کا دین خدا کے یہاں مقبول نہیں ہوگا بلکہ وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اس دین کے اعزاز میں یہی بات کافی ہے کہ اللہ رب العالمین نے مخلوق کی شہادت سے پہلے خود ہی اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہی دین اس کا پسندیدہ دین ہے، نیز اس کی تعریف کی ہے اس کے ذکر کو بلند کیا ہے اس کے ماننے والوں کو اسی سے مشتق نام عطا کیا (یعنی مسلم کہا) نیز اس بنیاد پر جو قرابت واری مشتمل ہوتی ہے (ان کو مسلمین کہا)

ارشاد خداوندی ہے:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَانِمًا بِالْقِسْطِ ۗ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ (ال عمران-18)

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، نیز فرشتوں اور اہل علم نے بھی گواہی دی اس حال میں کہ وہ خدا عادل کو قائم کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب اور حکیم ہے۔

آگے فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴿١٩﴾ (ال عمران-19)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو لوگوں پر قیامت کے دن کے لئے گواہ مقرر کر رکھا ہے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے نتیجے میں ان کے قل و عمل نیت و اعتقاد میں درست روی پائی جاتی ہے۔ اور گذشتہ تقدیر کے نوشتہ ہی میں یہ چیز ان کے لئے مقدر کر دی گئی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے:-

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ

مِنْ خَرَجَ مِلَّةَ آبَائِكُمْ اِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ ۝
(الحج-78)

اے مومنو! اللہ کے راستے میں پوری طرح جہاد کرو اس نے تم کو چن لیا ہے اور دین میں تمہارے لئے کوئی ٹکلی نہیں رکھی، یہ تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اس نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا ہے۔

اسی سورہ میں یہ بھی ارشاد ہے:-

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۖ فَاقْبَلُوا
الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلَى
وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝ (الحج-78)

تاکہ رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں اور تم لوگوں پر گواہ رہو، لہذا تمہارا قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے تھام لو، وہی تمہارا مولیٰ ہے جس کی پاسی بہتر مولیٰ اور مددگار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا فیصلہ کر دیا کہ یہ دین تمام دینوں میں بہتر ہے جس کے فیصلے سے بہتر اور قول سے سچا کسی کا قول نہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:-

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا ۚ وَاتَّخَذَ اللَّهُ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۝ (النساء-125)

اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنے کو سرِ اِپا خدا کے حوالے کر دیا اس حال میں کہ خدا اس کے اوپر احسان کرنے والا ہے اور اس نے یکسو ہو کر اس ملتِ ابراہیمی کی اتباع کی ہے جس ابراہیم کو خدا نے اپنا دوست بنایا۔

ایک ادنیٰ بصیرت سے کام لینے والا شخص بھی اس دین کی سچائی کی تمیز کرنے سے عاجز نہیں ہے جس کی بنیاد اور عمارت خدا کی عبادت اور ظاہر و باطن ہر حال میں اخلاص کے ساتھ اس کی رضا کے مطابق عمل پر ہے جس میں مخلوق کے معاملے میں عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے۔ جس میں

شیطان کی عبادت کے بجائے رحمان کی عبادت کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں ان مذاہب کی دروغ گوئی میں بھی کوئی شبہ نہیں کر سکتا جس کی بنیاد نہایت بودے اور ڈھسے جانے والے گڑھے کے کنارے ایسی ریتی کی زمین پر رکھی گئی ہے کہ ذرا بھی بوجھ پڑے تو وہ عمارت خود ہی نہیں بلکہ اپنے رہنے والوں کو لے کر بیٹھ جائے اور جہنم میں لا کر ادا ہے۔ مثلاً وہ مذہب جس کی بنیاد آتش پرستی پر ہے، جس میں رحمان اور شیطان دو جان کے درمیان شرکت کا معاہدہ ہے۔ اسی طرح وہ دین جس کی بنیاد صلیب پرستی پر ہے، جن کے یہاں دیواروں اور چھتوں پر بنی ہوئی تصاویر کی پوجا ہوتی ہے، جن کا نعوذ باللہ یہ گھناؤنا نظریہ ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی عظمت کی کرسی کو چھوڑ کر ماں کے پیٹ میں آ بیٹھا، جہاں اس نے حیض کے خون اور آنتوں کی تاریکی میں ایک لمبی مدت گزاری۔ پھر اس کی پیدائش ہوئی اور ایک دودھ پینے والے بچے کی شکل میں آہستہ آہستہ پروان چڑھنے لگا، پھر کھانے پینے پیشاب کرنے، سونے، بچوں کے ساتھ کھیلنے، ٹہلنے غرض کہ بچپن کے تمام حرکات بشریہ سے گزرتا ہوا اس لائق ہوا کہ وہ تعلیم حاصل کر سکے چنانچہ وہ یہودیوں کے بچوں کے ساتھ اسکول جانے لگا، جہاں اس نے حسب استطاعت تعلیم حاصل کی، پھر اس کے ختنے کی نوبت آئی اس کے بعد وہ دور آیا جب کہ یہود نے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھگانا اور نکالنا شروع کیا اس کو قید کیا اور مختلف قسم کی ذلت و نکبت سے دوچار کیا، پھر اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی، پھر اسے بانس کی بے لگام سواری پر سوار کیا لوگ تماشہ دیکھ رہے تھے پھر اس کو اس مخصوص سواری (یعنی سولی) پر سوار کیا گیا جس کے تصور سے دل و جسم لرز جاتے ہیں، پھر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کو باندھ دیا گیا اور ان پر ایسی کیلیں نصب کی گئیں جو ہڈیوں کو چور چور اور گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اور وہ یہ فریاد ہی کرتے رہ گیا "یا قوم ارحمونی" اے میری قوم کے لوگو مجھ پر رحم کرو لیکن کوئی بھی مدد کے لئے تیار نہیں ہوا۔

انکے نزدیک یہی وہ ہستی ہے جو اوپر نیچے دونوں دنیاؤں کی مدد ہے جس کے سامنے آسمان و زمین کے تمام لوگ ہاتھ پھیلائے ہیں اور ہر آن وہ ایک نئی شان میں رہتی ہے۔

اس ہستی کے متعلق ان کا یہ بھی تصور ہے کہ اسے موت لاحق ہوئی اور وہ چٹان و پتھر جی مٹی میں دفن کر دیا گیا ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد پھر اچانک قبر سے اٹھ کھڑا ہوا اور عرش پر جا پہنچا جس مذہب کے یہ بنیادی تصورات ہوں تو پھر فروعات کی کیا حالت ہوگی۔

اسی طرح وہ مذہب جس کی بنیاد گھڑے ہوئے افکار و نظریات کے مطابق تمام اجناس اراضی کی مختلف اقسام والوان کے تراشیدہ معبودوں کی عبادت پر ہے جس کے سامنے وہ عاجزی و انکساری کرتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، جن کا خدا ماننا، کتب و رسل اور قیامت کے دن سزا و جزا پر کوئی ایمان نہیں ہے۔

اسی طرح اس مبغوض امت کا بھی دین ہے جو خدا کی خوشنودی سے بالکل اسی طرح نکل گئے ہیں۔ جیسے کہ سانپ اپنے کاچلی سے نکل جاتا ہے۔ جن پر خدا کا غضب نازل ہوا ہے اور ذلت کی مار پڑی ہے۔ جنہوں نے توراۃ کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے بدلے حقیر اور ادنیٰ چیز کو خرید لیا جس کی وجہ سے خدا کی توفیق ان سے رخصت ہو گئی، ذلت و رسوائی نے ان کو آگھیرا۔ خدا اور اس کے رسول نیز فرشتوں کے دوست کے بجائے شیطان کے دوست ٹھہرے۔

اسی طرح ان بودے اور ڈھے جانے والے مذاہب میں وہ مذہب بھی ہے جن کی بنیاد ان نظریات پر ہے کہ خدا کا وجود صرف ذہن میں ہے خارج میں نہیں۔ نہ وہ عالم میں داخل ہے اور نہ ہی اس سے جدا اور علیحدہ ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا بھی نہیں اور نہ ہی مخلوقات میں سے کسی چیز کا علم رکھتا ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل بھی نہیں کر پاتا۔ حیات قدرت اور اختیار کی صفت سے وہ کور ہے۔ آسمان وزمین کو اس نے چھ دن میں پیدا نہیں کیا بلکہ ان کا وجود ہمیشہ سے ہے اور خدا کے وجود کے ساتھ ساتھ ان کی پیدائش ہوئی ہے، عدم کے پردے سے یہ وجود میں نہیں آئے ہیں۔ اور: ہی ان کے فنا کرنے پر وہ قادر ہے، کسی انسان پر نہ تو کوئی کتاب نازل ہوئی اور نہ کوئی رسول بنا کر بھیجا گیا۔ لہذا کوئی شریعت نہیں جس کی اتباع کی جائے کوئی رسول نہیں جن کی اطاعت کی جائے اس

دنیا کے بعد کوئی دنیا نہیں جس کو تسلیم کیا جائے۔ اور اس دنیا کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں قبر سے اٹھائے جانے کی کوئی حقیقت نہیں، جنت و جہنم کا کوئی وجود نہیں۔ صرف نوافل اک دس عقول اور چار ارکان ہیں۔ افلاک گردش کرنے ہیں، ستارے سیر کرتے ہیں اور جام لوگوں کو پیدا کرتے ہیں اور زمین نکلتی جاتی ہے، غرض کہ یہی دنیا بس سب کچھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (الاحقاف: 24)

کفار کہتے ہیں کہ یہی دنیا سب کی زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں ہم کو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے، حالانکہ اسکے متعلق انہیں کچھ علم نہیں صرف یہ ان کا گمان ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ یوی بچوں سے بے نیاز ہے، اس سلسلے میں تمام باطل پسندوں کی بہتان تراشی اور گدہ بین کی غلط بیانی سے پاک ہے مشرکین کے شرک سے بالکل منزہ اور طہرین کے خرافات سے مبرا ہے اس کے باوجود بھی جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔ انہوں نے اللہ پر افترا پر دازی کی ضلالت و گمراہی کے قعر ذلت میں جا گرے اور کھلم کھلا اپنے نفس کو خسارے میں ڈال دیا۔

ارشاد خداوندی ہے:-

مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَّهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ (المومنون: 91-92)

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کوئی لڑکا نہیں بنایا اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے اگر ایسی بات ہوتی تو ہر معبود اپنی پیداکردہ مخلوق کے ساتھ الگ ہو جاتا اور بعض بعض کے اوپر غلبہ حاصل کرتا۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس چیز سے جس کے ساتھ وہ اس کی صفت بیان کرتے ہیں وہ بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے مخلوقات میں سب سے بہتر اور پسندیدہ ہیں، اس کے وحی کے امین نیز اس کے اور بندوں کے درمیان سفیر ہیں اللہ نے آپ کو ایسے بہترین ملت و شریعت کے ساتھ مبعوث کیا ہے جو تمام دنیا والوں کے لئے خواہ وہ انسان ہوں یا جنات، عربی ہوں یا عجمی شہری ہوں یا دیہاتی سب کے لئے یکساں طور پر رحمت اور روشن دلیل ہے۔ آپ کی ذات وہ ہے جس کے بارے میں گذشتہ کتب منزلہ نے خوشخبری سنائی۔ رسولوں نے خبر دیا جن کا چرچا ہر زمانے کے دیہاتوں اور شہروں نیز اگلی امتوں میں ہوتا رہا، جن کے نبوت کی بشارت حضرت آدم کے زمانے سے حضرت عیسیٰ کے زمانے تک دی جاتی رہی، جن کے لئے ہر آنے والے نبی سے یہ معاہدہ کرایا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کے نبوت کی بشارت دیں گے۔

جب یہ سلسلہ حضرت موسیٰ تک پہنچا تو انہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے کھلم کھلا آپ کی نبوت کی بشارت ان الفاظ میں دی:-

جاء الله من طو سيناء و اشرق من ساعبر و استعلن من جبال فاران -

خداوند قدس طور سینا کی جانب سے نمود ہوا پھر سیر سے اس کی تجلی روشن ہوئی اور فاران کی چوٹی سے اس کا ظہور ہوا۔

آپ کے بعد اللہ کے محبوب بندے اور رسول اس کے روح اور وہ کلمہ ہیں جس کو مریم بتول کی طرف اللہ نے ڈالا یعنی حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، جنہوں نے آپ کی نبوت کے بارے میں سب سے زیادہ واضح طور پر خبر دی اور بنی اسرائیل کے ناپسند کرنے کے باوجود بھی صادق ناصح نے انہیں نصیحت کی اور فرمایا:-

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا
بِرَسُوْلِ یَّآئِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَسْمَآءُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَ هُمْ بِالْبَیِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا
سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ (الف-6)

اے لوگو! میں خدا کا رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں، اس توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا مگر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

خدا کی قسم یہ اعلان آپ کی نبوت کے متعلق حضرت مسیح کا تھا جس کو شہری اور دیہاتی تمام لوگوں نے سنا لہذا جو مومن اور مصدق تھے انہوں نے اس پر لبیک کہا اور لکھوں کا فروع پر خدا کی حجت قائم ہو گئی۔ اللہ کی ذات بلند ہے اس چیز سے جو کہ باطل پسندوں افتراء پر دازوں اور کذابین اور لحدین نے اس کے بارے میں گھڑ رکھا ہے۔

پھر آپ نے اپنے بھائی اور لوگوں میں سب سے زیادہ آپ سے قریب، ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلند آواز میں اس بات کی شہادت دیتے ہوئے اعلان کیا کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ کائنات کے رئیس اور حق جل شانہ کے وہ روح ہیں جو اپنی جانب سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ وہی کہیں گے جو اللہ کی جانب سے آپ پر وحی کی جائے گی لوگوں کو ان تمام چیزوں کے متعلق باخبر کریں گے جو اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ حق کی رہنمائی کریں گے غیب کی خبر دیں گے، لوگوں کے سامنے تاویلات بیان کریں گے، غلطی پر اہل دنیا کی سرزنش کریں گے، شیطان کے ہتھکنڈے سے لوگوں کو نجات دلائیں گے ان کی شریعت آخری زمانے تک باقی رہے گی، غرض کہ آپ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام اوصاف اور سیرت کے بارے میں ان سے اس طرح وضاحت کر دی گویا کہ آپ کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے۔ پھر آپ نے لوگوں کو پکارا کہ آؤ نماز کی طرف اس امام المرسلین اور بنی آدم کے سردار کے پیچھے آؤ کا میابی کی طرف آپ کی اتباع کر کے کیونکہ آپ کی اتباع اور آپ کے تبعین کے زمرے میں شامل ہو جانا ہی درحقیقت کامیابی کا باعث ہے۔ پھر اذان دی اور اقامت کہی، پھر مڑے اور فرمایا کہ میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا، غنقریب میں لوگوں کا اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھوں گا یہ میرا تم

سے معاہدہ ہے اگر تم نے اس کی حفاظت کی تو آخری ایام تک تمہاری بادشاہت رہے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت کا نزول کرے، کیونکہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے متعلق لوگوں کو نصیحت کر کے انسانیت کی بہترین خیر خواہی کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی تصدیق کی، آپ اور آپ کی ماں حضرت مریم کے متعلق دشمنوں اور مغضوبین کی تمام افترا پردازیوں کا قلع قمع کیا اسی طرح اس ہستی کو جو کہ حضرت عیسیٰ کا خالق اور مرسل ہے تثلیث کے اس نظریے سے منزہ کیا جو صلیب پرستوں نے اس کے متعلق قائم کر رکھا تھا۔ اور اس کی طرف منسوب کئے گئے تمام فحاشیاں اور عجوبہ کو باطل ٹھہرایا۔

اما بعد حمد و ثناء کے بعد۔ اللہ جل شانہ جس کا نام بابرکت، جس کا مرتبہ عالی ہے اور جس کے سوا کائی معبود نہیں اس نے اسلام کو ایک حفاظت گاہ بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کی طرف پناہ ڈھونڈے ایک ڈھال بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اس کو مضبوطی سے تھام لے یہ ایک ایسا حرم کہ جو بھی اس میں داخل ہوا وہ مامون و محفوظ ہے یہ ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس نے بھی اس میں پناہ لی کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اور جس اس سے روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب کسی جانب سے نہیں قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ اس پر چلنے میں پوری طاقت صرف کر دے اللہ نے اسلام کو تمام ادیان پر غالب کیا یہاں تک کہ اس مذہب نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا ہر اس گوشے تک جا پہنچا جہاں سورج کی شعاعیں پہنچتی ہیں ان تمام جگہوں پر اس کی رسائی ہوئی جہاں دن رات ہوتی ہے۔ دعوت اسلامی نے بلندی کے ایسے عظیم منازل طے کئے کہ اس کی جڑ زمین میں قائم رہی اور شاخیں آسمان تک جا پہنچیں۔ اس کے ظاہر ہوتے ہی تمام ادیان پر خاموشی طاری ہو گئی اور تمام امتوں نے عاجزی و انکساری کے ساتھ اس کی اطاعت میں سر تسلیم خم کر دیا۔

مناوی اسلام نے اس کے نشان امتیاز کو لے کر شمس و قمر کے درمیان آسمانی فضا میں بھاگ دیا یہ اعلان کر دیا کہ۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ، و اشھدان محمد عبدہ و رسولہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

جس کی بلند آہنگ آواز نے شیطان کی دعوت باطل کر دی جس سے بت پرستی سرد پڑ گئی آتش پرستی مٹھل ہو گئی۔ تثلیث کا نظریہ رکھنے والے صلیب پرستوں کی رسوائی ہوئی۔ امت مغضوبہ کو اس طرح نیست و نابود ہونا پڑا جیسے کہ سنگلاخ زمین سے سراب مٹ جاتا ہے۔ کلمہ اسلام کو سرفرازی نصیب ہوئی لوگوں کے دلوں میں اس کا اعلیٰ نمونہ جاگزیں ہو گیا اس کی دلیلین اور براہین تمام امتوں پر دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں قائم ہو گئیں، غرض کہ ہر اعتبار سے بلندی کے اعلیٰ ترین چوٹی پر پہنچ گیا۔ اللہ نے اس کی حکومت اور اس کے ہمنواؤں کے لئے انصار و مددگار مقرر کئے جنہوں نے اس کے جھنڈے کو لہرایا، اس کے حدود و احکام کو رد و بدل ہونے سے محفوظ رکھا۔ اور اپنے اسلاف کی اتباع کرنے ہوئے انہیں کی طرح دین کی تبلیغ شروع کی لوگوں کو حلال و حرام سے آگاہ کیا جس کے نتیجے میں لوگوں نے اس کے شعائر کی تعظیم کی اس کے احکامات کو سیکھا اور پھر حجت و بیان کے ذریعہ اسلام دشمن طاقتوں سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ

فَاسْتَعْلَظَ فَاَسْتَوٰی عَلٰی سُوْفِهِ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لَیَغِیْظَ بِہِمُ الْکُفَّارُ ط
(الحجہ - 29)

وہ مونا ہو گیا اور اپنے فُضل پر کھڑا ہو گیا جس کو دیکھ کر کسان خوش ہوتے ہیں اور کفار کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

اس طرح اس کی عمارت بلند ہوتی گئی کیونکہ اس کی بنیاد رضاء الہی اور تقویٰ پر تھی جب کہ دوسرے مذہب کی بنیاد نہایت بودے ڈھے جانے والے گڑھے کے کنارے اور ایسی ریتیلی زمین پر ہے جو ذرا بوجھ پڑنے پر گر جانے والا ہے۔

پس بابرکت ہے وہ ذات جس کا مرتبہ بلند جس کا کلمہ اعلیٰ جس کی شان لائق تعظیم اور جس کی

بنیاد مستحکم ہے اور اس کے معاندین و مخالفین کو ذلت و رسوائی اٹھانی پڑی، انھیں بدترین چوپائے ہونے کا تمغہ دیا گیا، ان کے لئے دردناک عذاب تیار کیا گیا تاکہ ملاقات کے دن ان کی اچھی مہمان نوازی ہو سکے حتیٰ کہ انھیں چوپایوں سے بھی زیادہ گمراہ ٹھہرایا گیا، کیونکہ انہوں نے توحید کے بدلے شرک اختیار کیا ہدایت کے بدلے گمراہی کو ترجیح دی اسلام کے بجائے کفر سے وابستہ رہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے کفر کے علماء اور عباد کے لئے ایسا فیصلہ کیا ہے جس فیصلے کو تمام ذوی العقول حق سمجھتے ہیں، چنانچہ ارشاد فرمایا:-

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُخْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا تُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وِزْنًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاءُ وَهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي
هُزُؤًا ۝ (الکہف- 103-106)

اے نبی ﷺ ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد
لوگ کون ہیں۔ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری جدوجہد راہ راست سے ہٹ گئی رہی، اور وہ
سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو
ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اس لئے ان کے سارے
اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے ان کی سزا جہنم ہے اس کفر کے
بدلے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے
ساتھ کرتے تھے۔

فصل

اسلام سے روگردانی اختیار کرنے پر دھمکی

اس شخص کا انجام کیا ہوگا جس نے اپنے رب کی توحید اور اطاعت سے روگردانی اختیار کی۔
اس کے احکام و دعوت کی سر بلندی کے لئے براہ راست کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کے رسول کی
تکذیب کر کے اطاعت سے انکار کیا۔ اس کے شریعت و دین سے اعراض کر کے اغیار کے روش کی
خوشہ چینی کی۔ اس کے عہد کی پاسداری کا کوئی خیال نہ رکھا اس کی ذات سے جہالت کو سر بلندی
نصیب ہوئی، دل سے بغض و عداوت کفر و عصیان کو تقویت ملی، اعضاء و جوارح سے مخالفت
و نافرمانی کو عروج حاصل ہوا، غرض کہ اس کا ہر قدم اللہ کے احکام کی تکذیب و مخالفت میں لگا ہوا
ہے وہ انھیں چیزوں کو بھالاتا ہے جس کے کرنے سے اللہ نے منع کیا ہے اور ان چیزوں کے کرنے
سے باز رہتا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے۔ وہ خدا کی رضا و غضب کی رعایت کئے بغیر اپنی
خواہشات کے مطابق عمل کرتا ہے۔

چنانچہ وہ انھیں لوگوں کو دوست بناتا ہے جو اللہ کے دشمن ہیں اور ان لوگوں کو اپنا دشمن گردانتا
ہے جو اللہ کے دوست ہیں۔ اللہ کی غیر پسندیدہ چیزوں کی طرف دعوت دیتا ہے اور بندوں کو نماز
پڑھنے سے روکتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوًى وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (الباقیہ- 23)

اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے جان بوجھ کر اس کو گمراہ کر دیا۔

جس کی پاداش میں اللہ نے اس کو بہرا، گونگا اور اعدھا بنا دیا، چنانچہ وہ دنیا و آخرت کا ایسا ٹکٹا
ہے جس نے دونوں کامیابیوں کو ہاتھ سے چھوڑ دیا، اور دنیا کی رسوائی نیز آخرت کے عذاب پر
راضی رہا، نفع بخش تجارت کو گھٹیا اور پست تجارت کے بدلے بیچ دیا، یہی وجہ ہے کہ اس کا دل خدا کی

یاد سے مڑا ہوا ہے، جنت اور اللہ کی رضا و قربت کی طرف پہنچنے کے راستے اس کے لئے مسدود ہیں وہ شیطان کا دوست اور رحمن کا دشمن ہے، کفر و شرک کا حامی و مددگار ہے اس کے مقابلے میں مسلمانوں نے خدا کو اپنا رب مانا۔ اسلام کو اپنا دین سمجھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول تسلیم کیا اور بقیہ لوگوں نے صلیب اور بت کو اپنا الہ بنایا، مثلیث و کفران کا دین ٹھہرا، مگر ایسی غضب کے راستے ان کی راہ بنے۔ اس خالق کے نافرمان ٹھہرے جس کی اطاعت کے بغیر سعادت کا حصول محال ہے، اور اس کی جگہ ان مخلوقات کی فرمانبرداری کی جن کی اطاعت کا صلہ صرف یہ ہے کہ اس کے دنیا و آخرت سب برباد ہو جائے۔

(ان حضرات کے انجام کی نوعیت یہ ہوگی کہ) جب ان سے قبر میں ان کے رب نیز دین اور رسول کے متعلق سوال کیا جائے گا تو ان کے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ ہوگا کہ ہائے ہائے میں کچھ نہیں جانتا۔

پھر ان سے کہا جائے گا کہ تم نے نہ جاننے کی کوشش کی اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ پڑھا بلکہ اسی حالت میں تمہاری زندگی گزری، اور موت سے بھی دو چار ہوئے تو پھر انشاء اللہ قیامت کے دن بھی اسی حالت پر اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اس کی قبر اس کے اوپر آگ سے بھڑک اٹھے گی، اور قیامت تک کے لئے اس کے اوپر اس طرح ٹنگ ہو جائے گی جیسے کہ لوہے کا ٹکڑا نیزے سے چٹا رہتا ہے۔

اور جب وہ دن آئے گا کہ قبروں سے تمام مدفون کو نکال لیا جائے گا اور سینوں میں جو کچھ مخفی ہے اسے برآمد کر کے اس کی جانچ و پڑتال کی جائے گی۔ اور لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے اور پکارنے والا پکارے گا۔

وَأَمَّا زُورَ الْيَوْمِ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

اے مجرمین کی جماعت آج تم الگ ہو جاؤ۔

پھر ہر عابد کے سامنے اس کے معبود کو لایا جائے گا جس کی وہ دنیا میں پرستش کرتا تھا اور اللہ

تعالیٰ فرمائے گا (اس حال میں کہ سب خاموش ہوں گے) کیا یہ میری جانب سے عدل کی بات نہیں ہوگی۔ کہ دنیا میں جو شخص جس سے دوستی کرتا تھا اس سے مل جائے، تو اس وقت کفار پر اس چیز کی حقیقت آشکارا ہو جائے گی جس پر وہ تھے اور اس کے بُرے ٹھکانے اس کے اوپر ظاہر ہو جائیں گے اور کفار جان لیں گے کہ وہ خدا کے دوست نہ تھے بلکہ اس کے دوست صرف مومنین و متقین تھے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْ اَعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ اِلٰى عَلِيمِ الْغُيُوبِ وَالشَّهَادَةُ قَبِيْنُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

(التوبہ - 105)

اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے فرما دیجئے کہ تم عمل کرو مگر یہ خدا اس کے رسول اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے اور تم اس سستی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غائب و حاضر تمام چیزوں کا جاننے والا ہے، لہذا وہ تم کو تمہارے عمل کے متعلق خبر دے گا۔

فصل

بعثت نبوی سے پہلے اقوام عالم کی حالت

جب اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت روئے زمین پر دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک اہل کتاب کا طبقہ تھا دوسرا زنا و فحشاء کا، جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، اہل کتاب سب سے افضل مانے جاتے تھے۔ ان کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ گروہ تھا جن کو مغضوب علیہم کا خطاب ملا اور دوسرا وہ گروہ تھا جن کو ضالین کا تمغہ ملا۔

امت مغضوبہ وہ دروغ گو یہود ہیں، جو انتہائی بہتان طراز افترا پر داز، حیلہ ساز، انبیاء کے قاتل، سود خور بدترین خصلتوں کے حامل، رحمت خداوندی سے کوسوں دور اور انتقام کے سب سے

زیادہ مستحق، نیز بغض و حسد، حرص و غفل، جادوگری و فریب دہی میں استاد اور دنیا کی تمام برائیوں کا پلندہ اور اخلاقی گراؤ کا پیکر ہیں، جنہوں نے اپنے کفر و شرک کے مخالفین کی ہمیشہ بے رحمی کی ہے۔ موثرین کے لئے نہ تو کسی قسم کی قربت داری کا پاس و لحاظ رکھتے ہیں اور نہ اپنے موافقین کے لئے ان کے دل میں شفقت و رحمت ہے نہ اپنے شریک کار کے ساتھ ان کے یہاں عدل و انصاف ہے نہ ہی ان کے ملنساروں کے لئے حفظ و امان ہے، اور نہ اپنے مالکوں کے لئے ان کے پاس خیر خواہی ہے۔ بلکہ وہ سب سے زیادہ غبیث و ظالمان اور دھوکے باز ہیں، بہت مشکل ہے کہ ان میں کوئی سلیم الحقل پایا جائے، مخلوقات میں سب سے زیادہ تنگ دل اور تاریک گھر رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے برتن سب سے زیادہ بدبودار اور ان کے عادات و اطوار سب سے بُرے ہیں۔ ان کا سلام لعنت ان کی ملاقات بدفالی اور ان کا لباس غصہ و ناراضگی ہے۔

دوسری قسم گمراہ صلیب پرست مثلاً شکی ہے جنہوں نے اللہ کے بارے میں ایسی سخت و ست باتیں کہی ہیں جو کسی نوع بشر نے نہیں کہا۔

انہوں نے اللہ کی وحدانیت، یکتائیت، ہمدیت کا انکار کر دیا۔ اور اس بات کا اقرار کرنے سے باز رہے کہ اس نے کوئی اولاد نہیں پیدا کی اور نہ وہ پیدا کیا گیا نہ اللہ کا ہم مثل کوئی ہے نہ ہی اس کو تمام مخلوقات سے برتر قرار دیا، بلکہ اس کے بارے میں ایسی بے بنیاد باتیں کہیں کہ:

تَكَاذُ الشُّمُوثُ يَنْفَطِرُونَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَذَا

قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ جائیں اور پہاڑ ڈھے جائیں۔ (مریم۔ 90)

ان کے عقیدہ کی بنیاد تثلیث پر ہے۔ (یعنی اللہ روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام) مریم اس کی بیوی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بیٹے ہیں، اللہ اپنے عظمت کی کرسی سے اتر کر اپنی بیوی سے جا ملا جہاں اس نے اپنی خواہش پوری کی پھر وہ مختلف حالات سے گزر کر مقتول و مدفون ہو۔

ان کا دین صلیب پرستی اور دیواروں پر بستے ہوئے سرخ و زرد رنگ کی تصاویر پرستی ہے وہ اپنی دعاؤں میں کہتے ہیں اے معبود کی ماں تو ہم کو روزی دے ہمیں رحمت و بخشش سے ڈھانپ

لے۔ اسی طرح ان کا دین شراب نوشی، سود خوری، ترک ختمہ، نجاسات میں عبادت کرنا، ہاتھی سے لے کر چھوٹے ہر خبیث چیز کو مباح سمجھنا۔ پادریوں کی حلال و حرام کردہ چیزوں کو حلال و حرام سمجھنا اور ان کے وضع کردہ دین کو اختیار کرنا ہے وغیرہ جو ان کے لئے گناہوں سے معافی اور جہنم سے آزادی کا سبب بنے گا۔

یہ تو ان لوگوں کی حالت کا بیان تھا جو اہل کتاب تھے، لیکن وہ گروہ جس کے پاس کوئی کتاب نہ تھی، وہ بت پرستوں، آتش پرستوں، شیطان پرستوں اور ان ستارہ پرست بد دینوں کی جماعت تھی جن کو شرک نے ایک پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا تھا۔ رسولوں کی تکذیب، شریعت کی تعطیل اور قیامت کے دن اٹھائے جانے کی تردید کرنے میں سب مساوی تھے۔ وہ کسی بھی دین کے ذریعے خالق کی اطاعت نہیں کرتے تھے اور نہ ہی عبادت گزاروں کے ساتھ اس کی عبادت کرتے اور اس کی توحید کا اقرار کرتے تھے۔

مجوسیوں میں ایک طبقہ ان لوگوں کا تھا جو اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ ہمبستری کرتا، اور پھوپھیوں خالائوں کی تو بات ہی چھوڑے صرف بانسری بجانا ان کا دین تھا ان کا کھانا پینا مردار اور شراب تھا۔ آگ ان کا معبود تھی اور شیطان ان کا ولی تھا۔

مختصر یہ کہ ان کا مسلک و مذہب اور اعتقاد و ایمان مخلوقات میں سب سے برا تھا۔

دوسری جانب وہ بد دین صائبہ، زنا و فحشاء و فساد پر ایمان رکھتے نہ اس کے فرشتوں اور کتابوں پر، نہ رسولوں پر ان کا اعتقاد تھا نہ قیامت کے دن پر۔ ان کے نزدیک مبداء و معاد کی کوئی حقیقت نہ تھی، عالم کا کوئی ایسا قادر مطلق نہ تھا جو اپنے اختیار سے اپنے ارادوں کو کر گزرنے والا ہو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہو، اوامر و نواہی کا حکم دینے والا ہو۔ رسولوں کا مرسل اور کتابوں کا نازل کرنے والا جو محسن کو اس کی نیکی کا بدلہ دینے والا ہو اور عاصی کو اس کے جرم کی سزا دینے والا ہو۔

ان کے اصحاب رائے کے نزدیک صرف نوافلاک، دس عقول، اور چار ارکان ہیں۔ اور ایک

سلسلہ ہے جس سے تمام موجودات عالم جڑے ہوئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ دین حنیف جو تہا اللہ کا دین ہے وہ ان تمام ادیان باطلہ کی تاریکی میں چھپ کر رہ گیا تھا۔ ایسی حالت میں جب اللہ رب العالمین نے دنیا والوں کی جانب نگاہ کی تو چند اہل کتاب کے علاوہ تمام عرب و عجم نے اس کو غصے میں ڈال دیا۔

چنانچہ اس نے اس گھٹا ٹوپ تاریکی کے اندر رسالت کا ایک چمکتا ہوا سورج نمودار کیا، اور تمام دنیا کے لوگوں پر اتنا عظیم احسان کیا جس کے شکر یہ کا حق وہ ادا نہیں کر سکتے، اس رسالت کے نور سے پوری روئے زمین جگمگا اٹھی۔ ہر چہار جانب اور عالم میں اس کی روشنی پھیل گئی اور دین حنیف پھر قائم و دائم ہو گیا۔

اس خدائے لم یزل کا ہزار بار شکر ہے۔ جس نے ہم کو محمد ﷺ کے ذریعے اس تاریکی سے بچایا۔ اور ہدایت کے ایسے دروازے کھولے جو قیامت تک بند ہونے والے نہیں، ہمیں اس روشنی میں ان گراہ و مصلین کی شناخت کرا دی۔ جو گمراہی و جہالت میں بھٹک رہے ہیں۔ شک و تردید میں پڑے ہوئے ہیں وہ ایمان رکھتے ہیں تو جنت و طاعت پر شکر کرتے ہیں تو اللہ رب العالمین کے ساتھ علم رکھتے ہیں تو صرف دنیاوی زندگی کے بارے میں سجدہ کرتے ہیں تو صلیب و بت، سورج و چاند کا مکر کرتے ہیں تو اپنے نفسوں ہی کے خلاف۔ ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٤﴾ (ال عمران - 164)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوپر بڑا احسان کیا جبکہ ان میں انہیں کے درمیان سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور ان کو کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

دوسری جگہ ہے:

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿١٥١﴾ فَادْكُرُوا لِي آذْكَرُكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾ (البقرہ - 151-152)

جیسے کہ ہم نے تمہارے درمیان تمہیں میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا ہے جو تمہارے اوپر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں تمہارا تذکرہ کرتے ہیں اور تم کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں اور وہ چیزیں بتاتے ہیں جو تم نہیں جانتے تھے۔ لہذا مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر یاد کرو اور نافرمانی نہ کرو۔

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم کو ایک ایسی شریعت دے کر فنی بنایا جو حکمت و اچھی باتوں کی دعوت دیتی ہے۔ عدل و احسان کا حکم نیز فحش و منکرات سے روکتی ہے۔ اس کا بہت بڑا احسان ہے جو اس نے مجھے اپنے اس عظیم نعمت سے نواز کر تمام لوگوں پر فوقیت دی۔ مزید اس بات کی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس نعمت پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے اور توبہ و رحمت کے دروازے کھول دے۔

محسن کے احسان مندی کا اعتراف۔ اسکے فضل و احسان کا اظہار۔ اسکے انعامات کثیرہ پر جنت کے کامل ہونے کا اقرار ہی دراصل اس کی ذات تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اپنے اعتراف تقصیر کو ہم خدا کی بہت بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ اور اپنی خطاؤں گناہوں غلطیوں اور کوتاہیوں کو جنہوں نے اس کی نعمت کے استحقاق سے ہمیں محروم کر رکھا ہے، متاع حسرت سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ کامیابی اور جہنم سے نجات کی امید رکھتے ہیں۔ بلکہ بعض اعتراف گناہ تمام نیکیوں اور طاعات پر بھاری ہو جاتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے اندر کسی قسم کا شائبہ نہ ہو بلکہ خالص خدا کی خوشنودی اور بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔ اور وہ طریقہ یہ ہے کہ خدا کی بخشش کے دامن سے بندہ لپٹ جائے اور اس سے خیر کی توقع رکھے غلطیوں سے خدا کی پناہ مانگتا رہے اور نہایت ہی عاجزی و انکساری کے ساتھ خوشی و غمی تمام حالتوں میں اس کی طرف ہاتھ پھیلا کر اپنی تنگ دستی کا اظہار اور سوال کرتا رہے۔ پھر جس کو بھی خدا کی رحمت کے جھوٹے پہنچ گئے اور اس کی نظر کرم مل گئی تو اس کو پڑ مردہ لوگوں کے

درمیان تازگی مل گئی اس کا گھر نیکوں سے آباد ہو گیا، غم و حسرت کے جہوم نے اس کو الوداع کہا۔

اذا انظرت الى نظرة راحم في الدهر يوما انسى لسعيد

اور جب تو میری جانب زمانے میں کسی دن بھی رحم کی نگاہ سے دیکھے تو میں خوش قسمت ہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی تردید کرنا اللہ کے حقوق میں سے ہے

اللہ رب العالمین کے حقوق جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں، ان میں ایک حق یہ ہے کہ اللہ کی کتاب اس کے رسول اور دین پر طعن و تشنیع کرنے والوں کی، زبان و قلم سے تردید کی جائے۔ ان سے تیغ و نشان سے جہاد کیا جائے یا کم سے کم اس کو برا جانا جائے۔ جو ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے اور جس کے ختم ہونے سے ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے۔

ہمارے سامنے بہت سے مسائل ایسے آئے جن کو طحطاہ کافروں نے بعض مسلمانوں کے سامنے پیش کیا لیکن وہ اس کا جواب نہ دے سکے اور نہ اس بیماری کا علاج کر سکے جو ان کے اندر پائی جاتی تھی، بلکہ ان کافروں کی پٹائی کر کے اس کا علاج کرنا چاہا اور چند کوڑے رسید کر دیئے جس کے نتیجے میں ان طحطاہین نے اسلام پر یہ بہتان تراشی کی کہ ہمارے صحابہ صحیح کہتے ہیں کہ اسلام صحیفے کے بجائے تلوار کے زور سے پھیلا ہے، پھر تو ضارب و مضروب دونوں الگ ہو گئے اور حجت کا سلسلہ دونوں کے درمیان ختم ہو گیا، یہاں تک کہ اس کا جواب دینے والے عزم مصمم کے ساتھ کمر بستہ ہوئے اور خدا کی مدد کے طالب بن کر اس پر توکل کر کے صرف اس کی رضا جوئی کی خاطر جواب دینے کے درپے ہوئے اور عاجز جاہلوں کا رویہ انہوں نے نہیں اختیار کیا کہ کفار کے معاملے کو بحث و مباحثہ کے بجائے کوڑے سے حل کریں۔ کیونکہ یہ میدان جنگ سے بھاگنا اور عاجزی و کمزوری کی طرف جھکنا ہے جب کہ اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ کافروں سے قتال ان کے

سامنے دعوت پیش کر دینے کے بعد کیا جائے۔ تاکہ ان کے اوپر حجت قائم ہو جائے اور عذر کا موقع نہ ملے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَهْلِك مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَغِيْبُ مَنْ حَيٌّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال-42)

تاکہ ہلاک ہو جائے جو بینہ کے بعد ہلاک ہوا اور زندہ رہے جو بینہ کے بعد زندہ رہا۔

تلوار صرف حجت کے نفاذ، معاند کی اصلاح اور سرکش کی سرکوبی کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

ارشاد خداوندی ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحديد-25)

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع، یہ اس لئے کیا گیا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اٹھنا اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

پس اسلام کا قیام قرآن پاک کے ذریعہ ہوا اور سلف صالحین کی تلواروں نے اس کے احکام کو نافذ کیا:

فما هو الا الوحى اوحد مرهف

يقوم ضباہ اخدعى كل مائل

فهذا شفاء الداء من كل عاقل

وهذا دواء الداء من كل جاهل

اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق دے جس وہی وہ ذات ہے جو خیر کے دروازے کھولنے والا ہے اور اس کے اسباب مہیا کرنے والا ہے۔

مسائل الکتاب

اس کتاب کا نام ”ہدایۃ الحیارۃ فی اجوبۃ الیہود و النصاریٰ“ ہے جس کو میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ قسم اول مسائل کے جواب میں ہے اور قسم دوم میں محمد ﷺ کی رسالت کو ہر قسم کے دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جس سے یہ کتاب نہایت مفید اور خوش نما ہو کر منظر عام پر آئی، جس کا مطالعہ کرنے والا نہ اکتا سکتا ہے اور نہ ہی غور و فکر کرنے والا کبیدہ خاطر ہو سکتا ہے۔ یہ کتاب دنیا و آخرت دونوں کے لئے مفید ہے یہ ایمان میں زیادتی کا ذریعہ اور حقیقی لذت کا سامان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی رسالت کے متعلق جو بھی علامتیں اور براہین پائی جاتی ہیں آپ کے خاتم النبیین ہونے کی جو بھی بشارتیں انبیاء کرام نے دی ہیں۔ آپ کے نام و علم اور صفات و کردار کے متعلق جو بھی تذکرہ اگلی کتابوں میں ہے سب اس میں مذکور ہے۔

ادیان صحیحہ و باطلہ کی تمیز ان کے جاگزیر ہو جانے کے بعد ان کے فساد کی کیفیت اہل کتاب کا طرز عمل پھر اس پر ان کی ذلت و خواری ندامت و پشیمانی اور انبیاء کرام سے دوری نیز ان کی زبان سے ان کے حق میں کفر و شرک کی گواہی کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نوادرات کا تذکرہ ہے جس کا دوسری کتابوں میں ملنا مشکل ہے۔

واللہ المستعان و علیہ التوکل

فہو حسبننا ونعم الوکیل

صرف ریاست کی لالچ نے اہل کتاب کو اسلام قبول

کرنے سے نہیں روکا

(المسألة الاولی) مسائل کا پہلا سوال یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے نزدیک اہل کتاب کے اسلام میں داخل نہ ہونے کی وجہ صرف ریاست اور روزی و روٹی کی ہوس تھی۔

(تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تمام لوگ اسی ہوس کا شکار ہو گئے ہوں اور اسی بنا پر اتنے سارے لوگ اسلام قبول کرنے سے باز رہ گئے ہوں)

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ الزام سراسر غلط ہے۔ نہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں اور نہ کافر یہ، اور نہ مسلمانوں نے یہ بات کہی ہے۔ اور اگر ان کے بعض عوام الناس نے کہا بھی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ پوری جماعت بھی اسی نظریے کی حامی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں ان کی تعداد ان لوگوں کے بنسبت بہت ہی کم ہے جو اس میں داخل ہوئے ہیں۔ بلکہ اکثر اہل اسلام میں بغیر جبر و اکراہ کے بخوشی داخل ہوئی ہیں۔

جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت پانچ قسم کے لوگ پوری دنیا پر چھائے ہوئے تھے۔ (۱) یہود (۲) نصاریٰ (۳) مجوس (۴) صابئہ (۵) مشرکین۔

انہیں لوگوں کی حکومت مشرق سے لے کر مغرب تک ساری روئے زمین پر تھی یہودیوں کی اکثریت یمن، خیبر، مدینہ اور اس کے اطراف میں تھی۔ کچھ لوگ شام کے اطراف میں نصاریٰ کی ماتحتی میں تھے اور ان کی ایک جماعت فارس میں مجوس کی ماتحتی میں تھی۔ ایک فرقہ سرزمین عرب میں تھا جس میں خیبر و احمد مدینہ کے یہود معززیمانے جاتے تھے۔

نصاریٰ نے پوری روئے زمین دھانپ رکھا تھا، شام میں سب نصاریٰ ہی تھے مغربی دنیا

کے بیشتر حصوں میں انھیں کی آبادی تھی۔ اسی طرح، مصر، حبشہ، نوبہ، جزیرہ، موصل، سرزمین نجران اور اس کے علاوہ بہت سے ملکوں پر ان کا تسلط تھا۔
جوسیوں کے ہاتھ میں فارس اور اس کے اطراف کی حکومت تھی۔ صائبہ کی آبادی حران اور روم کے بہت سے شہروں میں تھی۔ مشرکین کے تحت پورا جزیرہ عرب بلاد ہند ترک اور اس کے اطراف کے حصے تھے۔

غرض کہ پوری انسانیت کا مذہب انہیں پانچوں مذاہب کے اندر تھا۔ اور دین حنیف سے وہ بالکل بے خبر تھے۔ یہ پانچوں مذاہب شیطان کے ہیں جیسا کہ ابن عباس اور ان کے علاوہ نے کہا ہے:

الادیان ستة واحد للرحمن وخمسة للشیطن

مذاہب چھ ہیں جن میں ایک رحمن کا اور پانچ شیطان کا مذہب ہے۔

ان چھ ادیان کا تذکرہ قرآن پاک میں اس طرح آیا ہے:

إِنَّ الدِّينَ أَمْسُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسَ
وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيدٌ (الحج - 17)

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی بن گئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

جن نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو آپ کی اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کی دعوت پر اکثر ادیان نے لیک کہا اور دین کے معاملے میں کسی پر جبر نہیں کیا گیا۔ صرف قتال انھیں لوگوں سے ہوا جو لڑائی کرتے تھے بقیہ جن لوگوں نے صلح کر لیا تھا ان سے نہ قتال ہوئی اور نہ کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کیا گیا۔ بلکہ اللہ کا یہ حکم ہمیشہ سامنے رہا۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرة - 256)

دین میں کوئی زبردستی نہیں جب کہ ہدایت گمراہی سے ظاہر ہوگئی۔

آیت کریمہ میں نفی نفی کے معنی میں ہے ای لا تکرہوا احداً علی الدین کسی کو دین پر مجبور مت کرو۔ اسلام کے اس بنیادی اصول کی اہمیت کا اندازہ اس آیت کے شان نزول سے ہوتا ہے وہ شان نزول یہ ہے کہ اسلام سے پہلے مسلمانوں کے کچھ بچے یہودی اور نصرانی بن گئے تھے جب ان بچوں کے آباء و اجداد ایمان لے آئے تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو منع فرمایا۔ اور انھیں اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہونے کی اجازت دی۔

یہ آیت کریمہ عام ہے جن کا حکم ہر کافر کے لئے ہے اور ان اہل عراق اور اہل مدینہ کے قول کے موافق ہے جنہوں نے تمام کفار سے جزیہ لینے کو جائز قرار دیا ہے ان کے نزدیک چند بات پرستوں کو چھوڑ کر ہر ایک کو اس بات کا اختیار دیا جائے گا کہ چاہے وہ دین کے اندر داخل ہو یا جزیہ ادا کرے۔

جو بھی نبی کریم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ غور سے کرے گا اس پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ آپ نے کسی کو دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ آپ نے صرف انھیں لوگوں سے قتال کیا جو آپ سے قتال کے لئے تیار ہوئے اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے آپ سے معاہدہ کر رکھا تھا تو جب تک وہ اس معاہدے پر قائم رہے آپ نے معاہدہ نہیں توڑا بلکہ اللہ رب العالمین نے آپ کو ایسے لوگوں کے معاہدے اس وقت تک برقرار رکھنے کا حکم دیا جب تک کہ وہ معاہدہ پر باقی رہیں۔ ارشاد ہوا:-

فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ (التوبہ - 7)

جب تک کہ وہ تمہارے لئے (اپنے معاہدہ پر) قائم رہیں تم بھی ان کیلئے قائم رہو۔

چنانچہ آپ نے اس حکم کی سخت پابندی کی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ نے یہودیوں سے مصالحت کر لی تھی اور انھیں اپنے دین پر باقی رہنے دیا تھا لیکن جب انہوں نے معاہدے کو توڑ دیا اور آپ کے خلاف برسر پیکار ہوئے تو آپ نے بھی ان سے قتال کیا پھر ان میں بعض کے اوپر

احسان بھی کیا بعض کو جلا وطن کر دیا اور بعض سرکشوں کو قتل کر دیا۔

اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آپ نے کفار مکہ سے دس سال کے لئے معاہدہ کیا تو جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہے آپ نے ان سے کوئی تعارض نہیں کیا، لیکن جب انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا اور قتال کے لئے آمادہ ہوئے تو آپ نے بھی ان سے لڑائی کی۔

اسی طرح کفار احد، خندق اور بدر کے دن آپ سے لڑائی کرنے کے لئے آئے پھر بھی اگر وہ پلٹ گئے تو آپ نے ان سے لڑائی نہیں کی۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی بھی کسی کودین میں داخل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا بلکہ لوگ بخوشی اس کے اندر اس وقت داخل ہو گئے جب ہدایت اور نبی کریم ﷺ کی حقانیت ان کے اوپر ظاہر ہو گئی۔

اہل یمن یہودی تھے، جب اللہ کے رسول ﷺ نے معاذ بن جبل کو ان کے پاس بھیجا، تو آپ نے ان سے کہا کہ تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ لہذا تم انہیں سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کی دعوت دینا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی تبلیغ سے بہت سے یہودی بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح عبداللہ بن سلام کے علاوہ مدینہ میں بہت سے یہودی ایسے تھے جنہوں نے بغیر کسی دنیاوی لالچ اور تلوار کے خوف کے اسلام قبول کیا۔ اور ان کا اسلام لانا ایسے نازک دور میں بغیر تلوار کے خوف اور کسی تمغہ کی لالچ میں ہوا جب کہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، ان کی طاقت کمزور تھی اس کے مقابلے میں کفار کی تعداد کئی گنا زیادہ تھی اور ان کی طاقت بہت مضبوط بھی۔ اسلام لانا کیا تھا۔ اپنے اقرباء و خاندان ماں، باپ اور جمیع اہل خانہ سے دشمنی مول لینا تھا، چنانچہ انہیں ان حالات سے گذرنا بھی پڑا، اعزہ و اقارب چھوٹ گئے۔ مال و متاع سے محروم ہونا پڑا۔

کفار کی مار و گالیاں اور مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں لیکن اس کے باوجود بھی صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان کا آغوش اسلام میں داخل ہونا کسی ریاست و مال کی لالچ میں نہیں تھا بلکہ بخوشی اس کی خوبیوں کو دیکھ کر داخل ہوئے تھے۔

(مذکورہ بالا بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام اپنی فطری خوبیوں کی بنا پر پھیلا نہ کہ جبراً

و جبراً پھیلا یا گیا، اور یہ کہ یہود کا ایک بڑا طبقہ بخوشی اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔)

اسلام کی فطرت میں قدرت نے چمک دی ہے

جتنا ہی دہائیں گے اتنا ہی یہ ابھرے گا

(پھر سائل کا یہ کہنا کہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے اسلام کا انکار کیا تھا اور اکثریت کی رائے کو ترجیح دی جائے گی کسی صورت میں درست نہیں۔)

کیونکہ اگرچہ بہت سے احبار و رہبان ایمان نہیں لائے تھے لیکن پھر بھی ان لوگوں کی تعداد ایمان لانے والوں کے مقابلے میں کم تھی۔ بلکہ کفار کے اکثر بیشتر فرقوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ سر زمین شام جس کی آبادی صرف نصاریٰ پر مشتمل تھی چند کو چھوڑ کر سب کے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام نہ لانے والوں کی قلت تعداد ایسی ہی تھی جیسے کہ سفید بیل کے جسم پر کوئی کال ہال ہو۔

اسی طرح مجوس جن کی تعداد بہت زیادہ تھی سوائے چند لوگوں کے سب کے سب مسلمان ہو گئے اور ان کے ممالک اسلامی بن گئے۔ ان میں جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کو جزیہ ادا کر کے ذلت کی زندگی گزارنی پڑی اسی طرح اکثر بیشتر یہودیوں نے اسلام قبول کر لیا تھا سوائے ایک چھوٹی جماعت کے جس کے افراد مختلف شہروں میں بکھرے ہوئے تھے۔

لہذا جاہل معترض کا یہ اعتراض کھلا جھوٹ اور بہتان ہے اور اگر ایسی بات ہے بھی تو یہ قوم نوح کے مثل ہوئے۔ جنہوں نے حضرت نوح کے ساڑھے نو سو برس تبلیغ کرنے کے باوجود بھی ایک قلیل تعداد میں دعوت قبول کی تھی۔ جس پر قرآن شاہد ہے:-

وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ (حور۔ 40)

صرف چند لوگ ان پر ایمان لائے۔

جب کہ ان کی تعداد ان دونوں مغرض اور گمراہ امت سے کہیں زیادہ تھی۔ اسی طرح قوم عاد اور قوم ثمود کی حالت تھی جنہوں نے کفر پر اتفاق کر رکھا تھا اور نشانیوں کو دیکھ لینے کے باوجود بھی اسی

کفر و فسق پر مصر رہے جس کی پاداش میں اس کو جڑ سے اکھاڑ دیا گیا اور سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔
ارشاد خداوندی ہے:-

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ (نم اسجدہ - 17)
ثمود کو ہم نے ہدایت کا راستہ دکھلایا لیکن انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھا پن کو پسند کیا۔

دوسری جگہ ہے:-

وَعَادًا وَثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ مِّنْجِهِمْ ۖ وَرَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنَ
أَعْمٰی لَهُمْ فَصَدَّهُمُ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ۝ (العنکبوت - 38)

عاد و ثمود کی بتیاں تمہارے لئے ظاہر ہو گئیں جن کے اعمال کو شیطان نے مزین کر دیا اور
انہیں صراطِ مستقیم سے روک دیا حالانکہ وہ صاحب عقل و بصیرت تھے۔

لہذا جب قوم نوح اور عاد و ثمود جیسی بڑی امتیں بصیرت رکھنے کے باوجود کفر و فسق پر اتفاق کر
سکتی ہیں تو ان مغضوب و گمراہ یہود و نصاریٰ کا کفر پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں۔ اور اس سے
آپ کی صداقت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوگا۔

اسی طرح فرعون کی قوم جن کی تعداد بہت زیادہ تھی انہوں نے کھلم کھلا نشانیاں دیکھ لینے کے
باوجود بھی حضرت موسیٰ کے انکار پر اتفاق کر لیا۔ ان میں صرف ایک شخص نے ایمان قبول کیا اور وہ
بھی اپنے ایمان کو چھپائے پھرتا تھا، اسی طرح یہود جو حضرت مسیح کے زمانے میں اپنی کثرت تعداد
کی بنا پر پورے ملک شام کو ڈھانپے ہوئے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۖ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي
بَيْنَ رَمْلَيْنِ (الاعراف - 137)

اور وہ لوگ جو کفر و کفر تھے ہم نے ان کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے
برکت دی۔

لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے مختلف طور پر حضرت مسیح کی تکذیب کی۔ جب کہ ان میں
بڑے بڑے پادری علماء اور زہاد بھی تھے۔ اور صرف حواریوں کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔

لہذا جب یہود کے عبادوز ہاد، علماء و فقہاء اور ان کے علاوہ لوگ حضرت مسیح کے انکار نبوت پر
واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی اتفاق کر سکتے ہیں تو نبی کریم ﷺ کی نبوت کے انکار کرنے میں
انہیں کون سا مضائقہ ہوگا خاص طور سے چوپاہوں سے بڑھ کر گمراہ نصاریٰ تو اس کو اپنے لئے بدرجہ
اولیٰ جائز سمجھیں گے۔

اور سائل کا یہ اعتراض کہ چونکہ اکثریت نے آپ کی نبوت کی تکذیب کی اس بن پر وہ حق پر
نہیں تھے تو یہ اعتراض تمام انبیاء پر پڑے گا۔ اور ہر ایک کی نبوت کو جھٹلانا پڑے گا۔

اور اگر یہ مانا جائے کہ انبیاء حق پر تھے اور ان کے مخالفین کثرت سے ہونے کے باوجود باطل
پر تھے تو نبی کریم ﷺ کے جھٹلانے والے بدرجہ اولیٰ باطل پر ہیں کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ
ہر امت کی اکثریت نے نبی کریم ﷺ کی تصدیق کی تھی صرف چند ذلیل و حقیر لوگوں نے انکار کیا
تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان امتوں کے داخل ہونے کی وجہ سے اسلام کا دائرہ دیکھتے ہی دیکھتے مشرق و
مغرب میں پھیل گیا۔

بھلا بتاؤ کہ پہلے کے مقابلے میں آج ان نصاریٰ کی تعداد کتنی ہے جو نبی کریم ﷺ کی نبوت
کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح یہود و مجوس و صابئہ میں کتنے لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہے اور گذشتہ انبیاء کی امتوں کے مکذبین کے
مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے ان امتوں کی تکذیب کا تذکرہ اور انجام کار کا بیان قرآن نے ان الفاظ
میں کیا ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا ۖ كُلَّمَا جَاءَ أُمَّةٌ رَّسُولُهَا كَذَّبُوهُ فَاتَّبَعْنَا نَبَضَهُمْ
نَبْعًا وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ۖ فَبِعَذَابِنَا يَقُومُونَ ۝ (النون - 44)

پھر ہم نے مسلسل رسول بھیجے جب جب کوئی رسول کسی امت کے پاس آیا تو انہوں نے اس کی
تکذیب کی بس ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے لگا دیا اور ہم نے ان کو تذکرہ بنا دیا پس
دوری ہوا کسی قوم کے لئے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔

آیت کریمہ واضح طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب پر اتفاق کر رکھا تھا جس کی پاداش میں وہ یکسر ہلاک کر دیئے گئے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

كَذٰلِكَ مَا اَتٰی الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رُّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاجِدُوْا اَوْ مَجْنُوْنٌ
اَوْ اَتَوٰا صُوْبَهُۥٓ بَلٰۤى هُمْ قَوْمٌ طٰغُوْنَ ۝ (الذٰرئٰت - 52-53)

یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول آیا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ ساحر ہے یا مجنون کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے۔ نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

یہ بات بالکل قطعی طور پر معلوم ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان بڑی امتوں کو اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک کہ ان کے سامنے ہدایت کے راستے واضح نہیں کر دیئے۔ ہدایت کے واضح کر دینے کے بعد ہی ان کی سرکشی پر عذاب نازل کیا ورنہ اگر ہدایت کا بیان نہ کیا جاتا تو ان کو ہلاک نہ کرتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَمَا كُنَّا مُهْلِكِيْكَ الْفُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلٰهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ (القصص - 59)

ہم کسی بہت سی قوم کو اس وقت ہلاک کرتے ہیں جب اسکے باشندے ظالم ہو جائیں۔

دوسری جگہ ہے:-

فَلَوْلَا كُنَّا لَ قَرْيَةً اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمٌ يُّنٰسُ ۚ لَمَّا اٰمَنُوْا
كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝
(یونس - 98)

کسی بہت سی قوم کو (عذاب دیکھ لینے کے بعد) اس کے ایمان نے فائدہ نہیں پہنچایا سوائے قوم یونس کے، جن کو ایمان لے آئے تو زلت کا عذاب دنیا میں ہم نے ان سے ہٹا دیا اور ایک مدت تک کے لئے زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا۔

اور یہ بات بھی بالکل ثابت ہے کہ انبیاء میں سے کسی نبی کی جستجو اور اتباع کرنے والے اتنے

زیادہ نہیں ہوئے جتنا کہ محمد ﷺ کے قہقین ہیں۔ آپ کے قہقین کی تعداد یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔

اور ایک ادنیٰ عقل سے کام لینے والا شخص بھی اس حقیقت میں شک و شبہ نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ کے مخالفین و معاندین میں جو گمراہی جہالت اور فساد عقل پایا جاتا ہے وہ آپ کے قہقین و مصدقین میں نہیں۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے لوگ جنہوں نے مشرق و مغرب پوری روئے زمین کو ڈھانپ رکھا ہے وہ مختلف طبیعتوں اور جداگانہ اغراض و مقاصد رکھنے کے باوجود بھی ان کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کہتے ہیں، جب کہ یہ بات بالکل ثابت ہے کہ جو شخص دعویٰ رسالت میں خدا پر جھوٹی بات کہے وہ سب سے بڑا ظالم کاذب اور فاجر شخص ہے۔

(لہذا معلوم ہوا کہ اتنی بڑی جماعت کا اتفاق غلط چیز پر نہیں ہے)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر اکثر امتوں کا اتفاق کر لینا اس کی خاطر اپنا گمراہ راہِ اعزہ و اقارب، مال و جائداد کو چھوڑ دینا حتیٰ کہ اپنے نفس کو بھی اس کے راستے میں قربان کر دینا یہ زیادہ محال بات ہے اور اس کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی جماعت کا چند دنیاوی اغراض و مقاصد کے تحت کفر پر اتفاق کر لینا محال نہیں بلکہ عین ممکن ہے۔ لہذا مسلمان جو عقل و سمجھ کے اعتبار سے تمام اقوام عالم میں سب سے افضل ہیں اور جن کی تعداد نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے۔ ان کا باطل چیز پر اتفاق ہو نہیں سکتا۔

ان چھڑے کے پجاریوں اور صلیب پرستوں کی عقلیں کہاں بھٹک رہی ہیں جن کے عقول پر مسلمان عقلاء نے قائم کیا اور معبود کے متعلق ان کے بیانات کو نبی کا سامان بنایا ہے۔ جب یہ گمراہ نصاریٰ اس بات پر اتفاق کر سکتے ہیں کہ اللہ رب العالمین جو زمین و آسمان کا خالق ہے وہ اپنی عظمت کی کرسی کو چھوڑ کر ماں کے پیٹ میں داخل ہو گیا، جہاں حیض و خون کے درمیان ایک

مدت تک پڑا رہا پھر پیدا ہوا اور دودھ پینے لگا۔ اور آہستہ آہستہ بڑھنا شروع ہوا۔ پھر ایک وقت آیا کہ وہ کھانے پینے لگا اور مختلف قسم کے حوادث خوش و غمی آرام و تکلیف سے دو چار ہوا پھر اہلیس کی قید سے تمام انبیاء کرام کو نجات دلانے کے لئے اس نے ایک حیلہ کیا اور وہ حیلہ یہ تھا کہ اس نے اپنے آپ کو یہود کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے خوب تکلیف دے لیں اور انبیاء اس کے بدلے نجات پا جائیں، چنانچہ یہود نے اسے پکڑا اور قید کیا پھر اسے گھسیٹتے ہوئے سو لی تک لے گئے، اور تمام لوگ آگے پیچھے دائیں بائیں کھڑے ہو کر تماشا دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگوں سے فریاد کرتا اور روتا تھا، یہاں تک کہ سولی کے قریب لائے اور کانٹے سے تاج پوشی کی پھر طماچے سے اس کے چہرے پر زد و کوب کیا، پھر اس کو سولی پر کھڑا کیا اور ہاتھ پاؤں پر تیر برسائے پھر سولی دے دی۔

یہ خیال ان کے علماء و فقہاء اجارور بہان کا ہے یہں تک کہ انھیں میں سے ایک شخص نے یہ کھل کر کہہ دیا کہ جس ہاتھ نے آدم کو پیدا کیا اور بنایا اسی پر کیلیں نصب کی گئی تھی پھر سولی دی گئی تھی۔

تو نبی کریم ﷺ کے نبوت کی تکذیب پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی بعید بات نہیں، جب کہ آپ نے ان کے مذہب کی قلعی کھول کر رکھ دی تھی۔ ان کی کذب بیانی اور اللہ پر سب و شتم کو بیان کر دیا تھا، حضرت عیسیٰ پر ان کی افتراء پر دازی اور دین میں تحریف و تہذیب کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا۔ ان کی مخالفت و دشمنی پر آپ کمر بستہ ہو گئے تھے، ان سے قتال کیا تھا، ان کا رشتہ حضرت عیسیٰ سے بالکل کاٹ دیا تھا ان کے متعلق جہنم کا اندھن بننے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس لئے انھیں نے بدرجہ اولیٰ آپ کی مخالفت کی ہوگی اور ان کے مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی بنی ہوگی۔

لہذا تمہارا یہ کہنا کہ مسلمان سمجھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کو جس چیز نے اسلام میں داخل ہونے سے روک دیا وہ صرف ریاست و مال و دولت کا طمع تھا، یہ سراسر مسلمانوں پر بہتان ہے، بلکہ مسلمان ریاست و دولت کی حرص کو بھی منجملہ اسباب میں ایک بنیادی سبب مانتے ہیں جس کا اظہار خود اہل کتاب کے بعض مناظر علماء کی زبان سے ہوا ہے۔

مثلاً ہم سے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ مناظرہ کیا جب ان کو اپنے فساد مذہب کا یقین ہو گیا تو انہوں نے صاف صاف یہی کہا کہ اگر ہم اسلام میں داخل ہو جائیں تو معمولی مسلمانوں میں ہمارا شمار ہوگا، اور ہماری کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی، جب کہ ہم اپنے مذہب میں رہ کر اپنے ہم مذہب کے مال و جاہ کے مالک ہیں اور ہمارا ایک اچھا خاصہ مقام ان کے نزدیک ہے۔

یہی وہ چیز تھی جس نے فرعون کو حضرت موسیٰ کی ملت میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

حق کے قبول کرنے میں جو اسباب مانع ہیں ان کا بیان

وہ اسباب جو انسان کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتے ہیں۔ ان میں ایک سبب جہالت ہے یعنی آدمی اس حق سے ناواقف ہو، اور یہ سبب اکثر لوگوں کے اندر پایا جاتا ہے۔

پس جو شخص کسی چیز سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس سے اس کے علمبرداروں سے دشمنی پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، اور جب اس جہالت کے ساتھ ساتھ حق کے حکم دینے والے سے بغض و حسد نیز دشمنی پیدا ہو جاتی ہے تو حق کے قبول کرنے میں یہ چیز اور زیادہ مانع ثابت ہوتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کو اپنے آباء و اجداد اور محبوب و معتمد لوگوں کے طریقے سے اندھی محبت ہو تو ان کی تقلید اس کو اور زیادہ روکتی ہے۔ پھر اگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے دماغ میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ حق اس کے اور اس کی عزت و شہرت، جاہ و مرتبت، خواہشات و اغراض کے درمیان حائل ہو جائے گا، تو یہ اور زبردست مانع بنتا ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب خاندان و قوم سے اپنے نفس مال و جاہ پر خوف کھانے لگے تو حق کے قبول کرنے میں یہ سبب اور بڑھ کر مانع ہو جاتی ہے۔

جیسے کہ آپ کے زمانے میں ملک شام میں نصاریٰ کے بادشاہ ہرقل پر خوف طاری ہوا تھا۔ اس نے حق کو پہچانا پھر اس میں داخل ہونے کا بھی ارادہ کیا لیکن اس کے مصاحبین نے اس کی موافقت نہیں کی، جس کی بنا پر اس کو اپنے نفس پر خطرہ لاحق ہو گیا اور اسلام سے روگردانی کر گیا۔

دوسرا بنیادی سبب حسد ہے۔ حسد نفس کے اندر ایک پوشیدہ بیماری ہے۔ حسد کا شکار شخص جب کسی کی فضیلت و انعامات کو دیکھتا ہے۔ تو اس مخصوص بیماری کی بنا پر اس کی مخالفت پر تل جاتا ہے اور اس کا ساتھ دینے سے رک جاتا ہے، حسد ہی وہ بیماری تھی جس نے ابلیس کو حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے روک دیا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ آدم کو ہمارے اوپر فضیلت دی جا رہی ہے تو اس کا تھوک حلق میں رک گیا۔ اور ملائکہ کے زمرے سے نکل کر ایمان کے مقابلے میں کفر اختیار کر گیا یہی وہ بیماری ہے جس نے یہود کو حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے سے روک رکھا تھا، حالانکہ وہ آپ کے متعلق قطعی طور پر جانتے تھے کہ آپ بنی برحق ہیں جو اللہ کی جانب سے واضح نشانیاں اور ہدایت لائے ہیں۔ اور ان کے درمیان بڑے بڑے علماء و زہاد امراء و ملوک، قضاة و حکام بھی موجود تھے۔ پھر حضرت عیسیٰ کوئی ایسی شریعت بھی نہیں لائے تھے جو ان کے مخالف تھی بلکہ آپ توراۃ ہی کے احکام کو لائے تھے۔ آپ نے ان سے کوئی لڑائی نہیں کی۔ ان کی شریعت کو بالکل برقرار رکھا البتہ بعض ایسی چیزوں کو آپ نے حلال قرار دیا جس کو یہود نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ جس میں خود انھیں کی بھلائی تھی کیونکہ تخفیف کر کے آپ نے ان پر احسان کیا تھا۔

غرض کہ آپ صرف حضرت موسیٰ کی شریعت کی تکمیل کے لیے آئے تھے، لیکن پھر بھی یہود نے آپ کا انکار کیا۔ تو نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرنے سے وہ کیسے باز رہ سکتے ہیں۔ جب کہ آپ ان کے خلاف ایک مستقل شریعت لے کر آئے تھے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا تھا پھر آپ نے ان کی کجروی و ضلالت کا اعلان کر کے انھیں رسوا کر دیا۔ ان کو جلا وطن کیا ان سے لڑائیاں لڑیں اور ہر مرتبہ ان کو مغلوب کیا۔ لہذا حسد کا پیدا ہونا بالکل یقینی تھا۔

اور صرف یہی ایک سبب ان کو اسلام سے باز رکھنے میں کافی تھا پھر جب اس کے ساتھ ساتھ ریاست و مال و دولت کے زوال کا بھی مسئلہ ہو تو اس کا انجام بالکل ظاہر ہے۔

مسور بن محزمہ جو ابو جہل کے بھانجے تھے انہوں نے ابو جہل سے کہا کہ ماموں ذرا بتائیے کہ کیا نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے محمد ﷺ کو آپ لوگ جھوٹا سمجھتے تھے، ابو جہل نے کہا میرے

بھانجے محمد ﷺ ایک ایسے جوان تھے جو ہمارے درمیان امین کے لقب سے پکارے جاتے تھے ہم نے ان پر کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا، مسور نے کہا تو پھر ماموں کیوں آپ ان کی اتباع نہیں کرتے، ابو جہل نے کہا اے میرے بھانجے ہم نے اور بنو ہاشم نے شرف و بزرگی میں مقابلہ کیا، جب انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھلایا۔ انہوں نے پانی پلایا تو ہم نے بھی پلایا انہوں نے پناہ دی تو ہم نے بھی پناہ دی، یہاں تک کہ جب سواری پر بیٹھ گئے اور ہماری مثال بازی کے دو گھوڑوں کی تھی، تو انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم میں نبی پیدا ہوئے ہیں۔ لہذا ہم اسے کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔

افض بن شریق نے بدر کے دن ابو جہل سے کہا، اے ابو الحکم مجھے محمد کے صادق یا کاذب ہونے کی خبر دیجئے، اس لئے کہ یہاں میرے اور آپ کے علاوہ کوئی قریش کا آدمی نہیں ہے جو ہماری باتوں کو سن سکے ابو جہل نے کہا خدا کی قسم محمد سچے ہیں۔ اور آپ نے کبھی جھوٹی بات نہیں کہی لیکن بات یہ ہے کہ اگر بنو قصی ہی کو سرداری۔ کعب کی نگہبانی، حاجیوں کے پانی پلانے اور نبوت کا شرف سب کچھ حاصل ہو گیا تو بقیہ قریش کے لئے کیا رہ جائے گا۔

یہود کے علماء نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے

یہود کے علماء نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے تھے، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ مجھ سے عاصم بن عمرو بن قتادہ نے اپنے ایک بنو قریظہ کے شیخ نے مجھ سے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اسد و ثعلبہ اپنی شعبہ اور اسد بن عبید کا اسلام لانا کیسے ہوا، میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا کہ شام کا ایک یہودی جس کا نام ابن البیان تھا ہمارے پاس آیا اور مقیم ہو گیا، خدا کی قسم میں نے کسی آدمی کو اس سے بہتر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے دو سال پہلے آیا تھا، ہمارے یہاں جب بھی قحط سالی پڑتی تو ہم اس سے پانی کی دعا کرنے کے لئے باہر

نکلنے کی درخواست کرتے وہ کہتا کہ ہم اس وقت تک نہیں نکلیں گے جب تک کہ تم لوگ اپنے نکلنے سے پہلے ایک صاع کھجور یا دوہ کی مقدار جو، صدقہ نہ کر دو گے، چنانچہ ایسا کرنے کے بعد ہم حرا پہاڑ کے ارد گرد اس کیساتھ نکلے اور دعا کرتے۔ خدا کی قسم اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی زوردار بارش شروع ہو جاتی اور پہاڑی راستوں سے پانی بہنے لگتا، ایسا واقعہ ایک دوسرے نہیں بلکہ بارہا پیش آیا اور جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ہم لوگ اس کے پاس اکٹھا ہوئے اس نے کہا اے قوم یہود کیا تم جانتے ہو کہ سبزو شاداب زمین کو چھو کر اس قحط زدہ زمین میں مجھے کون سی چیز لائی تھی لوگوں نے جواب دیا آپ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہاں مجھے ایک نبی کے خروج کی توقع تھی جن کا زمانہ بالکل قریب آچکا ہے اسی لئے میں آیا تھا یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے، پس تم ان کی اتباع خروج ہوتے ہی کرنا تا کہ کوئی اس معاملے میں تم پر سبقت نہ لے جائے، ورنہ یہ بھی جان لو کہ وہ اپنے مخالفین کا خون بھی بہائیں گے، عورتوں بچوں کو بھی قید بھی کریں گے۔ پھر ابن الہیمان کا انتقال ہو گیا۔ پھر جس رات بنو قریظہ پر آنحضرت ﷺ کو فتح حاصل ہوئی تو ان تینوں نوجوانوں نے کہا کہ خدا کی قسم اے یہودی وہی نبی ہیں جن کے متعلق ابن الہیمان نے تم سے تذکرہ کیا تھا۔ یہود نے کہا یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے کہا خدا کی قسم وہ صفت ان کے اندر پائی جاتی ہے پھر وہ اتر آئے اور اسلام لے آئے اور اپنے اموال اور اہل خانہ کو چھوڑ دیا۔

ابن اخطی کہتے ہیں کہ اس قلعے کے اندر ان کے اموال بھی تھے لیکن جب قلعہ کھولا گیا تو ان کا مال ان کے حوالے کر دیا گیا۔

ابن اخطی نے دوسری سند سے محمود بن لبید کا واقعہ نقل کیا ہے، انہوں نے کہا کہ ہمارے گھروں کے درمیان یہودی رہتے تھے ایک دن ان کی قوم بنی عبدالاشیل کا ایک داعی ہمارے پاس آیا۔ اس نے بعث قیامت جنت جہنم حساب و میزان کا تذکرہ کیا یہ بات چونکہ اس نے ان بت پرستوں کے سامنے کہی تھی جو موت کے بعد کسی زندگی کا تصور نہیں رکھتے ہیں۔ اور یہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے چند دنوں پہلے کی بات ہے، لہذا انہوں نے اس کو جھٹلایا، اور کہنے لگے کہ

کیا یہ ممکن ہے کہ انسانی موت کے بعد ایک ایسی دنیا میں لایا جائے جہاں جنت و جہنم ہو اور اپنے اعمال کا بدلہ ملے، یہودی نے کہا ہاں خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ تم اپنے گھر میں ایک بہت بڑا تنور گرم کرو اور خوب آگ سے بڑھکا دو پھر مجھ کو اس میں ڈال دو پھر اس کو اوپر سے بند کر دو بشرطیکہ میں اس کے بدلے عذاب سے نجات پا جاؤں، لوگوں نے پوچھا کہ اس کی علامت کیا ہوگی۔ اس نے یمن اور مکہ کی طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان دونوں شہروں کی طرف ایک نبی مبعوث ہوں گے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ ہم انہیں کب دیکھیں گے۔ اس نے نگاہ اٹھائی اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا (اس وقت میں اپنے گھر کے باہر دروازے پر لیٹا ہوا تھا۔ اور قوم میں سب سے کم سن تھا۔) اگر اس بچے کی عمر پوری اتر گئی تو یہ ان کا زمانہ پالے گا۔ پھر چند ہی دنوں کے بعد نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اس وقت وہ یہودی لوگوں میں باحیات تھا۔ پھر ہم لوگ آپ پر ایمان لے آئے لیکن وہ حسد میں انکار کر بیٹھا، ہم نے اس سے کہا اے فلاں تم تو ہمیں اس کے بارے میں خبر دیا کرتے تھے۔ اس نے کہا کہ یہ نبی وہ نہیں ہیں جس کے متعلق میں نے تم کو باخبر کیا تھا۔

ابن اخطی کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن قنادہ نے یہ بیان کیا کہ ان سے ان کے بہت سے شیوخ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق اہل عرب میں سے کوئی بھی شخص ہم سے زیادہ جاننے والا نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہمارے درمیان اہل کتاب یہودی رہتے تھے اور ہم بت پرست تھے ان کو جب ہماری جانب سے کوئی تکلیف لاحق ہوتی تو کہتے کہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ بالکل قریب آچکا ہے، ہم ان کی اتباع کر کے تم کو قوم عاد و ارم کی طرح قتل کر ڈالیں گے، لیکن جب اللہ کے رسول ﷺ کی بعثت ہوئی تو ہم نے آپ کی اتباع کی اور انہوں نے کفر کیا۔ لہذا ہمیں دونوں فریق کے بارے میں آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا
كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ (البقرہ - 89)

اور یہ یہودی آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے کفار کے مقابلے میں آپ کے ذریعے فتح طلب

کرتے تھے لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انہوں نے پہچاننے کے باوجود بھی کفر کیا۔ پس کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

حاکم اور ان کے علاوہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہود کہتے تھے کہ اے اللہ ہمارے لئے تو اس نبی کو مبعوث کر دے جو ہمارے اور لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ خیبر کے یہودی اور قبیلہ غطفان کے درمیان لڑائی جاری تھی، ان کی جب آپس میں لڑ بھڑ ہوئی تو یہودیوں کو شکست اٹھانی پڑی، اس وقت یہودیوں نے اس دعا سے پناہ طلب کی، اے اللہ محمد ﷺ کے حق کے ساتھ نصرت کی فرما دے کہ آپ کو آخری زمانے میں ہمارے لئے مبعوث کرے گا۔ یہ دعا انہوں نے میدان جنگ میں آنے کے وقت کی چنانچہ غطفان کو شکست ہو گئی۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کا ظہور ہوا تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِيَهُمْ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ (البقرہ - 89)

اور اس سے پہلے وہ لوگ کفار کے خلاف فتح و نصرت کی دعا کرتے تھے۔

حاکم اور ان کے علاوہ لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ جب بنو نضیر مدینہ سے جلا وطن کر دیئے گئے تو عمرو بن سعد آیا اس نے ان کے گھروں کا چکر لگایا اور ویرانیت دیکھی پھر وہ بنو قریظہ کے پاس گیا وہ کینہ کے اندر تھے اس نے ان کا بگل بجا کر سب کو اکٹھا کیا۔ زبیر بن باطان نے کہا اے ابوسعید کیا بات ہے آج آپ نظر نہیں آئے ابوسعید کی حالت یہ تھی کہ وہ کلیسا سے کبھی جدا نہیں ہوتے تھے اور عبادت گزار تھے۔

انہوں نے جواب دیا کہ آج میں نے ایسی سبق آموز مثالیں دیکھی ہیں جن کی صحت پر یقین کر چکا ہوں میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے وہ بھائی جنہیں عزت و شہرت فضیلت و مرتبہ حاصل تھا بڑے عقل مند ہوشیار مانے جاتے تھے وہ جلا وطن ہو گئے اپنے اموال غیر کے حوالے کر گئے اور

انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ نکلنے پر مجبور ہو گئے، توراۃ کی قسم جس جماعت کی خدا کو ضرورت ہو پھر اس پر اس طرح عذاب مسلط کر دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس سے قبل اس نبی نے کعب بن اشرف کو اپنے گھر میں مامون و محفوظ رہنے کے باوجود بھی قتل کر دیا تھا اسی طرح یہود کے سرداران بن سید کا انجام ہوا، بنو قریظہ جو یہودیوں میں سب سے معزز مانے جاتے تھے۔ اور جن کے پاس سامان تھیا ر اور امداد کی بھی کوئی کمی نہیں تھی ان پر جب اس نبی نے حملہ کیا تو اتنا زبردست محاصرہ کیا کہ جس نے بھی اپنا سر نکالا قید کر لیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ صلح پر مجبور ہو گئے اور اس شرط پر ان سے صلح کی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر جلا وطن ہو کر زندگی گزاریں، چنانچہ تمام لوگ جلا وطن ہو گئے۔ اے میری قوم یہ تمام معاملہ تم لوگوں نے دیکھ لیا، لہذا تم میری اتباع کرو اور چل کر ہم اس نبی پر ایمان لے آئیں۔ خدا کی قسم تم یقینی طور پر جانتے ہو کہ یہ نبی ہیں اور انہیں کی شخصیت و نبوت کے متعلق ابن الہیمان اور عمرو بن حواس نے بشارت دی تھی جو کہ یہود کے سب سے بڑے عالم تھے اور بیت المقدس سے آپ کی آمد کی توقع لے کر آئے تھے۔ ہم کو آپ کی اتباع کا حکم دیا تھا۔ پھر یہ یقین بھی کی تھی کہ تم میں جو شخص رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کرے وہ میرا سلام آپ تک پہنچا دے۔ پھر ان کا انتقال اپنے مذہب ہی پر ہو گیا اور ہم نے ان کو اپنے حراسے میں و جن کر دیا، یہ سن کر تمام لوگوں پر سکوت طاری ہو گیا۔ زبیر بن باطان نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ کی صفات کے متعلق خاص طور سے اس کتاب التوراۃ میں پڑھا ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی نہ کہ اس مثنیٰ میں جس کو ہم لوگوں نے گڑھا لیا ہے۔ کعب بن اسد نے کہا اے ابوعبدالرحمن پھر کون سی چیز تم کو محمد ﷺ کی اتباع کرنے سے روکتی ہے زبیر بن باطان نے جواب دیا کہ تم نے، اس نے کہا خدا کی قسم میں تمہارے اور محمد کے درمیان کبھی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ زبیر نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اگر تم اتباع کرو تو ہم بھی اتباع کر لیں گے۔ اور اگر تم نے انکار کیا تو ہم بھی انکار کر دیں گے۔ پھر عمرو بن سعد کعب بن اسد کے پاس آئے اور نبی کریم ﷺ کے متعلق ان کے دونوں بڑے عالموں کا قول یاد دلایا۔ کعب نے کہا کہ میں نے ان کے متعلق جو بات کہی ہے وہی رہے گی، کیونکہ میری طبیعت یہ گوارہ نہیں کرتی

ہے کہ میں اتباع کروں یہی وہ غرور تھا جس نے فرعون کو حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے سے روک دیا تھا۔ اس کے اوپر جب ہدایت ظاہر ہو گئی تو اس نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا لیکن اس کے وزیر ہامان نے اس کو یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ ابھی تک تم معبود تھے اور تمہاری پوجا ہوتی تھی اب تم خود دوسرے کو رب مان کر اس کی عبادت کرو گے۔ فرعون نے کہا تم گھج بات کہہ رہے ہو۔

ابن اہلق نے حضرت صفیہ کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں اپنے والد اور چچا ابویاسر کے نزدیک سب سے محبوب بیٹی تھی۔ اللہ کے رسول ﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو یہ لوگ آپ کی خدمت میں صبح گئے اور شام کو لوٹے۔ میں نے اپنے چچا کو اپنے باپ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کیا یہ وہی نبی ہیں، انہوں نے کہا خدا کی قسم وہی ہیں۔ چچا نے کہا کہ کیا تم ان کی علامت پہچانتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں، چچا نے پھر کہا کہ ان کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے، میرے باپ نے کہا، خدا کی قسم پوری زندگی میں نے ان سے دشمنی کروں گا۔ غرض کہ اس مغضوب امت کے اسلاف انبیاء کرام سے دشمنی کرنے میں قدیم زمانے سے مشہور رہے ہیں، جیسے حضرت موسیٰؑ سے ان کی دشمنی کا تذکرہ قرآن میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا *
وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ (الاحزاب- 69)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے تو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰؑ کو تکلیف پہنچائی تھی۔ پھر اللہ نے آپ کو اس چیز سے بری فرمایا جو انہوں نے کہہ رکھا تھا، اور اللہ کے نزدیک ان کا ایک مقام تھا۔

اور ان کے خلف انبیاء کے قاتل رہے ہیں جنہوں نے حضرت ذکر یا یحییٰؑ بہت سے نبیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ ایک دن میں ستر نبیوں کو قتل کیا پھر دن کے آخری حصے میں اپنا بازو بھی گرم کیا گویا کہ ان کے نزدیک کچھ ہوا ہی نہیں اسی طرح حضرت مسیح کے قتل کرنے اور سولی دینے کے درپے ہوئے لیکن اللہ نے آپ کو بچا لیا اور ان کے ہاتھوں رسوا نہیں کیا بلکہ آپ کے مثل ایک شخص

کی صورت کر دی جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور اسے پکڑ کر سولی دے دیا، پھر انہوں نے آنحضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ کئی بار بنایا لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو ان سے بچاتا رہا۔ لہذا جس امت کی یہ حالت ہو وہ بیان کردہ اسباب کے تحت اگر ایمان کے مقابلے میں کفر کو ترجیح دے چکے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

نصاریٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہیں جبکہ انہوں نے خدا کو گالی دی ہے

ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ اس گمراہ صلیب پرست قوم نے خدا کو قبیح ترین گالیاں دینے پر اتفاق کر رکھا ہے جس کو عقل صراحتاً باطل قرار دیتی ہے۔ پھر بھی اگر ان کی آنکھیں اس بات کے دیکھنے سے بالکل اندھی ہیں تو ان یہودہ دماغ رکھنے والوں کا محمد ﷺ کا گالی دینا آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں صراحتاً عقل کی مخالفت کرنا کوئی محال بات نہیں بلکہ انہوں نے آپ کے متعلق جو باتیں کہی ہیں وہ اتنی مضحکہ خیز نہیں جتنی ان کی بعض باتیں خدا کے متعلق مضحکہ خیز ہیں، مثلاً اللہ رب العالمین کے متعلق ان کا یہ بنیادی نظریہ ہے کہ اسے سولی دی گئی ہے طمانچے سے مارا گیا ہے۔ کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی ہے پھر دفن کر دیا گیا ہے۔ پھر تیسرے دن وہ قبر سے اٹھ کر آسمان میں جا پہنچا ہے اور عرش کی کرسی پر جلوہ افروز ہو کر نظام عالم کی تدبیر میں مشغول ہو گیا ہے۔

لہذا جب اللہ رب العالمین کے بارے میں انہوں نے ایسی خرافات باتیں گھڑ رکھی ہیں۔ تو پھر اس نبی کے نبوت کی تکذیب میں انہیں کیوں جھجک ہو سکتی ہے جس نے ان کی اللہ اور اس کے رسول پر دشنام طرازی لعنت و ملامت دشمنی و مخالفت کفر و انکار اور ہر لغزش کی نشاندہی علی رؤوس الاشباد کر دی ہے۔ حضرت مسیح کی ان سے برأت کا اعلان کر دیا ہے پھر اس پر مزید یہ کہ ان سے لڑائیاں بھی کی ہیں، انہیں ذلیل و خوار بنا کر جلا وطن بھی کیا ہے۔ ان پر جزیہ کی ادائیگی بھی فرض کر

چکے ہیں اور ان کے بارے میں یہ پوشٹو کی بھی کی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور خدا کی بخشش سے دور ہوں گے۔ ان کو گلدھے اور تمام چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا ہے۔

صلیب کے متعلق نصاریٰ کی حماقت کا بیان

جس امت کی حالت یہ ہو کہ اس کے معبود کو ان کے گمان کے مطابق سولی دی گئی ہو۔ پھر بھی وہ سولی کو جلانے اور بے حرمتی کرنے کے بجائے اس کی پرستش کرتے ہوں جو امت اپنے خالق کا حق نہ پہچانتی ہو بلکہ اسے گالیاں دیتی ہو، کبھی اس کو خدا کہتی ہو کبھی خدا کا بیٹا کبھی اس کے بارے میں تثلیث کا اعتقاد رکھتی ہو۔

جو امت خالق سموات والارض کے متعلق یہ گھناؤنا نظریہ رکھتی ہو۔ کہ وہ بندوں کے عذر کو منقطع کرنے کے لئے بذات خود عرش کی کرسی کو چھوڑ کر زمین پر اتر آیا تھا، اور لوگوں سے خود کلام کیا تھا، پہلے وہ حضرت مریم کے پیٹ میں داخل ہو گیا اور ان سے ایک حجاب حاصل کیا، لہذا وہ جسم کے اعتبار سے مخلوق ہے اور نفس کے اعتبار سے خالق ہے، اس نے خود اپنے اور اپنی ماں کے جسم کو پیدا کیا ہے، اس کی ماں اس کے پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت انسانی کے ساتھ مکمل انسان تھیں اور وہ پیٹ میں داخل ہونے سے پہلے طبیعت الہی کے ساتھ مکمل الہ تھا۔ وہ اپنے بندوں پر اتنا رحیم ہے کہ انھیں بچانے کے لئے سولی پر لٹک کر اپنا خون بہانے پر راضی ہو گیا۔ اور اپنے نفس کو اپنے دشمن یہود کے حوالے کر دیا جنہوں نے اسے پکڑ کر قید کیا اس کے چہرے پر مارا اور تھوکا۔ اس کے سر کاٹنوں سے تاج پوشی کی پھر سولی دینے کے وقت اس کا سارا خون اس کی انگلی میں اتر آیا اس لئے کہ اگر اس کا کوئی بھی قطرہ زمین پر گرنا تو روئے زمین کی تمام چیزیں خشک ہو جاتیں۔ اس طرح اس کے سولی دیئے جانے والی جگہ کی تمام کلیاں محفوظ رہیں۔ دوسری وجہ سولی پر اس کے لٹکنے کی وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدم کی غلطیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا لیکن چونکہ اس بزرگ و

برتر ہستی کے شایان شان نہیں تھا کہ وہ حقیر نا فرمان ناقدر شناس بندے سے انتقام لے اس لئے اس نے اپنے مثل الہ حضرت عیسیٰ کو انسانی شکل دے کر بدل لیا۔ لہذا عیسیٰ ابن اللہ جو خود الہ بھی ہیں ان کو جمعہ کے دن نو بجے سولی دی گئی، بعینہ یہی الفاظ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ ہے ان کا بیان اپنے معبود کے بارے میں پھر اگر وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں آپ کو ساحر و کاذب اور ظالم بادشاہ کہتے ہیں تو یہ کوئی محال و بڑی بات نہیں۔

اسی بناء پر بعض شاہان ہند نے کہا ہے کہ دیگر اقوام، نصاریٰ سے بدلیل شرعی جہاد کو واجب کرتے ہیں اور ہم عقل سے بھی ان سے لڑنا واجب کرتے ہیں۔ جبکہ قتل و خونریزی ہمارے نزدیک غلط چیز ہے لیکن صرف اسی امت کے لئے ہم جائز و مناسب سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے عقل کی صراحتاً مخالفت کی ہے اور تمام واضح مصالح شرعیہ و عقلیہ کی رعایت نہ کرتے ہوئے ہر محال کے امکان کا اعتقاد رکھا ہے۔ پھر اس پر ایک ایسی شریعت وضع کی ہے جو درستی کے کسی بھی راستے تک نہیں پہنچا سکتی۔ بلکہ عقل مند و رشید شخص اس پر چل کر بیوقوف اور احمق بن جاتا ہے، نیکیاں بری اور برائیاں اچھی سمجھی جانے لگتی ہیں کیونکہ جس عقیدے کی بنیاد پر اس مذہب کی نشوونما ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خالق کو گالی دی جائے اس کو برا بھلا کہا جائے اس کے اوصاف کمال کو بدل دیا جائے اور اس کی ذات کو نفائس و عیوب کا پلندہ بنایا جائے لہذا نبی کریم ﷺ کے ساتھ بدسلوکی کرنے اور آپ کے اوصاف جمیلہ کو منانے میں انھیں کون سا تامل ہو گا یہی نہیں ان کے جرائم کی لا محدود شکلیں ہر خاص و عام پر اثر انداز ہوئی ہیں اور اتنی ہمہ گیر ہیں کہ وہ اس کی بنا پر بھینٹا قتل کے مستحق ہیں جیسے کہ موزی جانور کو قتل کرنا واجب ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ صرف انھیں برے خبیث لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی ہے، جنہوں نے اللہ کی ذات کو لعنت و ملامت کرنے سے نہیں بچنا ہے جنہوں نے شرک و بت پرستی اختیار کی ہے جنہوں نے اللہ کی ذات کو مختلف نفائس سے متصف کیا ہے جنہوں نے اس کے لئے بیوی اور بچہ ٹھرایا ہے، اور اپنے احبار و رہبان کو ان چیزوں سے منزه قرار دیا ہے۔ جو لوگ اپنے ہاتھ سے گڑھے ہوئے ان دیواروں پر

بنی تصویروں کے سامنے مدد و مغفرت کی درخواست کرتے ہیں جن پر روزانہ کتابچہ شاپ کرتا ہے ایسے ہی گھٹیا اور پست لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی ہے۔

نصاریٰ کی نماز معبود کا مذاق اڑانا ہے!

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی تکذیب ان لوگوں نے کی ہے جن کے عابد و زاہد کی نماز حقیقت میں نماز نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مذاق اڑانا ہے وہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو نجاست سے لت پت ہوتے ہیں پیشاب ان کی پنڈلی اور ران میں لگا رہتا ہے پھر وہ مشرق کی جانب رخ کر کے کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر چہرے پر ایک صلیب لٹکا کر اس مصلوب معبود کی عبادت کرتے ہیں، پھر اپنی نماز کو یہ کہتے ہوئے شروع کرتے ہیں۔

اے ہمارے باپ تو آسمان میں ہے تیرا نام بابرکت ہے۔ تیری بادشاہت، تیرا ارادہ آسمان کی طرح زمین میں بھی ہے۔ ہم کو ہمارے موافق روٹی دے۔ پھر اپنے بغل والے شخص سے کلام بھی کرتے ہیں۔ یہ گفتگو کبھی شراب اور سور کے بھاؤ کے بارے میں ہوتی ہے کبھی جوئے کی کمائی اور گھریلو بیکوان کے متعلق وہ اپنی نماز میں حدت کرتے ہیں اور اگر پیشاب بھی لگ جائے تو اگر ممکن ہے تو اسی جگہ پیشاب بھی کرنے لگتے ہیں، اور انسانوں کے ہاتھوں گڑھی ہوئی تصویریں کو پکارتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں وہ اس مومن آدمی کی نماز کے اختیار کرنے سے گریز کرتے ہیں جو نماز کے لئے پہلے اپنے کپڑوں اور بدن کی پاکی کو واجب سمجھتا ہے۔ اور نجاست دور کرتا ہے۔ پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بڑائی و بزرگی اس کی شایان شان بیان کرتا ہے۔ پھر یہ کہتا ہے کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا ان لوگوں کے راستے پر جس پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور مغضوب و گمراہ لوگوں کے راستے سے بچا،

پھر وہ اپنے تمام اعضاء بدن سے انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہوئے اس کی بڑائی و بزرگی بیان کرتا ہے اور چہرہ و قلب سب کو اللہ کی جانب متوجہ کئے رہتا ہے۔ وہ کسی سے کلام نہیں کرتا نہ ہی نماز میں حدت کرتا ہے اور اپنے سامنے کوئی ایسی تصویر بھی نہیں رکھتا جس کے سامنے عاجزی و انکساری کرے۔

غرض کہ نصاریٰ کی نماز اور مومن کی نماز میں اچھائی و برائی کا فرق بالکل واضح ہے ان کی اس نماز کو کوئی مخلوق اپنے لئے پسند نہیں کر سکتی چہ جائیکہ وہ عظیم و خیر اس کو پسند کرے۔ یہی نہیں بلکہ اگر ان کے تمام اختیار کردہ (ترک کردہ اعمال) میں موازنہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ اس قوم نے ہدایت کے بجائے گمراہی، اچھائی کی جگہ برائی حق کے بجائے باطل کو ترجیح دی ہے ان کے عقائد اسفل ترین اور اعمال بدترین ہیں۔ یہ ان کے عوام الناس کی حالت نہیں بلکہ بڑے بڑے پادریوں کی حالت ہے۔

اکثر نصاریٰ مقلد ہیں

تمہارے الزام لگانے کے مطابق، کسی مسلمان نے یہ بات نہیں کہی کہ نصاریٰ کے تمام چھوٹے بڑے مذکر و مؤنث، آزاد و غلام، راہب و پادری سب پر ہدایت ظاہر ہو گئی تھی (لیکن پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا ایک بڑا طبقہ چوپائے کی طرح بالکل جاہل تھا، جنہوں نے یکسر ہر امت کی حقیقت شناسی سے پہلو تہی اختیار کر لیا تھا چہ جائیکہ ہدایت خود ان کے لئے ظاہر ہوتی۔ یہ حضرات ان رؤسا اور علماء کے مقلدین تھے جن کی تعداد بہت کم تھی۔ اور جنہوں نے ہدایت جاننے کے باوجود بھی گمراہی کو ترجیح دی تھی۔

اور یہ کوئی خلاف عقل بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے لوگوں میں گونا گوں اسباب کی بنا پر باطل پرست موجود رہے ہیں۔ چنانچہ کسی نے جہالت کی بنا پر باطل اختیار کیا ہے تو کسی نے اپنے قابل

اعتماد اشخاص کی تقلید میں۔ کسی نے نخوت و تکبر میں حق سے اعراض کیا ہے تو کسی نے دولت و ریاست کی طمع میں۔ کسی نے حسد و دشمنی میں تو کسی نے تصویر کی محبت و عشق میں۔ کسی نے خوف سے تو کسی نے آرام کے حصول کے لئے لہذا کفر اختیار کرنے کے اسباب صرف ریاست و دولت کا حرص و طمع نہیں۔

نصاریٰ کے رئیسوں میں جو لوگ نبی کریم ﷺ پر

ایمان لائے اس کا بیان

دوسرا سوال معترض کا یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اہل کتاب کو ریاست و دولت کے حرص نے اسلام لانے سے باز رکھا تھا لیکن کیا ایسے لوگ ایمان نہیں لائے تھے جن کے پاس ریاست و دولت نہیں تھی، خواہ وہ بخوشی لائے ہوں یا جبراً۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً اہل کتاب کے بہت سے لوگ ایمان لائے تھے اور جتنے بھی لوگ ایمان لائے وہ بخوشی ایمان لائے تھے اور ایسے لوگ اصحاب علم و فضیلت تھے۔ ان ایمان لانے والے لوگوں کی جماعتیں اس قدر تھیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے اہل اسلام کا دائرہ مغرب و مشرق تک پھیل گیا۔ لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے اور کفار ان کی ماتحتی میں رہ کر ذلت رسوائی کی زندگی گزارنے لگے، یہود و نصاریٰ اور مجوس کے بڑے طبقے نے اسلام قبول کر لیا، صرف چند لوگ کفر پر مصر رہے۔ یہ سلسلہ حضور ﷺ کے زمانے ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی وقت بہت سے بادشاہ و امراء حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جیسے کہ حبش کے بادشاہ نجاشی نے حضور کی رسالت کا یقین کر کے اسلام اختیار کیا تھا، آپ کے اصحاب کی دشمنوں سے حفاظت کی تھی انھیں اپنے یہاں پناہ دیا تھا۔ یہ واقعہ اتنا مشہور ہے کہ اس کے بیان کی ضرورت نہیں۔ یہی وہ نجاشی تھا کہ جب اس کا انتقال ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس کی وفات کی خبر دی جب کہ

حبش اور مدینہ کے درمیان ایک ماہ کی مسافت تھی۔ پھر اپنے اصحاب کے ساتھ آپ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔

اس واقعے کی تفصیل ام سلمہ کی روایت سے ہوتی ہے جس کو امام زہری نے نقل کیا ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب ہم حبش کی سرزمین میں اترے تو نجاشی کی بہترین پڑوس نصیب ہوئی، جہاں ہم نے اپنے دین کو مامون سمجھ کر خدا کی عبادت کی، ہمارے ساتھ نہ تو کوئی تکلیف دہ برتاؤ کیا گیا، اور نہ ہی ہم نے کوئی ناپسندیدہ بات سنی یہ خبر جب قریش مکہ کو پہنچی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے یہ منصوبہ بنایا کہ نجاشی کے پاس مکہ سے قیمتی تحائف بھیجے جائیں، مکہ کا سب سے گرام بہا سامان چمڑا تھا، چنانچہ انھوں نے کافی مقدار میں چمڑا جمع کیا اور ہر پادری کے لئے بھی الگ الگ تحفہ رکھا۔ پھر عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو سفارت کے لئے معذور کیا۔ اور انھیں اپنے معاملے کے متعلق چند ہدایتیں دیں جس میں ایک بات یہ تھی کہ وہ نجاشی سے کلام کرنے سے پہلے تمام پادریوں کو ہدیہ پیش کر دیں پھر بادشاہ کے سامنے ہدیہ پیش کریں اور اس سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ مہاجرین سے گفتگو کرنے سے پہلے انھیں ان کے حوالے کر دے، چنانچہ وہ دونوں نجاشی کے یہاں آئے اور اس سے ملاقات کرنے سے پہلے تمام پادریوں سے ملے ان کو تحفہ پیش کیا۔ اور ان سے کہا کہ ہماری قوم کے چند سر پھرے نوجوان اپنا دین چھوڑ کر یہاں بھاگ آئے ہیں اور وہ تمہارے بھی دین میں نہیں داخل ہونے والے ہیں، بلکہ ایک نیا دین لائے ہیں جس کو ہم اور تم نہیں جانتے ہیں۔ ہم کو ان کے خاندان و قوم کے شرفاء نے اس لئے بھیجا ہے، تاکہ تم انھیں ہمارے حوالے کر دو، لہذا جب ہم ان کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کریں تو تم لوگ بادشاہ کو یہ مشورہ دو کہ ان لوگوں سے کچھ پوچھتے بغیر انھیں ہمارے حوالے کر دے۔ کیونکہ ان کی قوم ان کے متعلق زیادہ جانتی ہے پادریوں نے ایسا کرنے کا وعدہ کیا، پھر وہ لوگ بادشاہ کے پاس ہدیہ لے کر پہنچے اور کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت ہمارے قوم کے چند سر پھرے نوجوان آپ کے یہاں بھاگ کر آئے ہیں۔ انھوں نے ایک نیا دین گھڑھ کر رکھا ہے جو ہمارے اور آپ کے دین سے بالکل مختلف

ہے، ہمیں مکہ کے شرفاء نے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ ہمارے آدمیوں کو ہمارے حوالے کر دیں۔ کیونکہ ان کی قوم ان کے بارے میں زیادہ جانتی ہے کہ کس طرح انھوں نے ان کے اوپر عیب لگایا ہے اور عتاب کیا ہے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ مہاجرین سے گفتگو کرے۔ پادریوں نے بھی ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا اور بادشاہ سے کہا کہ وہ ان سے گفتگو کرنے سے پہلے لوٹا دے۔ مگر نجاشی سخت غصہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ایک ایسی قوم جنھوں نے لوگوں کو چھوڑ کر میری پناہ پکڑی ہے اور میرے شہر میں آ کر میری مسابغی اختیار کی ہے۔ انھیں میں صرف ان لوگوں کے کہنے سے کیسے واپس کر دوں، بلکہ ان سے حقیقت حال دریافت کروں گا۔

پھر اگر ان لوگوں کی باتیں صحیح ہوں گی تو حوالے کر دوں گا، ورنہ نہیں۔ اور میں ان کے لئے اچھا پڑوسی ثابت ہوں گا۔ پھر اصحاب رسول کو بلانے کیلئے اس نے قاصد بھیجا۔ قاصد جب پہنچا تو لوگوں کے درمیان باہم مشورہ ہوا کہ بادشاہ کے سامنے کیا کہا جائے گا، آخر فیصلہ یہ ہوا کہ وہی بات کہی جائے گی جو خدا کے نبی نے ہم کو سکھایا ہے اور اس میں سر مو فرق نہیں لایا جائے گا۔ جو ہو سو ہو۔

دوسری طرف نجاشی نے اپنے پادریوں کو بھی بلا رکھا تھا جو اس کے ارد گرد مصحف کھولے کھڑے تھے، پھر نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے اور عیسائیت اور بت پرستی کے علاوہ وہ کون سا دین ہے جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جانب سے کھڑے ہوئے۔ اور یہ تقریر کی اسے بادشاہ، ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بت پوجتے، مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، قطع رحمی کرتے، ہمسایوں کو ستاتے ہم میں قوی لوگ کمزوروں کو کھاجایا کرتے۔ اسی اثناء میں ہم میں ایک ایسا رسول پیدا ہوا جن کی شرافت سچائی اور دیانت سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے، اس نے ہم کو اسلام کی

دعوت دی، تو حید اور تنہا خدا کی عبادت کی طرف بلایا، بت پرستی چھوڑ دینے کی تلقین کی، اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت دار بنیں، صلہ رحمی کریں، ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں، خوزیری سے باز آجائیں۔ محارم سے بچتے رہیں بدکاری نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، یتیموں کا مال نہ کھائیں۔

پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، صرف خدا کی عبادت کریں، شرک و بت پرستی چھوڑ دیں نماز پڑھیں، روزے رکھیں، صدقہ دیں اسی طرح چند امور اسلام کا انھوں نے تذکرہ کیا۔ پھر کہنے لگے کہ چنانچہ ہم اس پر ایمان لائے، شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔ تنہا خدا کی عبادت کی اس کی حلال کردہ اشیاء کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام گردانا۔ اس جرم کے بدلے ہماری قوم کے لوگ ہمارے دشمن بن گئے ہم کو ستایا اور عذاب میں مبتلا کیا تاکہ خدا کی عبادت چھوڑ کر ہم پھر بت پرست بن جائیں اور تمام خبیث چیزوں کو اپنے لئے حلال سمجھنے لگیں۔

جب ظلم کی انتہا ہو گئی اور ہم کو دین کے ترک کرنے پر پوری طرح مجبور کیا گیا تو ہم نے آپ کی طرف پناہ پکڑی اور دوسروں کو چھوڑ کر آپ کی مسابغی پسند کی اور یہ امید لے کر یہاں آئے کہ ہمارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ نجاشی نے ان کی باتیں سننے کے بعد کہا کہ ذرا اس کتاب کا بھی کوئی حصہ سناؤ جو تم لوگوں پر نازل ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر نے سورہ مریم کا ایک حصہ پڑھا۔ آیات الہی کو سن کر بادشاہ کے دل پر رقت طاری ہو گئی، اس کی آنکھیں پر نم ہو گئیں اور داڑھی آنسو سے تر ہو گئی۔ پادریوں نے بھی رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ ان کے سامنے کھلے ہوئے مصاحف آنسوؤں سے نم ہو گئے، پھر بادشاہ بے اختیار پکار اٹھا، خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں، ساتھ ہی یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ تم دونوں لوٹ جاؤ، مہاجرین کو میں ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ کاروائی ختم ہونے کے بعد صحابہ واپس لوٹے۔ پھر عمرو بن عاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا کہ کل بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کے متعلق ایک ایسی بات کہوں گا جس سے اس کا غضب مسلمانوں کے خلاف بھڑک اٹھے گا۔ اور ان کو سزا دے گا۔ عبداللہ بن ربیعہ ایک

نرم دل آدمی تھے انھوں نے کہا کہ ایسا مت کرو، کیونکہ اگرچہ انھوں نے ہماری مخالفت کی ہے پھر بھی ہمارے ہی عزیز و بھائی بند ہیں۔ لیکن عمرو بن عاص نے کہا کہ خدا کی قسم میں ضرور عیسیٰ کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ظاہر کروں گا اور بادشاہ سے کہوں گا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو عبد مانتے ہیں۔

دوسرے دن عمرو بن عاص نجاشی کے دربار میں پہنچے اور کہنے لگے کہ اے بادشاہ ان لوگوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں بہت برا ہے لہذا آپ انھیں بلائیں اور عیسیٰ کے بارے میں دریافت کریں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا، مسلمانوں کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو کچھ تردد ہوا، اور باہم مشورہ کیا کہ عیسیٰ کے بارے میں نجاشی کے سامنے کیا کہا جائے گا۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ جو ہو سو ہو ہم ان کے بارے میں وہی کہیں گے جو اللہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ نے ہم کو خبر دی ہے۔ پھر وہ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے بادشاہ نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ حضرت جعفر نے کہا کہ ہمارے نبی نے ان کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں اور کلمہ اللہ و روح اللہ ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا ہے۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہنے لگا کہ اللہ جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ اس سے اس تکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ پادری اس کی باتوں کو سن کر بھڑک اٹھے۔ نجاشی نے اس کی پرواہ نہ کرنے ہوئے کہا کہ اگرچہ تم کو ناگوار لگے، پھر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جاؤ تم ہمارے ملک میں مامون رہو گے۔ جو تمہیں اُرا کہے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ یہ جملہ دوسری باتیں نے کہا پھر کہنے لگا کہ اگرچہ تمہیں تکلیف دینے کے بدلے مجھے سونے کا پہاڑ دیا جا رہا ہو پھر بھی میں تم میں سے کسی بھی فرد کو تکلیف نہیں پہنچاؤں گا، حکم دیا کہ تمام تحائف واپس کر دیئے جائیں مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں خدا کی قسم خدا نے مجھ سے اس وقت رشوت نہیں لی تھی جس وقت میری بادشاہت مجھ پر لونی تھی جو میں اس کے دین کے بارے میں رشوت لوں، نہ ہی لوگوں کی بات مانی تھی کہ میں اس کے بارے میں لوگوں کی اطاعت کروں۔

چنانچہ وہ دونوں اس کے پاس سے غائب و خاسر لوٹے۔ اور مسلمان اس کی ہمسائیگی میں مامون و محفوظ رہنے لگے۔

ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ اسی اثنا میں حبشہ کے ایک آدمی نے نجاشی سے سلطنت چھیننے کے لئے جنگ شروع کر دیا جس سے ہمیں اس قدر شدید غم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا، کیونکہ یہ اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اس پر غالب نہ آجائے اور ہمارے ان حقوق کا پامال نہیں کر دے جو نجاشی کے یہاں ہمیں حاصل تھے۔

نجاشی اس سے لڑائی کرنے کے لئے نکلا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریائے نیل حائل تھا، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کہا کہ وہ کون شخص ہے جو دشمن کے پاس جا کر ان کی خبر ہم تک لا سکتا ہے حضرت زبیر نے کہا کہ میں، حالانکہ وہ قوم میں سب سے چھوٹے تھے، چنانچہ لوگوں نے ایک مشینے میں ہوا بھرا اور ان کے سینے پر باندھ دیا پھر وہ اس پر تیر کر نیل کے اس پار نکل گئے۔ جہاں دشمن موجود تھے۔ پھر خبر لے کر واپس لوٹے۔

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ ہم نے نجاشی کے غلطی اور اس کی حکومت کی بقا کے لئے خدا سے دعا کی۔ لہذا وہ غالب ہوا، اور حبشہ کے اندر اس کی حکومت پائیدار ہو گئی۔

وہاں ہم خوب اطمینان سے رہے اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے۔

آپ ﷺ نے سیدھے میں نجاشی کے پاس خط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور عمرو بن امیہ الضمری کو قاصد بنا کر بھیجا۔ خط پڑھنے کے بعد وہ اسلام لے آیا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کے پاس آنے کی قدرت رکھتا تو ضرور خدمت میں حاضر ہوتا، رسول اللہ ﷺ نے اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کی شادی ام حبیبہ بنت سفیان سے کرادے چنانچہ اس نے آپ کی شادی کرادی اور آپ کی جانب سے ام حبیبہ کو چار سو دینار بطور مہر دیا۔

اسی بادشاہ نے خالد بن سعید بن عاص بن امیہ کی شادی بھی کرائی تھی رسول اللہ ﷺ نے

اس کے پاس خط لکھا کہ وہ آپ کے بقید اصحاب کو سوار کر کے مدینہ بھیج دے۔ اس نے آپ کے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور لوگوں کو حبشہ سے مدینہ بھیجا۔ یہ لوگ جب مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ اس وقت خیبر میں تھے۔ یہ لوگ خیبر گئے وہاں پہنچے تو خیبر فتح ہو چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنے کے لئے مشورہ کیا لوگ راضی ہو گئے اور ان لوگوں کا حصہ مال غنیمت میں متعین کیا گیا۔

یہ نصاریٰ کے بادشاہ کی حالت تھی جس نے رسول اللہ ﷺ کی تصدیق و اتباع کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نصاریٰ ایمان لائے جن کی تعداد ان لوگوں کے بہ نسبت کہیں زیادہ ہے جو دین نصرا نیت ہی پر قائم تھے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حبش کے نصاریٰ کو جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو تقریباً بیس آدمی آپ کے پاس مکہ آئے، آپ ان کو مسجد حرام میں ملے پھر وہ آپ کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے ان کے سامنے قریش کے کچھ آدمی خانہ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلس میں موجود تھے، جب وہ حضرات سوالات سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی چند آیتیں تلاوت کیں، کلام الہی کو سن کر ان کے اوپر رقت طاری ہو گئی اور رونے لگے۔ پھر دعوت قبول کر لیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، انھوں نے ان علامتوں کو بھی پہچانا جو ان کی کتابوں میں آپ کے متعلق بیان کیا گیا تھا۔

جب وہ جانے لگے تو ابو جہل قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ ان کے سامنے آ پہنچا اور کہنے لگا اللہ تمہیں ناکام کرے۔ تمہاری قوم کے جو افراد نہیں آئے ہیں، ان کو تمہاری آمد ہی نے روک دیا ہے، کیونکہ تم کو بھیج کر انھوں نے یہ امید باندھ رکھی ہے کہ تم ان کو اس آدمی کے متعلق مطلع کرو گے، لیکن تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اس آدمی کے پاس تھوڑی دیر بیٹھے ہی تھے کہ اپنے دین ہی کو چھوڑ بیٹھے اور اس کے قول کی تصدیق کر لی تم سے زیادہ یہ یقین کسی قافلے کو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ اس قافلے والوں نے اس سے کہا کہ تم پر سلامتی ہے۔ ہم تمہاری جہالت میں شرکت ہرگز نہیں کریں

گے۔ ہمارے لئے وہی بہتر ہے جس پر ہم ہیں اور تمہارے لئے وہی بہتر ہے جس پر تم بہر حال ہم اپنے سے بہتر کسی کو نہیں پاتے ہیں۔
لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ قافلہ نجران کے نصاریٰ کا تھا اور انھیں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ كُتِبَ مِنْ قَبْلِهِ لَهُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُنَادِي عَلَيْهِمْ قَالُوا
اٰمَنَّا بِهٖ اِنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَا اِلٰی قَوْلِهٖ سَلَّمَ عَلَیْكُمْ لَا نَبْتَغِی
الْجَاهِلِیْنَ ۝ (التقصص-55-52)

اور وہ لوگ جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دے رکھی ہے، وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں، اور جب ان پر تلاوت کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور یہ حق ہے ہمارے رب کی جانب سے۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ ان آیات کے متعلق میں نے اپنے علماء سے یہی بات سنی ہے کہ یہ نجاشی اور اس کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ابن الحنفی کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نجران کا ایک وفد مدینہ آیا اس وفد نے نماز عصر کے بعد مسجد نبوی میں آپ سے ملاقات کی۔ اسی اثناء میں ان کی نماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے لگے۔ لوگوں نے ان کو منع کرنا چاہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، پڑھ لینے دو، ان لوگوں نے مشرق کی جانب رخ کر کے نماز ادا کی، ان کی کل تعداد ساٹھ تھی جن میں چوبیس آدمی ان کے شرفاء میں سے تھے۔ اور تین بڑے آفیسر تھے۔ ایک کو عاقب کہا جاتا یعنی قوم کا امیر و مظلّم آدمی جس کی رائے و حکم کے بغیر اس کے وہ کوئی کام شروع نہیں کرتے۔

اس کا نام عبداسحاق تھا، دوسرا "فسیل" تھا جو ان کے سفر اور سامان سفر کا ذمہ دار تھا، تیسرا شخص ابو حارثہ ابن علقمہ تھا۔ جو ان کا راہب و امام اور مدارس کا انچارج تھا لوگوں میں اس کی بڑی عزت تھی اس نے ان کے مذہبی کتابوں کا مطالعہ بھی کر رکھا تھا۔ روم کے نصرانی بادشاہوں کو جب

اس کے علم اور دین میں تفقہ پتہ چلا تو انھوں نے اس کی بڑی عزت کی اسے مال مال کر دیا اس کی خدمت کی اور اس کے لئے ایک کنیہ بنوایا جس پر خوب خرچ کیا۔

یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کے لئے نجران سے روانہ ہوئے۔ ابو حارثہ ایک شجر پر اپنے ایک بھائی کرز بن علقمہ کے ساتھ سوار ہو کر آرہے تھے۔ اچانک ابو حارثہ کے شجر کو ٹھوکر لگی۔ کرز نے کہا تعس الابد۔ خیانت کرنے والا ہلاک ہو۔ یہ بد دعا اس نے حضور ﷺ کو دیا، ابو حارثہ نے کرز سے کہا تم ہلاک ہو۔ کرز نے تعجب ہو کر کہا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ ابو حارثہ نے کہا خدا کی قسم یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کرتے تھے۔ کرز نے کہا کہ پھر تم کو کون سی چیز ان پر ایمان لانے سے روکتی ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری قوم جس نے ہم کو عزت و دولت سے نوازا ہے وہ مخالفت کر رہی ہے، لہذا اگر میں نے ان کی اتباع کی تو تمام نعمتیں ہم سے چھین لیں گے، کرز بن علقمہ اپنے اس قول پر اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اسلام لے آئے یہ اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں جو اس بات کی شہادت دے رہی ہیں کہ ریاست و دولت کے حرص نے ان کو ایمان لانے سے باز رکھا تھا یہ حالت ان کے علماء و احبار کی تھی جن کی اتباع عوام الناس بھی کرتے اور یہ کہنا باعث تعجب و خلاف عقل نہیں ہوگا کہ ان کے رؤسا کو دولت و اسباب کی طمع نے ہدایت اختیار کرنے سے روک رکھا تھا اور عوام الناس کو ان کی اندھی تقلید نے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوا ہے اور ہو بھی رہا ہے۔

نصاری کے رؤسا میں جو لوگ اسلام کو حق سمجھ لینے کے بعد ایمان لائے ان میں ایک بڑے رئیس اور اپنی قوم کے سردار عدی بن حاتم طائی بھی تھے۔ ان کے اسلام لانے کا قصہ امام احمد، ترمذی، حاکم وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

عدی بن حاتم خود بیان کرتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا آپ اس وقت مسجد میں موجود تھے۔ لوگوں نے آپ سے میرے متعلق کہا کہ یہ عدی بن حاتم ہیں۔ میں بغیر امان و کتاب کے آیا تھا جب آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اس سے پہلے آپ

نے پیشین گوئی کی تھی کہ عنقریب میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہوگا، پھر آپ مجھ کو لے کر چلے اتنے میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آپ کے سامنے آپیو بچی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے آپ نے اس کی باتیں سنیں اور ضرورت پوری کی، پھر میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر لائے، ایک لونڈی نے آپ کے لئے گدا بچھایا اور آپ اس پر بیٹھ گئے، میں آپ کے سامنے بیٹھا، آپ نے اللہ کی تعریف کی پھر فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم لا الہ الا اللہ کہنے سے بھاگتے ہو، کیا تمہارے علم میں خدا کے علاوہ اور کوئی بھی معبود ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں، پھر تھوڑی دیر گفتگو کی اور فرمایا کہ شاید تم کو جو چیز اللہ اکبر کہنے سے روکتی ہے وہ تمہارا یہ گمان ہے کہ خدا سے بڑا بھی کوئی ہے میں نے کہا ہرگز نہیں، آپ نے فرمایا کہ یہودیوں پر غضب نازل ہوا ہے اور نصاریٰ گمراہ ہیں میں نے کہا کہ میں ملت حنیفی کا پیرو ہوں اور مسلمان ہوں یہ سن کر آپ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔

پھر آپ کے حکم سے میں ایک انصار کا مہمان بنا اور وہیں سے صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، ایک دن شام کے وقت میں آپ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں چند اون پوش حضرات آپ کے پاس آئے آپ نے نماز پڑھی پھر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو ان کے تعاون و امداد کے لئے ابھارنے لگے، آپ نے فرمایا:

اے لوگو! جتنا بھی ممکن ہو صدقہ کرو، خواہ ایک صاع یا نصف صاع ہی ہو یا مٹھی بھر یا اس سے بھی کم ہو، جس کے ذریعہ تم اپنے چہرے کو جہنم کی لپٹ سے بچالو حتیٰ کہ اگر ایک کھجور یا کھجور کا ٹکڑا ہی میسر ہو اس سے بھی، کیونکہ جب تم خدا سے ملاقات کرو گے تو وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا میں نے تم کو کان اور آنکھ نہیں دیا تھا، بندہ کہے گا، ہاں رب العزت تو نے دیا تھا۔ پھر فرمائے گا کہ میں نے تمہیں جو چیزیں دی تھیں وہ کہاں ہیں۔ وہ شخص اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھے گا لیکن کوئی ایسی چیز نہ پائے گا جو اس کو جہنم کی آگ سے بچا سکے، پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے، خواہ کھجور کے ٹکڑے ہی کے بدلے کیوں نہ ہو۔ اگر وہ بھی نہ ملے تو کلمہ طیبہ کے ذریعے، کیوں کہ مجھے فقر کا اندیشہ نہیں بلکہ خدا تمہاری مدد کرے گا، اور تم کو اس

قدر نوازے گا کہ ایک عورت تنہا شرب اور حیرہ کے درمیان زیادہ سے زیادہ مال لے کر سفر کرے گی لیکن چوری کا اسے اندیشہ نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات کھٹکی کہ آخر قبیلہ طے کے وہ ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنھوں نے پورے ملک میں آگ لگا رکھی ہے۔

عدی بن حاتم اپنے قبیلہ کے سردار تھے لوگ ان کی اطاعت کرتے اور مال غنیمت کا چوتھا حصہ انھیں پیش کرتے۔ انھیں عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ جب میں نے حضور کی بعثت کی خبر سنی تو سخت ناگواری ہوئی ایک دن میں نکلا اور عرب و روم کی سرحد پر پہنچ گیا لیکن یہاں مجھے سکون نہیں ملا، بلکہ پہلی جگہ کے مقابلے میں میری بے چینی بڑھ گئی، پھر دل میں ارادہ کیا کہ کیوں نہ چل کر اس آدمی کی بات سن لوں۔ (یعنی نبی کریم ﷺ کی) چنانچہ میں مدینہ منورہ آیا لوگوں نے میری بڑی عزت کی اور بار بار کہنے لگے کہ عدی بن حاتم آئے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے کہا عدی بن حاتم تم اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے۔ میں نے کہا کہ میں ایک دین پر قائم ہوں آپ نے فرمایا میں تم سے زیادہ تمہارے دین کے متعلق جانتا ہوں۔ میں نے تعجب سے کہا کیا آپ میرے دین کے متعلق مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں، یہ تین چیزیں تمہارے اندر پائی جاتی ہیں۔ کیا تم لوسی نہیں ہو، میں نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ تم اپنی قوم پر سرداری کرتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، آپ نے کہا کیا ایسی بات نہیں کہ مال غنیمت کا چوتھا حصہ تم لے لیتے ہو۔ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا، یہ چیزیں تمہارے لئے تمہارے دین میں جائز نہیں ہیں۔

اس سے مجھے ندامت لاحق ہوئی پھر آپ نے فرمایا کہ عدی شاید تم کو جو چیز اسلام لانے سے مانع ہے وہ ہماری غریبی و محتاجی ہے۔ ہمارے پاس محمد و ولوک ہیں اور ہماری عداوت پر تمام لوگ متفق ہیں۔ کیوں عدی تم نے حیرہ کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں ہے لیکن اس کو جانتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ حیرہ سے ایک یہود بنشین عورت چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کے ساتھ کوئی محافظ نہ ہوگا اور اللہ کسری بن ہرمز کے خزانے پر

مجھے فتح دے گا۔ میں نے تعجب سے کہا کہ کسری بن ہرمز کے خزانے پر آپ فتح یاب ہوں گے، آپ نے فرمایا ہاں، کسری بن ہرمز کے خزانے پر اور مال کی اتنی کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت تنہا چل کر آتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے۔

ان کا بیان ہے کہ جن لوگوں نے مدائن فتح کیا ان میں بھی گھوڑسواروں کے اگلے دستے میں تھا صرف تیسری پیشین گوئی میرے سامنے پوری ہونے سے رہ گئی اور خدا کی قسم آپ کا تیسرا قول بھی پورا ہو کر بیگا کیونکہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

اسی طرح سلمان فارسی ایک نصرانی عالم تھے انھیں جب حضور ﷺ کے ظہور کا یقین ہو گیا تو آپ کی بعثت سے پہلے مدینہ منورہ آئے اور آپ کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی پھر آپ پر ایمان لائے اور اتباع کی، ان کا قصہ ابن اسحق نے اس طرح بیان کیا ہے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اصحابان میں واقع جی نامی گاؤں کا فارسی شخص تھا۔ میرے باپ اسی گاؤں کے کسان تھے۔ میں انھیں بہت عزیز تھا، وہ مجھ سے اتنی محبت کرتے کہ لونڈی کی طرح مجھے گھر ہی میں روکے رہتے۔

میں مجوسیت کے مذہب میں سرگرم تھا، یہاں تک کہ اس آگ کا ٹکرا بن گیا جس کو لوگ جلاتے تھے میں اسے کسی گھڑی بھی بجتے نہیں دیتا۔

میرے باپ کی ملکیت میں ایک اور گاؤں تھا ایک دن وہ اپنے کسی کام میں مشغول ہو گئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ بیٹا میں آج کام میں مشغول ہو گیا ہوں اس لئے میری جگہ اس گاؤں میں تم جاؤ اور فلاں فلاں کام کی دیکھ بھال کرو۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ تمہیں زیادہ دن تک وہاں ٹھہرنا نہیں ہے کیونکہ اگر تم نے میرے پاس آنے میں تاخیر کی تو تمام کاروبار کی فکر کے نسبت تمہاری فکر مجھے زیادہ ہو جائے گی۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ پھر میں گاؤں کی طرف چلا راستے میں میرا گزر نصاریٰ کے ایک کینے سے ہوا جہاں میں نے ان کے نماز پڑھنے کی آوازیں سنیں۔ مسلسل گھرنی میں رہنے کی وجہ سے میں ان کا معاملہ سمجھ نہیں سکا لیکن پھر بھی ان کی آوازوں کو سن کر کینے میں داخل ہو گیا تاکہ ان کے افعال کو دیکھوں، میں نے جب ان کی نماز دیکھی تو ان کا یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ اور شوق بڑھا، میں نے کہا خدا کی قسم یہ اس چیز سے بہتر ہے جن پر ہم ہیں پھر وہیں ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور گاؤں نہیں جاسکا، پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دین میں کہاں پاؤں گا۔ انہوں نے کہا شام میں۔ اس کے بعد میں باپ کے پاس گیا، میرے باپ نے میری تلاش میں آدھی بھیج دیا تھا۔ اور میری فکر میں تمام کام کو چھوڑے ہوئے تھے جب میں پہنچا تو انہوں نے حقیقت حال دریافت کیا اور اس وعدے کو یاد دلایا جو میں نے گاؤں جانے کے لئے ان سے کر رکھا تھا۔ میں نے کہا ابا جان میرا گزر ایک کینے سے ہوا جس میں لوگ نماز پڑھ رہے تھے مجھے ان کا دین بہت پسند آیا اس لئے سورج غروب ہونے تک میں ٹھہرا رہا۔ میرے باپ نے کہا بیٹے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں تمہارے آباء و اجداد کا دین ہی بہتر ہے میں نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں بلکہ انھیں کا دین ہم سے بہتر ہے۔ یہ سن کر میرے باپ کو میرے بارے میں اندیشہ ہوا۔ اور انہوں نے میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں اور گھر میں مقید کر دیا، میں نے نصاریٰ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ جب تم لوگوں کے پاس شام سے کوئی وفد آئے تو ہمیں ضرور بتانا۔

کچھ دنوں کے بعد شام کا ایک وفد تجارت کی غرض سے ان کے پاس آیا چنانچہ انہوں نے ہمیں مطلع کیا میں نے ان سے کہا کہ جب یہ تاجر حضرات اپنے ضروریات پوری کر کے لوٹے لگیں گے تو مجھے مطلع کرنا۔ پھر انہوں نے مجھے اس کی بھی خبر دی، میں نے پاؤں سے بیڑیاں نکال دیں اور اس وفد کے پاس پہنچ گیا وہاں سے ان کے ساتھ شام گیا، شام پہنچ کر میں نے ان کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے مجھے ایک کینے کے راہب کی طرف رہنمائی کی، میں اس راہب کے پاس آیا اور اس سے اس دین کے متعلق اپنی رغبت ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ

میں آپ ہی کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنا اور خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اجازت دے دی چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا۔ لیکن وہ شخص بہت برا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور ترغیب دلاتا اور مال جمع ہو جانے کے بعد مساکین پر خرچ کرنے کے بجائے اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے سونے چاندی کے سات مشکیزے جمع کر لیے۔ اس کی یہ حرکت دیکھ کر مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا، اور نصاریٰ اس کے کفن دفن کے لئے جمع ہوئے، میں نے ان سے کہا کہ یہ شخص بہت برا آدمی تھا، لوگوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا، لیکن جمع ہو جانے کے بعد اپنے لئے ذخیرہ اندوزی کرتا۔ انہوں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ میں شہادت کے طور پر اس کے خزانے کو بتا سکتا ہوں، پھر میں نے ان کو وہ جگہ دکھلائی جہاں سے انہوں نے سونے چاندی سے بھرا سات مشکیزہ نکالا وہ لوگ اس کی اس حرکت پر اس قدر غصہ ہوئے کہ اس کو دفن کرنا چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اس کو سولی پر لٹکا کر جرم کیا۔ اس کے بعد ایک دوسرے راہب کو اس کی جگہ پر لائے جس کی طرح عابد و زاہد نمازی و شب بیداری کرنے والا آخرت کا طالب و فکر مند میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ ان اوصاف کی بنا پر مجھے اس سے زبردست محبت ہو گئی۔ پھر میں اس کے پاس ایک مدت تک ٹھہرا رہا، جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا، تو میں نے اس سے کہا کہ میں ابھی تک آپ کی صحبت میں رہا اور آپ سے کافی محبت ہو گئی۔ اب جب کہ آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے تو آپ مجھے کس کے پاس جانے کی وصیت کرتے ہیں۔ اور کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی شخص نہیں جس پر میں ہوں، لوگ بالکل ہلاک ہو چکے ہیں دین کو بدل چکے ہیں اس کے اکثر احکام کو چھوڑ چکے ہیں۔ البتہ موصل میں فلاں شخص ہے جو میرے طریقے پر ہے۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور میں نے موصل کا رخ اختیار کیا اور اس شخص سے جا ملا جس کے پاس جانے کی اس نے وصیت کی تھی۔ اس شخص سے میں نے کہا کہ آپ سے ملنے کی فلاں فلاں نے مجھ سے وصیت کی تھی، اور یہ بھی کہا تھا کہ حق صرف آپ کے پاس ہے۔ اور آپ ہی حق کے راستے پر ہیں۔ پھر اس عالم نے

مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ میں ٹھہر گیا، میں نے اسے اپنے استاد کے مکمل طریقے پر پایا۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ فلاں شخص نے اپنے وفات کے وقت مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی اب آپ کی وفات کا وقت قریب آچکا ہے۔ لہذا آپ بھی مجھے وصیت کر دیں کہ میں آپ کے بعد کس سے ملوں۔ اور کیا کروں۔ اس نے کہا خدا کی قسم میرے علم میں صرف ایک آدمی اس طریقے پر ہے جس پر میں ہوں۔ اور وہ ”نصیبین“ میں ہے۔ اس سے تم ملاقات کر لینا پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں وہاں سے نصیبین آیا اور اس شخص سے ملاقات کی۔ اس کو اپنے احوال سے مطلع کرتے ہوئے اس شخص کی وصیت کا تذکرہ کیا چنانچہ اس نے بھی مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ میں وہاں رہنے لگا اور اس طریقے پر اس کو بھی بہتر پایا۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ اس کو بھی موت نے آگھیرا۔ میں نے اس کی وفات کے وقت اس سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے جی وصیت کی تھی اور فلاں نے مجھے آپ سے ملنے کی وصیت کی تھی لہذا اب آپ مجھے کس سے ملنے کی وصیت کرتے ہیں اور کیا حکم صادر فرماتے ہیں، اس نے کہا خدا کی قسم اے میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقے پر ہو، البتہ سرزمین روم میں مقام عمودیتہ کے اندر ایک آدمی ہے جو ہمارے طریقے پر ہے۔ لہذا اگر تم چاہو تو اس سے مل لو۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا میں وہاں سے عمودیتہ آیا اور اس شخص سے ملاقات کی اس کے سامنے پورا قصہ بیان کیا۔ اس نے مجھے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔ وہ بھی ہمارے استاد کے کہنے کے مطابق بہتر شخص تھا۔ میں نے یہاں آکر کئی بھی کی چنانچہ میرے پاس چند گائیں اور بکریاں ہو گئیں پھر اس شخص کی وفات کا وقت قریب ہوا میں نے اس سے کہا کہ میں فلاں شخص کی صحبت میں تھا اس نے مجھے فلاں کے پاس جانے کی وصیت کی اور فلاں نے مجھے آپ کے پاس جانے کی وصیت کی تھی، لہذا اب آپ مجھے کس کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتے ہیں۔ اس نے کہا میرے بیٹے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو میرے طریقے پر ہو اور جس کے پاس جانے کی تمہیں رہنمائی کروں۔ البتہ ایک نبی کے آنے کا

زمانہ بالکل قریب آچکا۔ جو سرزمین عرب میں دین ابراہیم لیکر آئیں گے ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے اور اس نبی کے اندر بھی کچھ واضح علامتیں ہوں گی، مثلاً آپ صدقہ نہیں کھائیں گے اور ہدیہ قبول کریں گے اور دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ لہذا اگر تم ان سے ملنے کی طاقت رکھنا تو ضرور مل لینا۔

پھر اس کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیا گیا۔ میں چند دنوں تک عمودیتہ میں ٹھہرا رہا وہاں میری ملاقات تاجروں کی ایک جماعت سے ہو گئی میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے بھی عرب لیتے چلو اور اس کے بدلے میری بکریاں اور گائیں لے لو۔ وہ راضی ہو گئے میں نے اپنی بکریاں اور گائیں ان کے حوالے کر دیں، اور انہوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا، لیکن جب وہ وادی القرئی میں پہنچے تو مجھ پر ظلم کیا اور ایک یہودی کے ہاتھ مجھے بچا دیا پھر میں اس کے پاس رہنے لگا۔ میں نے وہاں بہت سی کھجوریں دیکھیں میں نے سمجھا کہ شاید یہی وہ جگہ ہے جس کے متعلق ہمارے استاذ نے ہم کو مطلع کیا تھا، لیکن میں اپنے اس خیال پر پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ اسی اثنا میرے مالک کا چچا زاد بھائی بنو قریظہ کا ایک شخص یہاں آیا اس نے مجھے اس سے خرید لیا۔ اور سوار کر کے مدینہ لے گیا۔ خدا کی قسم مدینہ کو دیکھتے ہی میں پہچان گیا کیونکہ میرے استاذ کی بتائی ہوئی تمام صفاتیں اس میں موجود تھیں۔ وہاں میں نے سکونت اختیار کر لی اس وقت رسول اللہ ﷺ کی بعثت مکہ میں ہو چکی تھی مکہ میں آپ ایک عرصہ تک رہے۔ لیکن کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھے آپ کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی اور نہ ہی کوئی ذکر آپ کے متعلق سنا۔ پھر آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے اس وقت میں اپنے مالک کے باغ میں کھجور کے درخت کے اوپر کچھ کام کر رہا تھا اور میرا مالک نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس کا ایک چچا زاد بھائی آیا اور میرے مالک کو مخاطب کر کے کہنے لگا، اللہ تعالیٰ بنو قریظہ کو ہلاک کرے وہ اس وقت ایک ایسے آدمی پر اتفاق کر رہے ہیں جو ان کے پاس مکہ سے آیا ہے اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔

میں نے جب اس کی بات سنی تو بدن کا پٹنہ لگا۔ یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مالک ہی کے اوپر نہ گر جاؤں، پھر میں کھجور کے درخت سے نیچے اتر گیا اور اس کے چچا زاد بھائی سے پوچھنے لگا کہ تم نے کیا بات کہی ہے۔ میرا مالک مجھ پر ناراض ہو گیا۔ اور مجھے ایک زبردست گھونسا رسید کیا، پھر کہنے لگا کہ تمہیں اس معاملے سے کیا سروکار جاؤ اپنا کام کرو، میں نے کہا کوئی بات نہیں، میں تو صرف اس کے قول کی حقیقت کو معلوم کرنا چاہتا تھا، میں نے کچھ چیزیں جمع کر رکھی تھیں اس کو لے کر شام کے وقت آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچا آپ اس وقت قبا میں تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ سنا ہے آپ بہت ہی نیک آدمی ہیں، اور آپ کے ساتھ چند غریب حاجتمند لوگ بھی ہیں۔ لہذا بطور صدقہ یہ چیزیں آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ غیر کے مقابلے میں آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں پھر میں نے اسے آپ کے قریب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو کھانے کا حکم دیا اور اپنا ہاتھ روک رکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی علامت ہے۔ پھر وہاں سے چلا آیا اور کچھ اور چیزیں اکٹھا کیں۔ اس وقت آپ مدینہ منتقل ہو چکے تھے میں نے ان چیزوں کو آپ کے سامنے پیش کرنے ہوئے کہا کہ شاید آپ صدقہ نہیں کھاتے ہیں اس لئے میری جانب سے یہ ہدیہ قبول کریں چنانچہ آپ نے خود کھایا اور اپنے اصحاب کو بھی کھانے کا حکم دیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری نشانی پوری ہوگئی۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ جنت البقیع میں ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے لے لئے تشریف لے گئے تھے۔ میں نے دو چادریں پہن رکھی تھیں، آپ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ کو سلام کیا پھر گھوم کر آپ کے پیچھے اس مہربوت کو تلاش کرنے لگا جس کا تذکرہ ہمارے استاد نے کیا تھا۔ جب آپ نے مجھے اپنے پیچھے دیکھا تو آپ سمجھ گئے کہ میں کوئی علامت تلاش کر رہا ہوں جو مجھ سے بیان کیا گیا ہے، پھر آپ نے اپنے چادر پیٹھ سے ہنادی میں نے مہربوت کو بڑھ کر چوم لیا۔ اور رونے لگا، آپ نے مجھے پاس بلایا، میں نے آپ کے سامنے بیٹھ کر ساری سرگذشت سنائی جیسے کہ ابن عباس نے آپ سے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ یہ دیکھ کر

خوش ہوئے کہ آپ کے صحابہ نے بھی میری بات سن لی ہے۔ پھر سلمان کو غلامی نے اس طرح کام پر لگائے رکھا کہ وہ جنگ بدر واحد میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ شرکت نہ کر سکے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ پھر مجھ سے آنحضرت ﷺ نے کہا کہ سلمان مکاتبہ کرلو۔ میں نے اس شرط پر اپنے مالک سے مکاتبہ کیا کہ میں اس کے لئے تین سو کھجور کا درخت گڑھا کھود کر لگاؤں گا۔ اور چالیس اوقیہ دوں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو لوگوں نے مجھے ودی (کھجور کا چھوٹا پودا) دینا شروع کیا کسی نے تمیں دیا کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس غرضیکہ مختلف تعداد میں لوگوں نے حسب استطاعت کھجور کا پودا دیکر میری مدد کی یہاں تک کہ تین سو درخت کے پودے ہم نے اکٹھا کر لئے اس کے بعد رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ سلمان جا کر اس کے لئے گڑھا کھودو، جب فارغ ہو جانا تو میرے پاس آنا کیونکہ میں خود پودوں کو گڑھے میں رکھوں گا۔ میں نے گڑھا تیار کیا۔ میرے ساتھیوں نے بھی میرے مدد کی، جب فارغ ہوا تو آپ اسے گڑھے میں رکھتے جاتے، یہاں تک کہ اس کام سے فارغ ہو گئے۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک پودا بھی نہیں سوکھا، اس طرح میں نے کھجور کے درختوں کی ادائیگی مکمل کر دی لیکن اوقیہ میرے ذمہ باقی رہ گیا۔ ایک دن رسول ﷺ مرغی کے انڈے کی طرح سونے کا ڈالا کسی کان سے لے کر آئے، اور پوچھنے لگے کہ فارسی کے مکاتبہ کی کیا حالت ہے چنانچہ مجھے بلایا گیا آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اسے لے لو اور تنہا رہے اور جو مال ہے اسے ادا کر دو میں نے آپ سے کہا کہ اس سے میری ضرورت مکمل نہیں ہوگی، آپ نے فرمایا، لے لو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے پورا کریگا، میں نے لے لیا اور وزن کر کے مالک کو دینے لگا، خدا کی قسم چالیس اوقیہ مکمل نکلا۔ اور میں نے اپنا پورا حق ادا کر دیا۔ اس کے بعد میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ غزوہ خندق میں حاضر ہوا پھر آپ کے ساتھ کوئی غزوہ میرا فوت نہیں ہوا۔

اسی طرح ملک شام کا بادشاہ ہرقل ایک بہت بڑا نصرانی عالم تھا، اس نے حضور کی حقانیت کو پہچان کر اسلام دین میں داخل ہونے کا مکمل ارادہ کر لیا تھا لیکن صلیب پرستوں نے اس کی مخالفت کی جس سے اس کو اپنے بارے میں اندیشہ لاحق ہوا۔ اور بادشاہت کے چھن جانے کا خوف لاحق ہوا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ بادشاہت اس کے ہاتھ سے چھن کر نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔

اس کا قصہ میں بیان کرتا ہوں۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسفیان نے بذات خود بیان کیا کہ اپنے اور رسول اللہ کے معاہدے کی مدت میں میں شام گیا تھا، میری موجودگی ہی میں ہرقل کے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط لایا گیا جس کو حضرت وحیدہ بکلی لے کر حاکم بصرہ کے پاس گئے تھے۔ پھر وہ خط حاکم بصرہ نے بادشاہ تک پہنچا دیا تھا۔ جب خط پہنچا تو ہرقل نے کہا کہ کیا اس شخص کی قوم کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے جو اپنے کو نبی کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ مجھے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بلایا گیا جب ہرقل کے پاس پہنچے تو مجھے اس کے سامنے بٹھایا گیا اور ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا گیا۔

پھر اس نے اپنے ترجمان کو بلایا اور اس سے کہنے لگا کہ وہ لوگوں سے کہے کہ میں اس شخص سے اس آدمی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ لہذا اگر یہ جھوٹ ہو لے تو تم مجھے بتانا۔

ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے جھوٹا کہہ دیں گے تو ضرور جھوٹ بول دیتا۔ پھر اس نے اپنے ترجمان سے کہا کہ اس آدمی سے پوچھو کہ تمہارے درمیان اس نبی کا حسب و نسب کیا ہے میں نے کہا کہ وہ ہم میں اونچے نسب کے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گذرا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کیا اس کا اتباع کرنے والے طاقتور حضرات ہیں یا کمزور میں نے کہا کمزور لوگ۔ اس نے پوچھا کیا ان کی تعداد بڑھتی یا گھٹتی ہے۔ میں نے کہا کہ بڑھتی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا تم ان سے قتال کرتے ہو میں

نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے میں نے کہا کہ برابری کا درفہ رہتا ہے۔ کبھی وہ ہم پر غالب آتے ہیں اور کبھی ہم ان پر غالب آتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا وہ عذر کرتا ہے میں نے کہا نہیں، البتہ ہم نے ان سے ایک مدت تک کے لئے معاہدہ کر رکھا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ کیا برتاؤ وہ ہم سے کرتے ہیں۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اس جملے کے علاوہ میں نے کوئی بات اپنے طرف سے نہیں کہی۔ اس نے پھر کہا کہ کیا ایسی باتیں اس سے پہلے بھی کسی نے کی تھیں۔ میں نے کہا نہیں پھر وہ اپنے ترجمان سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ ان لوگوں کے میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اعلیٰ نسب کا ہے۔ لہذا رسول ایسے ہی معزز خاندان میں بھیجے جاتے ہیں پھر میں نے پوچھا کہ کیا اس کے آباء میں کوئی بادشاہ ہوا ہے۔ تم نے کہا نہیں لہذا اگر اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو اس بات کی امید کی جاسکتی تھی کہ اپنے باپ کی بادشاہت کو دوبارہ طلب کر رہا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ بتاؤ اس کے تبعین طاقتور لوگ ہیں یا کمزور لوگ تم نے جواب دیا کمزور لوگ لہذا رسول کے تبعین ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا تم لوگ اس شخص کو نبوت سے پہلے جھوٹا سمجھتے تھے تم نے کہا نہیں لہذا مجھے پتہ چل گیا کہ جو شخص لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا وہ خدا پر کیسے جھوٹ باندھے گا، میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص ناراض ہو کر اس کے دین سے مرتد ہوتا ہے تم نے کہا نہیں لہذا ایمان کی مٹھاس ایسے ہی ہوتی ہے جب وہ سچے دل سے ہو میں نے تم سے پوچھا کہ کیا ان کی تعداد بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے تم نے جواب دیا کہ بڑھتی ہے پس ایمان اسی طرح بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جائے گا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا تم نے اس سے لڑائی کی ہے تم نے کہا ہاں جس میں کبھی ہم ان پر غالب ہوئے اور کبھی وہ ہم پر غالب ہوئے۔ سو رسولوں کو اسی طرح آزمایا جاتا ہے لیکن آخر میں فیصلہ انھیں کے حق میں ہوگا۔ میں نے تم سے سوال کیا کہ کیا وہ عذر کرتا ہے تم نے کہا نہیں، سو رسول اسی طرح دھوکے باز نہیں ہوتے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ کیا اور یہ دعویٰ اس سے پہلے بھی کسی نے کیا تھا، تم نے کہا نہیں۔ لہذا اس سے پہلے اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا ہوتا تو میں سمجھتا کہ یہ شخص اسی

کی اقتداء کر رہا ہے۔ پھر ہر قل مجھ سے پوچھنے لگا کہ وہ کس چیز کا حکم دیتا ہے۔ میں نے کہا نماز روزہ صلہ رحمی، پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر بات وہی ہے جو تم نے کہا تو وہ یقیناً نبی ہیں۔ مجھے پہلے سے یہ معلوم تھا کہ ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن میرا خیال یہ نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں میں سے ہوگا۔ اور اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ میں اس کے پاس صحیح سالم پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس سے ملاقات کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے قدم کو دھوتا۔ ان کی بادشاہت میرے اس قدم کی جگہ ضرور ہو گئی۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا خط منگا کر پڑھنے لگا، خط کا مضمون یہ تھا۔

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہر قل بادشاہ روم کی طرف لکھا جا رہا ہے۔

سلامتی ہو ان لوگوں پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ حمد و ثناء کے بعد میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے۔ اور خدا تمہیں دہرا اجر دے گا۔ اور اگر تم نے اعراض کیا تو تمہاری رعایا کا بھی گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔

اور قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ بھی۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (ال عمران - 64)

اے اہل کتاب اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم صرف خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں کابعض بعض کو رب نہ مانے خدا کو چھوڑ کر۔ پس اگر وہ اعراض کریں تو ان سے کہو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

جب بادشاہ خط کا یہ مضمون پڑھ چکا تو اس کے پاس شور ہنگامہ مچا اس نے ہم لوگوں کو باہر لے جانے کا حکم دیا چنانچہ ہم باہر چلے گئے۔ پھر اس نے جمہور میں واقع اپنے ایک مکان میں عظماء

روم کو جمع ہونے کے لئے کہا جب وہ جمع ہو گئے تو دروازہ بند کر دینے کا حکم دیا، دروازہ بند کر دیا گیا بادشاہ لوگوں کے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ اے رومیوں کی جماعت کیا یہ پسند کرتے ہو کہ صلاح و فلاح میں رہو اور تمہاری مملکت باقی رہ جائے لہذا اگر ایسا چاہتے ہو تو اس نبی کی اتباع کر لو یہ سن کر وہ نیل گائے کی طرح بدک کر دروازے کی طرف بھاگے۔ لیکن دروازہ بند تھا۔ ہر قل نے جب ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا، تو دوبارہ انہیں طلب کیا اور کہنے لگا کہ میں تو صرف تمہارے دین کی آزمائش کر رہا تھا۔ لہذا تمہیں اپنے مذہب پر قناعت دینا پڑی۔ ہر قل کی یہ بات سن کر لوگ خوش ہو گئے اور اس کا سجدہ کیا۔

یہ روم کے اس بادشاہ کی حالت تھی جو بہت بڑا عالم سمجھا جاتا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو پہچانا آپ کی صداقت کا اقرار بھی کیا لوگوں کو اسلام کی دعوت بھی دی خود بھی اسلام لانے کا ارادہ کیا یہ بھی اقرار کیا کہ اس نبی کی بادشاہت میرے ملک پر بھی ہوگی لیکن جب اس کے ساتھی بدک کر بھاگے جیسے کہ جنگلی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں تو وہ اپنی بادشاہت اور حکومت کے چھن جانے کے خوف سے باطل پر مصر رہا۔ اور اسلام لانے سے انکار کر گیا۔

لیکن اس کے مقابلے میں جش کے بادشاہ نجاشی نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ صلیب پرست صلیب کی پوجا پر گز نہیں چھوڑ سکتے۔ اور توحید کی طرف مائل نہیں ہو سکتے تو اپنے گھر والوں کے ساتھ خفیہ طور پر ایمان لے آیا اور اپنا ایمان چھپائے رکھا کیونکہ ان کے سامنے اظہار کرنا بہت مشکل کام تھا۔

ابن الحلق کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس اسلام کا پیغام لے کر بھیجا۔ عمرو بن امیہ نے اس سے جا کر کہا کہ اے میرے اصحمہ (نجاشی کا نام) میرے ذمہ یہ ہے کہ میں آپ سے بیان کروں اور آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ اس کو سنیں آپ ہماری جانب سے نرمی کے مستحق ہیں اور ہمیں آپ کی جانب سے پورا اعتماد حاصل ہے۔ کیونکہ جس چیز کی بھی امید ہم نے آپ سے کی ہے وہ ہمیں حاصل ہوئی ہے اور جس چیز کا خوف ہمیں آپ سے ہوا

ہے اس سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ ہم نے آپ کی زبان ہی سے آپ کے خلاف جھٹ پکڑی ہے۔ انجیل ہمارے اور آپ کے درمیان ایسا شاہد ہے جس کی تردید نہیں کی جاسکتی اور ایسا قاضی ہے جو ظلم نہیں کر سکتا، ورنہ آپ کا طریقہ حضور کے معاملے میں ایسے ہی ہوگا جیسے کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ یہود کا طریقہ تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قاصدوں کو مختلف لوگوں کے پاس بھیجا ہے لیکن جو توقع آپ سے وابستہ کر رکھا ہے وہ غیر سے نہیں۔ آپ ﷺ اس چیز پر آپ کی جانب سے مطمئن ہیں جس کا غیروں سے خوف ہے۔ کیونکہ گزشتہ واقعے نے یہ ثابت کر دکھایا ہے جس پر آپ کو اجر ملنے والا ہے۔

نجاشی نے کہا کہ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہی وہ نبی امی ہیں جس کا انتظار اہل کتاب کر رہے تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ نے حضرت عیسیٰ کے متعلق ایک گدھے کے سوار کا ذکر بطور پیشگوئی کیا تھا اسی طرح حضرت عیسیٰ کی بشارت راکب حمل کے ساتھ حضور کے حق میں ہے۔

واقعی کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے نجاشی کے پاس یہ خط لکھا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط ہے محمد رسول ﷺ کی جانب سے حبش کے بادشاہ نجاشی کے نام۔“

تم سلامت رہو میں تم سے اس خدا کی تعریف بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے جو نہایت مقدس سراسر سلامتی و امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کے روح اور اس کے ایسے کلمے ہیں جس کو اس نے مریم بتول کی طرف ڈالا ہے جو کہ باکل طاہرہ اور محصنہ ہیں۔ انھیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا۔ خدا نے عیسیٰ کو روح اور نفع سے اس طرح پیدا کیا۔ جیسا کہ حضرت آدم کو اس نے اپنے ہاتھ اور نفع سے پیدا کیا تھا، اب میری دعوت یہ ہے کہ خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آؤ اور ہمیشہ کے لئے اس کے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ اور میری اتباع کرو اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کرو کیوں کہ میں

اللہ کا رسول ہوں۔ میں تم کو اور تمہارے لشکر کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں۔ دیکھو میں نے اللہ عزوجل کا حکم پہنچا دیا اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا اب مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو۔ سلامتی ہو اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا ہے۔

نجاشی نے اس خط کا جواب یہ دیا۔

محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی احمد کی طرف سے۔ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ پر خدا کی سلامتی اور رحمت و برکت نازل ہو، اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہنچا، عیسیٰ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے، آسمان و زمین کے رب کی قسم وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں، ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے۔ اور آپ کے چچیرے بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں، میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں۔ اور استبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر حضور کی بیعت کی اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کیا۔

مصر کے اندر نصرانی بادشاہ مقوقس نے رسول ﷺ کو پہچان لیا تھا لیکن اس کے باوجود اپنی بادشاہت کی لالچ میں اور صلیب پرست نصاریٰ کو اپنے مذہب پر تشدد پا کر اسلام لانے سے انکار کر دیا۔

واقعی کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ کے پاس ایک خط روانہ کیا جس کا مضمون یہ تھا۔

میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط محمد بن عبد اللہ کی جانب سے نصرانی بادشاہ مقوقس کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ حمد و ثنا کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت

دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے۔ اور اللہ تمہیں دو ہر اجر دے گا اور اگر تم نے اعراض کیا تو مصر کے تمام نصاریٰ کا گناہ تمہارے اوپر ہوگا۔

اہل کتاب اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم صرف خدای کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے بعض کو خدا کو چھوڑ کر رب نہ بنائے پس اگر وہ اعراض کریں تو ان سے کہ دو کہ تم گواہ ہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھر خط پر مہر لگا دیا۔

اس خط کو حضرت حاطب رضی اللہ عنہ لے کر اس کے پاس اسکندر یہ آئے۔ اور اس کے دربان سے ملے دربان نے ان کو فوراً بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، حضرت حاطب نے اس سے کہا کہ تم سے پہلے ایک شخص تھا جو اپنے کو "انصارکم الاعلیٰ" کہتا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا اور زبردست انتقام لیا۔ لہذا تم غیروں سے عبرت حاصل کرو اور اپنے آپ کو اس طرح نہ بناؤ کہ دوسرے لوگ تم سے عبرت حاصل کریں۔ مقوقس نے کہا ذرا قریب آ جاؤ وہ قریب ہو گئے اور کہنا شروع کیا۔ اے بادشاہ ہم لوگ بھی ایک دین پر تھے اور اس کو بھی نہ چھوڑتے اگر اس سے بہتر خدا کا دین اسلام جو تمام ادیان سے بے نیاز کر دیتا ہے اور تنہا کافی ہے ہم کو میسر نہ ہو گیا ہوتا۔ اس نبی نے لوگوں کو دعوت دی چنانچہ سب سے زیادہ سختی قریش نے برتی اور سب سے زیادہ دشمنی یہود نے کی اور نصاریٰ ان کے زیادہ قریب رہے۔ میری عمر کی قسم جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور ہم تم کو قرآن کی طرف ایسے ہی بلاتے ہیں جیسے تم اہل توراۃ کو انجیل کی طرف بلاتے ہو۔ ہر نبی کو ایک قوم ملی جو ان کی امت کہلاتی لہذا اس قوم پر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کریں۔ اور تم نے اس نبی کا زمانہ پایا اس لئے تمہارے اوپر واجب ہے کہ اس نبی کی اتباع کرو۔

اور میں تم کو حضرت مسیح کے دین سے روکتا نہیں ہوں بلکہ اسی کا حکم دیتا ہوں۔ مقوقس نے کہا کہ میں نے اس نبی کے معاملے میں غور کیا لیکن اس کے اوامر و نواہی کو ایسا نہیں پایا جس سے کنارہ

کشی اختیار کی جائے۔ نہ ہی میں نے اس کو گمراہ جاؤ کر اور جھوٹا کاہن پایا۔ بلکہ اس کے پاس نبوت کے اوزار ملے جس کو میں نے فال نکال کر اور علم نجوم کے ذریعہ معلوم کیا۔ پھر حاطب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفات بیان کیں اور کہنے لگا کہ میری رعایا آپ کی اتباع کرنے میں میری موافقت نہیں کرے گی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہماری گفتگو کا علم بھی انھیں نہ ہو سکے کیونکہ میں اپنی سلطنت کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں اور اس کا زیادہ حریص ہوں لیکن سن لو عنقریب اس نبی کے ساتھی اس کے بعد ہمارے ملک پر غلبہ پائیں گے اور میرے اس صحن میں بھی اتریں گے۔ پس تم اپنے نبی کے پاس لوٹ جاؤ۔

اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لیا اور اس کو ہاتھی کے دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ پھر اپنے ایک عربی لکھنے والے کا تب کو بلایا اور یہ مضمون لکھنا شروع کیا۔

شروع کرتا ہوں میں اس خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

یہ خط ہے محمد بن عبد اللہ کی خدمت میں مقوقس بادشاہ مصر کی جانب سے

آپ پر سلامتی ہو میں نے آپ کا خط پڑھا اور آپ کے مضمون و پیغام کو سمجھا۔ یہ بات معلوم تھی کہ ایک نبی کا زمانہ ابھی باقی ہے لیکن میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہوگا میں نے آپ کے قاصد کی عزت افزائی کی اور آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ دو ایسی لونڈیاں بھیج رہا ہوں، جن کا مصر میں بڑا مرتبہ ہے اور کپڑا نیز ایک ٹمچر آپ کی سواری کے لئے دی ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔

اس سے زیادہ اس نے نہیں لکھا، دو لونڈیاں جن کو اس نے بھیجا تھا وہ ماریہ قبطیہ اور سیرین تھیں۔ بغلہ آپ کا مشہور خیر دل تھا، جو کہ حضرت معاویہ کے زمانے تک باقی رہا۔ حاطب کہتے ہیں کہ میں نے اس کی ساری باتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیں، آپ نے فرمایا کہ خبیث نے اپنی بادشاہت کی لالچ کی حالانکہ اس کی بادشاہت کے لئے بقائیں۔

اسی طرح نصاریٰ کے بادشاہوں میں جلدی کے دو بیٹے عمان اور اس کے ارد گرد کے بادشاہ

تھے وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے۔ ان کا قصہ میں بیان کرتا ہوں، رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ان کے پاس جو خط لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے محمد بن عبد اللہ کی جانب سے حنیف بن جلدی اور عبید بن جلدی کے نام تم دونوں اسلام لے آؤ محفوظ رہو گے، میں خدا کا رسول ہوں اور تمام لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہوں تاکہ جو زندہ لوگ ہیں ان کو ذراؤں اور کافروں پر عذاب کا قول حق ہو جائے۔ اگر تم دونوں نے اسلام قبول کر لیا تو میں تم دونوں کو تمہاری جگہوں کا والی برقرار رکھوں گا، لیکن اگر انکار کیا تو تمہاری ملکیت تم سے زائل ہو جائے گی اور ہمارے گھوڑ سوار تمہارے صحن میں جا اتریں گے اور ہماری نبوت دونوں کی بادشاہت پر غالب آئے گی پھر مہر لگا کر عمرو بن عاص کے بدست اسے بھیج دیا۔ عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر عمان پہنچا وہاں پہنچنے کے بعد پہلے عبید سے ملا یہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ عقلمند، نرم خود خوش اخلاق تھے، میں نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمہارے پاس اور تمہارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عبید نے کہا، میرا بھائی، عمر میں مجھ سے بڑا اور بڑے ملک کا مالک ہے۔ میں تمہیں اس کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں، نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور رسول ہیں۔

عبید نے کہا۔ عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے بتا کہ تیرے باپ نے کیا کیا کیونکہ ہم اسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ وہ مر گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا کاش وہ ایمان لاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی کا اقرار کرتا۔

میں بھی اپنے باپ کی رائے ہی پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبید۔ تم کب سے محمد کے پیرو ہو گئے۔

عمرو بن عاص۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا ہے۔

عبید۔ کہاں

عمرو بن عاص۔ نجاشی کے دربار میں اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا۔

عبید وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

عمرو بن عاص۔ اسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبید۔ (تعجب ہے) کیا بشارت پادریوں نے بھی

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبید۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔ انسان کے لئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش

نہیں۔

عمرو بن عاص۔ میں نے جھوٹ نہیں کہا، اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبید۔ ہر قل نے کیا کہا، کیا اسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے۔

عمرو بن عاص۔ ہاں

عبید۔ تم کیونکر ایسا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص۔ نجاشی ہر قل کو خراج دیا کرتا تھا، جب سے مسلمان ہوا، کہ دیا ہے کہ اب

اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔

ہر قل تک یہ بات پہنچ گئی۔ ہر قل کے بھائی نیاق نے کہا۔ یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب

خراج دینے سے انکار کرتا ہے، اور حضور کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ ہر قل نے کہا پھر کیا ہوا اس

نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کر لیا میں کیا کروں۔ بخدا اگر مجھے اس شہنشاہی کا خیال نہ ہوتا تو

میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبید۔ دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو۔

عمرو بن عاص۔ قسم ہے خدا کی سچ کہ رہا ہوں۔

عبید۔ اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور کن چیزوں سے منع کرتا ہے۔
 عمرو بن عاص۔ وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں، اور معصیت الہی سے روکتے ہیں وہ زنا اور شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔
 عبید۔ کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں کاش میرا بھائی میری دعوت قبول کرے ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لائیں۔
 لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا بھائی اپنی سلطنت کا زیادہ حریص ہے اور وہ اسے چھوڑ دوسرا دین اختیار نہیں کرے گا۔

عمرو بن عاص۔ اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ملک کا بادشاہ برقرار رکھیں گے۔ آپ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں کے انبیاء سے صدقہ وصول کر کے یہاں کے فقراء میں تقسیم کر دیا کریں گے۔
 عبید۔ یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے۔

عمرو بن عاص نے زکوٰۃ کے مسائل بتائے جب یہ بھی بتایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو وہ کہنے لگا کیا وہ ہمارے مویشیوں میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے۔ وہ تو درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا ہے اور خود ہی پانی جا پیتا ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا۔ ہاں اونٹوں سے بھی صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبید۔ میں نہیں جانتا ہوں کہ میری قوم کہ لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دور دور تک پھیلے ہوئے۔ وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھیرے رہے عبید روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچا دیتا۔ ایک روز عمرو بن عاص کو بادشاہ نے طلب کیا، چوہداروں نے نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، بادشاہ نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ چوہداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے چوہداروں نے پھر ٹوکا، انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا۔ بولو

تمہارا کیا کام ہے۔

عمرو بن عاص نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

حضر نے مہر توڑ کر خط کھولا پڑھا، پھر بھائی کو دیا، اس نے بھی پڑھا اور عمرو بن عاص نے دیکھا بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا، سب نے طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اس کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں۔

عمرو بن عاص۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کو رضاً و رغبت سے قبول کیا ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر نبی کریم ﷺ ہی کو اپنا لیا ہے اور پوری غور و فکر نیز عقل و تجربے سے نبی کریم ﷺ کی جانچ کر لی ہے، اور میرا خیال ہے کہ اس دائرے میں آنے سے صرف تم ہی باقی رہ گئے ہو۔ اور آج تم نے اطاعت نہیں کی تو ہمارے سوا تم کو روند ڈالیں گے اور تمہاری سلطنت برباد کر دیں گے لہذا تم ایمان لے آؤ محفوظ رہو گے، اور تم اپنی قوم کے حکمران برقرار رہو گے، تمہارے پاس کوئی لشکر نہیں آئے گا۔

بادشاہ نے کہا۔ آج تم مجھے مہلت دو کل پھر ملنا۔

عمرو بن عاص دوسرے روز بادشاہ کے بھائی سے پہلے ملے وہ بولا کہ اگر اس کی حکومت کو خطرہ لاحق نہ ہو تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا۔ عمرو بن عاص پھر بادشاہ کے پاس آئے لیکن اس نے ملنے کی اجازت نہیں دی پھر بادشاہ کے بھائی کے پاس آئے چنانچہ اس نے بادشاہ تک انھیں پہنچا دیا بادشاہ نے کہا، میں نے اس معاملے میں غور کیا، دیکھو میں اگر ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا، حالانکہ اگر اس کی فوج اس ملک میں آئے تو ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ جس کا تمہیں کبھی سابقہ نہ پڑا ہو۔

عمر بن عاص نے کہا۔ ٹھیک ہے میں کل واپس چلا جاؤں گا، جب اسے میرے نکلنے کا یقین ہو گیا تو اس کا بھائی اسے تنہائی میں لے گیا اور اس سے کہا کہ جس پوزیشن میں ہم ہیں وہ اسے معلوم ہے، اور جس کے پاس بھی قاصد بھیجا ہے سب نے اس کی اطاعت کی ہے، پھر جب صبح ہوئی تو اس نے مجھے بلایا اور دونوں مسلمان ہو گئے، عمرو بن عاص کہتے ہیں پھر دونوں تنہائی میں ملے اور صدقہ نیز اپنے دیگر احکامات کے متعلق گفتگو کرنے لگے اور یہ لوگ ہمارے دشمنوں کے خلاف ہمارے مددگار ثابت ہوئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم یمامہ حوزہ بن علی خنی کے پاس خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے محمد رسول اللہ کی جانب سے حوزہ بن علی کے نام سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی جان لو کہ میرا دین پوری روئے زمین پر غالب ہوگا لہذا تم بھی اسلام لے آؤ۔ محفوظ رہو گے اور تمہارے پاس جو کچھ ہے اس کو میں برقرار رکھوں گا۔

اس وقت اس کے پاس نصاریٰ کے بادشاہوں میں سے دمشق کا بادشاہ موجود تھا۔ حوزہ نے اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا۔ اور اس سے کہا کہ اس نبی کا پیغام میرے پاس آیا ہے۔ بادشاہ دمشق نے کہا کہ تم اس کی دعوت کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دین پر ہوں اس لئے اپنی قوم کا بادشاہ ہوں لیکن اگر اس نبی کی اتباع کر لی تو بادشاہت سے ہٹا دیا جاؤں گا، اس نے کہا ایسی بات نہیں خدا کی قسم اگر تم نے اتباع کر لی تو وہ ضرور تم کو بادشاہ بنائیں گے، لہذا ان کی اتباع ہی میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔ یقیناً یہی وہ نبی ہے جن کے بارے میں عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی، خدا کی قسم انہیں کا تذکرہ انجیل میں ہمارے پاس لکھا ہوا ہے۔

واقعی کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شجاع بن وہب کو حارث بن ابی شراحم دمشق کے پاس خط لے کر بھیجا۔

خط کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حارث بن ابی شراحم کے نام سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی، میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم صرف ایک خدا پر ایمان لے آؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، تمہاری بادشاہت باقی رہے گی ملتا لکھ کر آپ نے مہر لگا دی۔

شجاع بن وہب اس خط کو لے کر نکلے۔ ان کا بیان ہے کہ میری ملاقات اس کے دربان سے ہوئی وہ اس وقت قیصر کی مہمان نوازی میں تھا جو کہ حص سے خدا کا شکر بجالانے لے لئے ایلیا آیا تھا، کیونکہ اللہ نے فارس کا لشکر اس سے ہٹا دیا تھا۔ میں اس کے دروازے پر دو یا تین دن ٹھہر رہا پھر میں نے اس کے دربان سے کہا کہ میں اللہ کے رسول کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا کہ فلاں دن تک تم اس سے نہ ملو اور خود وہ روی دربان جس کا نام مری تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دعوت کے متعلق مجھ سے پوچھتا رہا، میں اس سے بیان کرتا تھا میری باتیں سن کر اس پر رقت طاری ہو جاتی اور بے ساختہ رونا شروع کر دیتا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں نے صفت پڑھی ہے اس کو یعنی اس نبی کے اندر موجود پاتا ہوں میرا خیال تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہو گا لیکن عرب میں ہوا، پھر بھی میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں۔ لیکن مجھے حارث بن ابی شراحم کی جانب سے اپنے نفس کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر یہ دربان میری عزت کرنے لگا اور خوب خاطر مدارات کی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ حارث کی جانب سے میں ناامید رہوں، کیونکہ وہ قیصر سے ڈرتا ہے۔ ایک دن حارث نکلا اور اپنے سر پر تاج رکھ کر بیٹھا۔ اس نے مجھے بلایا میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے خط پڑھا پھر کہنے لگا کہ

بہت سے سرداروں نے اسلام قبول کیا۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو تمام اہل مدینہ کی زبان پر یہ کلمات تھے رسول آگئے۔ رسول آگئے۔ لوگ جمع ہو کر آپ کو دیکھنے لگے، عبداللہ بن سلام نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع اس وقت سنی جب کہ وہ کھجور کے درخت پر چڑھ کر اپنے گھر والوں کے لئے کھجوریں توڑ رہے تھے۔ انھوں نے فوراً کھجور کا برتن رکھ دیا۔ اور آنحضرت کی خدمت میں پہنچے، انھوں نے آپ کی باتیں سنیں وہاں سے پھر گھر واپس چلے آئے جب آپ تنہائی میں ہوئے تو عبداللہ بن سلام دوبارہ گئے اور کہنے لگے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ درحقیقت اللہ کے نبی ہیں، اور آپ حق لے کر آئے ہیں، یہود مجھے اپنا سردار اور سردار کا بیٹا نیز ایک بلند پایہ عالم اور عالم کا بیٹا سمجھتے ہیں، لہذا آپ انھیں بلائیں اور میرے اسلام لانے کو ان کے نہ جاننے سے پہلے ان کی رائے میرے بارے میں دریافت کریں اور پھر ملاحظہ فرمائیں کہ میرے اسلام لانے سے ناواقف ہوتے ہوئے وہ مجھے کیا مقام دیتے ہیں، کیونکہ ان کو میرے قبول اسلام کا علم ہو گیا تو پھر مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ اور عیب بیان کریں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ جب وہ آگئے، تو آپ نے فرمایا، اے یہود کی جماعت خدا سے ڈرو، اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، تم جانتے ہو کہ میں نبی برحق ہوں، اور حق کی دعوت لے کر تمہارے پاس آیا ہوں، لہذا اسلام لے آؤ، انھوں نے کہا کہ ہم اس کو نہیں جانتے، آپ تین مرتبہ اپنی بات دہراتے ہیں، لیکن ہر مرتبہ وہی طرح جواب دیتے رہے پھر آپ نے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں سے کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار کے فرزند ہیں، ہم میں ایک بلند پایہ عالم ہیں اور عالم کے صاحبزادے ہیں آپ نے فرمایا اگر وہ اسلام لے آئیں تو تم کیا کرو گے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں وہ ایسا نہیں کریں گے آپ نے عبداللہ بن سلام کو آواز دی اور ان کے سامنے آنے کے لئے کہا، چنانچہ وہ اوٹ سے باہر آگئے اور ان کو

مجھ سے میری ملکیت کون چھین سکتا ہے میں اس کے پاس جاؤں گا اور اگر وہ یمن میں ہوگا تب بھی اس کو لاؤں گا میرے پاس لوگوں کو بلاؤ اسی طرح وہ رات آنے تک بیٹھا رہا اور یوں اس کرتار ہا، اس نے گھوڑوں کو نعل پہنانے کا حکم صادر فرمایا، پھر مجھ سے کہنے لگا کہ جو چاہو تم اپنے صاحب سے کہ دینا۔ اس نے قیصر کے پاس بھی میری اطلاع بھیجی۔ قاصد نے وہ خط لے جا کر قیصر کو مقام ایلیا میں دیا۔ اس وقت قیصر کے پاس وحیدہ کلبی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انھیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر کے پاس خط دے کر بھیجا تھا۔ جب قیصر نے حارث کا خط پڑھا تو اس کا جواب یہ لکھ کر دیا کہ تم اس نبی کے پاس مت جاؤ بلکہ مجھ سے ایلیا میں آ کر ملو۔

خط کا یہ جواب میری موجودگی میں آیا، پھر اس نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ تم اپنے نبی کے پاس واپس کب جاؤ گے۔ میں نے کہا کل۔ چنانچہ اس نے میرے لئے سو مشتقال سونا دینے کا حکم صادر فرمایا اور اس کے دربان مری نے بھی مجھے نفقہ اور کپڑا دیا، پھر مری مجھ سے کہنے لگا کہ میرا سلام اللہ کے رسول تک پہنچا دینا اور آپ کو یہ بتا دینا میں آپ کے دین کا پیرو ہوں، میں وہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا اور حالات سے باخبر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس کی سلطنت برباد ہوگئی۔ پھر میں نے مری کا سلام آپ کی خدمت میں پیش کیا اور اس کے قول کو بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا۔

میں نے چند جماعتوں کے بادشاہوں اور ان کے اکابرین کے تذکرے پر اکتفاء کیا ہے۔ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تھی انھیں لوگوں کی موافقت چند کو چھوڑ کر اکثر لوگوں نے بھی کی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لائے وہ یا تو معاہدہ تھے جو جزیہ دے کر ذلت کی زندگی گزارتے یا وہ لوگ تھے جو آپ سے خوف زدہ تھے۔ غرض کہ پوری روئے زمین کے لوگوں کی آبادی صرف تین حصوں پر مشتمل تھی۔ جس میں ایک طبقہ مسلمانوں کا تھا، دوسرا معاہدین کا، تیسرا طبقہ خائفین و مرعوبین کا اور اگر تمام یہودیوں کے مقابلے میں صرف ان کے سردار عبداللہ بن سلام ہی نے اس زمانے میں اسلام قبول کر لیا تو یہ سب پر بھاری ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ بھی

مخاطب کر کے کہا، اے گروہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دین حضور کے ذریعہ آیا ہے۔ اسے اپنالو کیونکہ خدا کی قسم تم کو تمہارے خدا کے برحق فرستادہ ہیں اور حق لے کر آئے ہیں، یہود کہنے لگے تم جھوٹے ہو، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مجلس پر خاست کر دی۔

صحیح بخاری میں حمید کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ جب عبد اللہ بن سلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آمد کے اطلاع ملی، تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ سے کہنے لگے کہ میں آپ سے بطور آزمائش آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ جس کا جواب صرف نبی ہی بتا سکتا ہے، پہلا یہ کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی کون سی ہوگی، دوسرا سوال یہ کہ اہل جنت کا کھانا سب سے پہلے کیا ہوگا۔ تیسرا سوال یہ کہ بچہ اپنی ماں یا باپ کے مشابہ کیوں ہوتا ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل نے ابھی مجھے اس کے متعلق خبر دی ہے۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ حضرت جبرئیل تو ہمارے دشمن ہیں، آپ نے اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی:-

قُلْ مَنْ حَسَانَ عَذْوٍ اَلْجَبْرِئِلُ قَسِيْنَةُ نَزْلِهِ عَلٰی قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (البقرہ- 97)

کہو (اے محمد) کہ جو کوئی جبرئیل کا دشمن ہو (تو وہ کان کھول کر سن لے) کہ قرآن کو اللہ نے تمہارے دل پر اپنے فرمان کے تحت اتارا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ لوگوں پر مشرق سے لے کر مغرب تک ایک آگ نمودار ہوگی، اور اہل جنت کے سامنے سب سے پہلے جو کھانا پیش کیا جائے گا، وہ مچھلی کے دل کا کباب ہوگا اور جب عورت کے پانی پر مرد کا پانی غالب آتا ہے تو بچہ مرد کے مشابہ ہوتا ہے، اسی طرح جب مرد کے پانی پر عورت کا پانی غالب آتا ہے تو بچہ عورت کے مشابہ ہوتا ہے، عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور آپ اس کے رسول ہیں۔ یہود قوم بہت ہی بہتان طراز ہے، اگر انھیں میرے اسلام لانے کی اطلاع مل گئی ہوگی، اس کے بعد میرے متعلق آپ ان سے پوچھیں گے۔ تو میری عیب جوئی کریں گے۔ اور

بہتان لگائیں گے، پھر یہود آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام کا تمہارے یہاں کیا درجہ ہے۔ ہے۔ انہوں نے کہا ہم میں معزز مانے جاتے ہیں۔ اور معزز باپ کے بیٹے بھی ہیں، اور ہمارے سردار ہیں، نیز سردار کے بیٹے بھی ہیں، آپ نے فرمایا کہ اگر عبد اللہ بن سلام ایمان لے آئیں تو تم کیا کرو گے انھوں نے کہا کہ اللہ ان کو اس سے محفوظ رکھے اتنے میں عبد اللہ بن سلام نکلے اور کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ بہت برا آدمی ہے اور برے آدمی کا بیٹا ہے، غرض کہ عیب بیان کرنا شروع کر دیا عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میں اسی چیز سے ڈرتا تھا۔

ابن الحنفی نے عبد اللہ بن سلام کے اسلام لانے کا واقعہ بیان کیا ہے، ان کے ایک عزیز نے روایت کی ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں نے جب اللہ کا پیغام لانے والی ہستی کے بارے میں سنا، تو آپ کی صفات آپ کے نام اور آپ کے زمانے کو پہچان لیا، کیونکہ ہم اس کے انتظار میں تھے، تو اس اطلاع پر میں دل ہی دل میں خوشی محسوس کر رہا تھا، لیکن زبان سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ یہاں تک کہ رسول خدا مدینہ آ پہنچے، جب آپ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے گھرانے میں پہنچے۔ تو ایک شخص آیا اور اس نے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع مجھے اس حالت میں دی کہ میں اپنے بھجور کے درخت کی چوٹی پر چڑھا، کام میں مصروف تھا، میری پھوپھی خالدہ بنت حارث نیچے بیٹھی تھیں، میں نے جو تشریف آوری کی خبر سنی تکبیر بلند کی، پھوپھی نے میری تکبیر سن کر مجھ سے کہا۔ خدا تجھے غارت کرے تجھے اگر موسیٰ بن عمران کی آمد کا مشرودہ ملا ہوتا، تو اس سے بڑھ کر اظہار مسرت نہ کرتا، میں نے کہا پھوپھی جان خدا کی قسم، یہ موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں، اور انھیں کے دین پر کار بند ہیں۔ یہ وہی پیغام لائے ہیں جو موسیٰ لائے تھے اس پر وہ کہنے لگیں اے میرے برادر زادے کیا وہی نبی ہے جس کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ قیامت کی گھڑی کے قریب بھیجے جائیں گے، میں نے کہا کہ ہاں وہ یہی ہیں، پھر میں آپ کی خدمت میں پہنچا، اور میں نے اسلام قبول کر

سے سنی وہ یہ تھی کہ لوگوں کو کھانا کھلاؤ، سلام کا پرچار کرو، صلہ رحمی کرو، اور نماز اس حالت میں اٹھ کر پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں، جس کی وجہ سے تم جنت میں امن سے داخل ہو گے۔ غرض کہ ان کے علماء اور جلیل القدر حضرات بالکل اسی آیت کے مطابق تھے، جیسا کہ اللہ رب العالمین نے بیان کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنَهُمُ الْكِتَابُ يَغْفِرُ لَهُمْ كَمَا يَغْفِرُ لِقَوْمِ آلِ هَارُونَ (البقرة-146)

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے، وہ آپ کو اسی طرح پچھاتے ہیں، جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پچھاتے ہیں۔

لہذا جو کچھ لوگوں نے اللہ اس کے رسول نیز دار آخرت اختیار کیا اور کچھ لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی اور حسد و کبر کے داعی کی اطاعت کی۔

موسیٰ بن عقیلی کے مغازی میں زہری سے روایت آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ اس وقت مدینہ میں چند بت تھے، جن کی عبادت پر بعض اہل مدینہ مصر تھے، لیکن ان کی قوم کے کچھ آدمیوں نے جا کر ان کو ڈھا دیا۔

حی بن اخطب جو کہ ام المومنین حضرت صفیہ کے باپ ہیں، ان کے بھائی ابو یاسر بن اخطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاس آئے۔ اور آپ سے گفت و شنید ہوئی۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے۔ یہ واقعہ تحویل قبلہ سے پہلے کا ہے۔ ابو یاسر نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے میری قوم میری اطاعت کرو۔ کیونکہ جس چیز کا تم انتظار کر رہے تھے۔ اللہ نے اس کو تمہارے سامنے حاضر کر دیا، لہذا ان کی اتباع کر لو۔ اور مخالفت نہ کرو، پھر اس کا بھائی اور یہود کا سردار حی بن اخطب اس کی باتوں کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ دونوں بھائی بنو نضیر کے تھے۔ اس نے بھی آپ سے گفت و شنید کی، پھر اپنی قوم کے پاس واپس گئے۔ ان کی قوم ان کی باتوں کو مانتی تھی۔ اس نے ان سے کہا کہ میں اس آدمی کے پاس سے ہو کر آیا ہوں میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا۔ اس کے بھائی ابو یاسر نے کہا۔ کہ اے میرے بھائی تم اس معاملے

لیا، پھر اپنے گھر والوں کے پاس آیا، اور ان کو بھی دعوت دی، سو وہ بھی حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، لیکن یہودیوں سے میں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ یہود ایک بہتان طراز گروہ ہے۔ اور ان کے فساد احوال کو بے نقاب کرنے کے لئے آپ مجھے اپنے گھر میں پس پردہ بٹھادیں اور ان کی نگاہوں سے مخفی رکھ کر ان کی رائے میرے بارے میں دریافت فرمائیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا کہ عبد اللہ بن سلام کو گھر میں آڑ کے پیچھے بٹھا دیا، اور یہودی حضرات آپ کے بائیں ہونٹیں، سوالات پوچھتے رہے، اور آپ جواب دیتے رہے، آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں کہنے لگے وہ ہمارے سردار ہیں، اور ہمارے ایک سردار کے فرزند ہیں، ہمارے ایک مرد جلیل ہیں، اور بلند پایہ عالم ہیں، جب وہ سب کہہ چکے، تو میں اوٹ سے باہر آیا اور ان کو مخاطب کر کے کہا۔ اے گروہ یہود خدا کا خوف کرو اور جو دین حضور کے ذریعہ آیا ہے اسے اپنالو، کیونکہ خدا کی قسم تم خوب سمجھتے ہو۔ کہ آپ اللہ کے فرستادہ ہیں، تم حضور کے اسم گرامی اور آپ کی صفات کا تذکرہ اپنے یہاں توراۃ میں لکھا دیکھتے ہو، تو میں تو گواہی دیتا ہوں کہ حضور خدا کے رسول ہیں اور آپ پر ایمان لاتا ہوں، اور آپ کی تصدیق کرتا ہوں اور آپ کو پہچانتا ہوں، یہودیوں نے جب یہ بات سنی تو کہنے لگے تم جھوٹے ہو، اور پھر میرے پیچھے پڑ گئے میں نے اللہ کے رسول سے عرض کیا کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ یہ ایک باطل پسند گروہ ہے۔

نذر، جھوٹ اور برائی میں ملوث لوگ ہیں، پھر میں نے اپنے اور اپنے گھر والوں کے اسلام کا اعلان کیا میری پھوپھی بنت حارث بھی اسلام لے آئیں اور ان کا اسلام بہتر رہا۔

مسند امام احمد اور ان کے علاوہ لوگوں کی روایت ہے کہ حضور کا لوگ شدت کے ساتھ انتظار کرتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو تمام لوگوں کی زبان پر یہی بات تھی کہ حضور آ گئے حضور آ گئے لوگوں کے ساتھ میں بھی حضور کو دیکھنے آیا، میں نے آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سب سے پہلی بات جو میں نے آپ کی زبان

میں میری بات مان لو پھر دوسرے امور میں تمہیں اختیار ہے چاہے ماننا یا نہ ماننا اس نے کہا خدا کی قسم میں تمہاری اطاعت نہیں کروں گا۔ لہذا شیطان اس پر مسلط ہو گیا۔ اور اس کی قوم نے اس کی اتباع کر لی۔

ابن الحنفی نے حضرت صفیہ بنت جحی بن اخطب کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کا خود بیان ہے کہ میں اپنے والد اور چچا کی نگاہ میں ساری اولاد سے زیادہ چیمیتی تھی، اور دونوں ہمہ وقت ساتھ رکھتے تھے۔ جب رسول خدا مدینہ آئے اور قبائیں قیام فرمایا، تو میرے والد جحی بن اخطب اور چچا ابو یاسر بن اخطب منہ اندھیرے ملاقات کے لئے گئے۔ لوٹے تو غروب آفتاب کا وقت تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بہت جھگڑے ماندے اور پریشان خاطر ہیں، وہ بہت دھیمے انداز میں چلے آ رہے تھے۔

میں معمول کے مطابق مسکراتی ہوئی ان کی طرف متوجہ ہوئی، لیکن بخدا پریشانی کے مارے دونوں میں سے کسی نے میری طرف التفات نہ کیا، میرے چچا ابو یاسر میرے والد سے کہہ رہے تھے کیا یہ وہی پیغمبر موعود ہے۔ والد نے کہا، ہاں خدا کی قسم، چچا نے پھر پوچھا کیا تم نے اسے پہچان لیا ہے۔ اور یقین کر لیا ہے والد نے جواب دیا ہاں، اس پر چچا نے دریافت کیا، پھر اس کے لئے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔ والد نے کہا دشمنی، میں جب تک زندہ رہوں گا خدا کی قسم دشمنی کروں گا۔

ابن الحنفی نے عبداللہ بن عباس کی ایک روایت بیان کی ہے۔ جب عبداللہ بن سلام ثعلبہ بن شعبہ اسد شعبہ اسید بن عبید وغیرہ یہودی حضرات ایمان لے آئے اور اسلام کے شیدائی بن گئے، تو یہودیوں میں جو لوگ آپ کی نبوت کے منکر تھے۔ وہ کہنے لگی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہم میں بدترین لوگ ہیں، اگر وہ اچھے ہوتے، تو اپنے آبائی مذہب کو چھوڑ کر غیر کا مذہب نہ اختیار کرتے اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

لَيْسُوا سَوَاءً ۚ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۝ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۚ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ (ال عمران-113-114)

اہل کتاب میں جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت رات کی گھڑیوں میں کیا کرتے ہیں۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے ہیں۔ نیز بھلائی میں بہت مت کرتے ہیں، وہی لوگ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

تورات و انجیل میں نبی کریم ﷺ کی صفات کا تذکرہ کرنا یہ زیادہ بلیغ ہے بنسبت اسکے کہ صرف آپ کا نام ذکر کیا جاتا

مختصر کا اعتراض یہ ہے کہ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام تورات و انجیل کے اندر موجود تھا، لیکن یہودیوں نے دولت و ریاست کی خاطر اس کو منادیا۔ یہ بات عقل میں آنے والی نہیں۔ کیا مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام لوگوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں سے آپ کا نام منادیا ہوگا، بلکہ یہ تو اس قدر محیر العقول بات ہے کہ زبان سے کرنے والی بات کا انتساب اس قدر محیر العقول نہیں، کیونکہ زبان سے انکار کرنے کے بعد رجوع ممکن ہے لیکن نام منادینے کے بعد رجوع محال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سوال کی بنیاد ہی درحقیقت کج فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ ان کا خیال ہے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ تورات اور انجیل میں آپ کا نام لفظ محمد کے ساتھ مذکور تھا۔ لیکن پوری دنیا کے یہود و نصاریٰ نے مل کر اس نام کو منادیا ہے۔ اور دونوں کتابوں سے اسے بالکل خارج کر دیا ہے اور اس کی وصیت بھی مشرق و مغرب قرب و بعد ہر جگہ کر دی تھی۔

حالانکہ مسلمانوں کے کسی عالم نے بھی ایسی بات نہیں کہی ہے۔ نہ خدا نے قرآن مجید میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ نہ یہ قول

صحابہ کرام اور ائمہ دین کا ہے نہ ہی علماء تفسیر اور تاریخ نویسوں نے یہ بات لکھی ہے، ہاں اگر چند لوگوں نے یہ بات کہی ہے۔ تو یہ معمولی قسم کے عوام الناس ہیں، جنہوں نے اس کے ذریعہ دین کی مدد کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ دین کی مدد نہیں، بلکہ اس کو ضرر پہونچانا ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ جاہل دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ کیونکہ دانا دشمن کے مقابلہ میں جاہل دوست سے نقصان زیادہ پہونچتا ہے، بلکہ ان کی یہ بات درحقیقت قرآن میں عدم تدبیر کی دلیل ہے۔ کیونکہ جس آیت کریمہ سے انہوں نے یہ سمجھا کہ تورات و انجیل کے اندر حضور کا مخصوص نام (محمد) موجود تھا۔ وہ یہ ہے:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُونًا
عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ
عَنِ الْمُنْكَرِ (الاعراف- 157)

جو لوگ اس رسول اور نبی امی کی اتباع کرتے ہیں۔ وہ اپنے تورات اور انجیل میں آپ کے بارے میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

حالانکہ صراحتاً اس کے اندر نام کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ آیت کریمہ سے تین مقامات آپ کے لئے متعین ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود ہے، اور آپ کی صفات نیز ظہور کے وقت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اسی چیز کی طرف اللہ رب العالمین نے اشارہ کیا ہے۔ لہذا اس سے یہ مطلب نکالنا کہ آپ کا مخصوص نام ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ یہ صحیح نہیں کیونکہ اس کی خبر خدا نے نہیں دی ہے۔ اور نہ ہی مجر د اسم کے ذکر کرنے میں وہ خوبی پائی جاتی ہے۔ جو کہ آپ کے صفات علامت اور وقت ظہور کے تذکرے میں ہے۔ کیونکہ ایک نام کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہو سکتا ہے۔ لہذا تمیز کرنا دشوار ہو جائے گا۔ اور محمد نامی کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کر سکتا کہ اس کو اس فعل کی طرف منسوب کیا جائے جس کو اس نے نہیں کیا ہے۔ اگر ایسا کرنا درست ہوتا تو وہ ہم نام شخصوں میں ایک کا قرض دوسرے کے حوالہ کر دیا جاتا۔ اس کے علاوہ مجر د اسم کے

ذکر سے بیان و شناخت نیز ہدایت یابی محال ہے۔ لیکن صفات و علامات کی وضاحت دعوت اور امتوں کی خصوصیت نیز وقت ظہور کے بیان سے اس ہستی کی تعین اور غیر سے تمیز ہو جاتی ہے۔ اور اسی چیز کا تذکرہ تورات انجیل نیز دیگر آسمانی کتابوں میں ہوا ہے جس پر مختلف طریقوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

پہلی بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی امت کے ایمان کے سب سے زیادہ حریص اور اپنے مکابرین کے خلاف سب سے زیادہ ٹھوس دلیلیں قائم کرنے والے ہیں۔ آپ نے خود یہود و نصاریٰ کے خلاف اپنے اس قول کو ٹھوس دلیل بنایا کہ ہماری صداقت کے لئے صرف یہی کافی ہے کہ تمہاری کتابوں میں خود ہماری نبوت کا تذکرہ موجود ہے۔

جس کی تلاوت تم دن رات کھلے چھپے کرتے ہو۔ لہذا اگر آپ دلیل بے بنیاد ہوتی اس کا بطلان واضح ہوتا تو لوگ آپ کی اتباع کرنے سے باز رہتے اور ایسے ہی آپ کا مذاق اڑا دیتے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی کے سامنے اپنے صداقت کے لئے یہ دلیل دے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ تم فلاں بن فلاں ہو تمہارا یہ پیشہ ہے تمہاری یہ کنیت اور لقب ہے جس سے تم پہچانے جاتے ہو، لیکن اس کی ساری باتیں حقیقت کے خلاف ہوں تو فوراً معمولی عقل کا آدمی بھی اس کا مذاق اڑانے سے نہیں چو کے گا۔ بلکہ اس کو جھوٹا دروغ گو غرض کہ اسی طرح کے مختلف تمغوں سے نوازے گا۔ لوگوں کے سامنے اس کی برائی بیان کرے گا چہ جائیکہ اس کی تصدیق کرے اور اس کی باتوں کو مانے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے آپ کی بات کی تصدیق کی آپ پر ایمان لائے، آپ کی صفات کی نشاندہی کی، لوگوں کے سامنے بیان کیا، البتہ چند لوگوں نے انتہا پسندی سے کام لیا اور اپنی کتابوں میں آپ کی صفات کا تذکرہ تسلیم کرنے کے باوجود بھی انکار نبوت کے لئے یہ گنجائش نکالی کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں آیا ہے۔ اور نہ ہی ان کے اندر وہ صفات اور نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ یہ کھلا ہوا مکابرہ اور غایت درجہ کا صدی پن تھا، کیونکہ وہ علامتیں آپ کے اندر بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں، جس کا اعتراف ان کے بادشاہ قیصر روم، اور سلمان فارسی

جیسے بڑے لوگوں نے کیا تھا، ہر قل جیسے عظیم المرتبہ اور جید عالم نے اب سفیان کے سامنے آپ کی نبوت کی تصدیق کی تھی، کیونکہ ابوسفیان کے بیان کے مطابق نبوت کی تمام علامتوں کو اس نے آپ کے اندر موجود پایا تھا۔ اور یہ بھی پیشین گوئی کی تھی کہ غزیرب اس کی بادشاہت میرے ان قدموں کی جگہ بھی ہوگی۔ ان کے علاوہ ان کے بڑے بڑے احبار و رہبان نے بھی آپ کو اسی طرح پہچان لیا تھا۔ جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں جس کا تذکرہ قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿ البقرة - 146

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دے رکھی ہے وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، لیکن یہ ہے کہ ان میں کی ایک جماعت حق جاننے کے باوجود بھی حق پوش ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿ (الانعام - 20)

جن کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ آپ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کو خسارے میں ڈال رکھا ہے، وہی آپ پر ایمان نہیں لارہے ہیں۔

ان کی یہ شناخت درحقیقت ان صفات اور علامتوں کی روشنی میں تھی، جو کہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ چنانچہ اہل کتاب کے بعض مسلمانوں نے صاف صاف آیت کریمہ کی تصدیق کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم میں سے ہر شخص آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گھر سے باہر نکلنے ہی اس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ رب العالمین نے اس شخص کی تعریف کی۔ جس نے حق کو پہچان لیا اور اس کی اتباع میں کسی قسم کا منکرانہ رویہ نہیں اختیار کیا۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ۖ ذَلِكَ بَيِّنٌ

مِنْهُمْ قَسِيصٌ وَرُهْبَانًا ۖ إِنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۚ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۚ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۖ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۚ فَأَنَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا فَجَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۚ (المائدہ - 82-86)

آپ یہودیوں کو اور مشرکوں کو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن اور نصاریٰ کو ان کا سب سے بڑا دوست اور قریبی پائیں گے، اس لئے کہ ان میں نیک لوگ اور راہب حضرات ہیں، جو درگروانی نہیں کرتے جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ حق کو جان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ لہذا ہمارا نام شاہدوں کے ساتھ لکھ لے، اور ہم خدا پر کیوں نہیں ایمان لائیں گے، اور حق کی تصدیق کریں گے جبکہ ہم طمع کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں شامل کرے، چنانچہ اللہ نے اس کو اس قول کا بدلہ ایسی جنت کے ذریعہ دیا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی نیک لوگوں کا بدلہ ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیاتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنمی ہیں۔

آیت کریمہ کا شان نزول عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بیان کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نجاشی کے سامنے حاضر ہوئے، اور قرآن کی تلاوت کی تو راہبوں اور پادریوں نے اسے سن کر رونا شروع کر دیا کیونکہ وہ فوراً حق کو پہچان گئے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ذَلِكَ بَيِّنٌ مِّنْهُمْ قَسِيصٌ وَرُهْبَانًا ۖ إِنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ۔

سہی کا بیان ہے کہ جو لوگ آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ ان کی تعداد بارہ تھی، ان میں سات پادری تھے اور پانچ راہب تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ

رونے لگے اور دعا کرنے لگے۔ رَبَّنَا اَمِنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْسِبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔

ابن عباس کا ایک قول ہے کہ اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی مراد ہیں، کیونکہ یہی وہ نیک لوگ ہیں جنہوں نے اس بات کی طمع کی کہ اللہ شاہدین میں ان کو داخل کرے۔

مذکورہ باتوں کے بیان کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، انہیں صفات کی مدد سے پہچانا تھا جو ان کی کتابوں میں آپ کے بارے میں مذکور تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ فوراً ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل نے تصدیق کر لی۔

اسی کے مثل اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:-

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوَّلًا ثُمَّ اٰمِنُوْا اِنَّ الدِّیْنَ اَوَّلُوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا یُنٰثِلُ عَلَیْهِمْ یَنْجِرُوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُبْحٰنًا ۝ وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَیَخِرُوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَسْكُوْنَ ۝ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ (الاسراء- 107-109)

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہ دیجئے کہ چاہے تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، لیکن وہ حضرات جن کو آپ سے پہلے علم دیا گیا ہے، جب ان کے اوپر تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھنڈیوں کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہا اور ٹھنڈیوں کے بل روتے ہوئے گرتے ہیں جس سے ان کے خشوع و خضوع میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

امام الفخیر مجاہد کا بیان ہے کہ یہ اہل کتاب کی ایک جماعت تھی، جو قرآن کو سن کر سجدے میں گر گئے تھے اور کہتے گئے:

سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ (الاسراء- 108)

وعدہ سے مراد خدا کا وہ وعدہ ہے۔ جو اس نے تمام نبیوں کے زبانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا وعدہ کیا تھا، اور یہ بھی بتلایا تھا کہ آپ کا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا۔ آپ کی دعوت پوری روئے زمین کے گوشے میں پہنچے گی۔ آپ کے بعد قیامت قریب ہوگی، اہل کتاب متفقہ طور

پاس وعدہ پر یقین رکھتے تھے، اور نبی کا انتظار کر رہے تھے، لہذا جب آپ کی بعثت ہوئی، تو نیک لوگوں نے حق کو پہچان کر آپ کی اتباع کر لی اور بد بختوں نے کہا کہ وہ نبی نہیں ہیں۔ بلکہ ہم ابھی ان کا انتظار کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہوگا لہذا انہیں نیک ہستیوں کے متعلق یہ بیان ہے کہ جب انہوں نے قرآنی آیتیں سنیں تو آپ کو پہچان گئے اور خدا کے آگے سجدے میں گر گئے، اس پر ایمان لائے اور خدا کے اس وعدہ کے پورے ہونے کی تصدیق کی اور کہنے لگے:

سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝

یونس بن کبیر نے مسلم بن عبد یسوع عن ابیہ عن جدہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے پاس خط ان لفظوں میں لکھا:-

ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے الہ کے نام سے آغاز کرتا ہوں۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اسقف نجران اور اہل نجران کے پاس تم سلامت رہو۔ ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے رب کی حمد و ثناء کے بعد میں تم کو بندوں کی آقا کی سے خدا کی آقا کی کی طرف پکارتا ہوں، اگر تم اس سے انکار کرو تو تم پر جزیہ لازم ہے۔ اور اگر اس سے بھی انکار کرو تو اعلان جنگ ہے۔ والسلام

اسقف نے خط پڑھا تو اس کے بدن میں کپکپی سی طاری ہو گئی۔ اس نے پہلے ہمدان کے ایک بڑے شخص شرجیل بن واعدہ کو بلا بھیجا، چنانچہ وہ آیا تو اسقف نے حضور کا خط اس کے حوالے کر کے رائے طلب کی اس نے خط پڑھا اور کہا، مجھے یہ بات معلوم ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ بنی اسحاق سے ایک بنی بھیجے گا لیکن ہم تطہیت کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہی وہ نبی موعود ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کوئی رائے دے سکتے ہیں۔ البتہ اگر نبوت کے بجائے کوئی دنیاوی معاملہ ہوتا تو ہم اسے ضرور رائے دینے کی کوشش کرتے۔ اسقف نے اسے الگ بٹھا دیا، پھر نجران کے ایک آدمی عبد اللہ بن شرجیل کو بلا یا اور ان سے بھی رائے طلب کی انہوں

نے بھی خط پڑھ کر وہی جواب دیا جو شریل بن وداہ نے دیا تھا اسقف نے انھیں بھی الگ بٹھا دیا۔ پھر بنونجار کے ایک شخص جبار بن فیض کو بلایا اور ان سے بھی رائے طلب کی انھوں نے بھی وہی جواب دیا جو عبد اللہ اور شریل نے دیا تھا۔ چنانچہ اسقف نے انھیں بھی ایک گوشے میں بٹھا دیا، پھر جب ایک قول پر تمام لوگوں کا اتفاق ہو گیا۔ تو ناقوس بجانے اور گرجاؤں میں آواز بلند کرنے کا فرمان جاری کر کے پوری وادی کے لوگوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ اور یہ طریقہ اس وقت اپناتے جب دن میں کوئی حادثہ پیش آتا، لیکن رات میں جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ ناقوس بجاتے اور گرجا گھروں میں آگ روشن کی جاتی، چنانچہ وادی میں بہتر بستیاں تھیں اور آبادی اتنی تھی کہ ایک لاکھ جنگجو نکل سکتے تھے، سب اکٹھا ہو گئے اور بہت بڑا اجتماع منعقد ہوا۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ان کے سامنے پڑھا گیا، اور رائے طلب کی گئی۔ مشورہ عام کے بعد یہ طے پایا کہ اکابر کا ایک وفد مدینہ جائے اور صاحب مکتوب سے بات چیت کرے اور جائزہ لے، چنانچہ شریل عبد اللہ اور جبار بن فیض کو خصوصیت کے ساتھ نامزد کیا گیا یہ لوگ جب مدینہ پہنچے، تو سفر کے لباس کو اتار کر ریشم کے حلہ اور سونے کی انگوٹھیاں زیب تن کیں اور اسی حالت میں آپ سے گفتگو کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انھیں بات کرنے کا موقع نہیں دیا وہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے، اور عثمان بن عفان، عبد الرحمن بن عوف کو تلاش کرتے ہوئے مہاجرین کی ایک جماعت میں پہنچے، جن سے تجارتی تعلقات کی بنا پر شناسائی تھی، اور پورا ماجرا بیان کیا، پھر رکنے یا واپس جانے کے متعلق ان سے رائے طلب کی ان دونوں نے حضرت علی سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت علی نے حضرت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف سے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ریشمی حلہ اور سونے کی انگوٹھیاں اتار دیں اور اپنا سفر والا لباس پہن کر آپ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا کیا، پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس نے ہمیں حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ یہ جب پہلی مرتبہ میرے پاس آئے تھے، تو ابلیس ان کے ساتھ تھا، پھر آپ کے اور ان کے درمیان بہت سے سوالات

ہوئے، ان میں سے ایک سوال انھوں نے یہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

إِنْ مَثَلْ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۚ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَ نَحْمُ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَ نَحْمُ وَآنَفُسَنَا وَآنَفُسَكُمْ ۚ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝ (ال عمران - 59-61)

عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر کہا ہو جاؤ، سو وہ ہو گئے یہ اصل حقیقت ہے، جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جاؤ جو اس میں شک کرتے ہیں، یہ علم آ جانے کے بعد اب کوئی اس معاملے میں تم سے جھگڑا کرے گا۔ تو اسے نبی اس سے کہو کہ آدم اور تم خود بھی آ جاؤ، اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں، اور خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہوا اس پر خدا کی لعنت ہو۔

انھوں نے ایسا قرار کرنے سے انکار کیا، اگلی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ اور حضرت حسن حسین کو اپنے ساتھ لے کر مہلبہ کرنے لے لئے نکلے، شریل بن عمر نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم دونوں جانتے ہو کہ پوری قوم میری رائے سے جمع ہوئی تھی اور واپس چلی گئی، اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ معاملہ چل پڑا ہے لہذا ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ اس لئے اگر یہ آدمی فرشتہ ہے جو خدا کی جانب سے بھیجا گیا تو سمجھو کہ میں عرب میں پہلا شخص ہوں گا۔ جس نے اس کی ذات پر طعن کیا، اور اس کے معاملہ کی تردید کی، لہذا جب بھی اس کی قوم کا کوئی بھی شخص ہمارے پاس آئے گا تو ہمیں بغیر نقصان پہنچائے واپس نہیں جائے گا۔ میں ان کا سب سے قریبی پڑوسی ہوں۔ لہذا ہر اعتبار سے ہمارے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اور اگر یہ آدمی نبی مرسل ہے۔ تو سمجھ لو کہ مہلبہ کرنے کے نتیجہ میں ہم اس طرح نیست و نابود کر دیئے جائیں گے کہ پوری روئے زمین پر ہمارا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ اس کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ ابو مریم پھر کیا خیال ہے ہم معاملہ

تمہارے ہی ہاتھ میں دیتے ہیں۔ جیسا مناسب سمجھو کرو۔ شرنیل نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاکم بناتے ہیں، کیونکہ وہ ناحق فیصلہ نہیں کرتے ہیں۔ دونوں نے اس کی بات مان لی پھر وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میں آپ کو مکمل ایک دن کے لئے حکم بناتا ہوں، آپ جو بھی میرے متعلق فیصلہ کریں گے درست ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ شاید تمہارے پیچھے کچھ لوگ ہیں جو تمہاری گرفت کرتے ہیں، اس نے کہا کہ نہیں اور گواہ کے طور پر اپنے دونوں ساتھیوں کو پیش کیا، اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ سب کچھ شرنیل ہی کی رائے سے ہو رہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹ گئے، اور مباہلہ نہیں کیا، اگلے روز وہ پھر آئے اور آپ نے ان کے لئے فرمان لکھ دیا، وفد فرمان لے کر واپس ہوا تو اسقف کے اعلیٰ سردار اس کے استقبال لے لئے بہت دور تک آئے۔ اسقف کے ساتھ اس کا چچیرا بھائی ابو علقمہ بھی تھا، وفد نے فرمان راستہ ہی میں اسقف کو پیش کر دیا، اور وہ اسے چلتے چلتے پڑھنے لگا، ابو علقمہ بھی فرمان کی طرف اس درجہ متوجہ ہوا کہ اونٹنی سے گر پڑا، اس کی زبان سے نکلا برا ہو، اس شخص کا برا ہو، جس کی وجہ سے ہم لوگ مصیبت میں پڑے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کا اشارہ کدھر تھا، اسقف نے سختی سے کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہو، خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہیں۔ اب ابو علقمہ کے دل میں انقلاب آ گیا اور اس نے یہ عزم ظاہر کیا کہ اچھا اب تو خدا کی قسم میں ناقہ کا پالان اس کی بارگاہ ہی میں جا کر اتاروں گا، اور مدینہ کی طرف اپنی سواری موڑ دیا، اسقف اس کے پیچھے پیچھے اونٹنی دوڑاتا ہوا پکا تار ہا کہ میری بات تو سنو، میرا مدعا تو سمجھو کہ میں نے کس مصلحت سے وہ فقرہ کہہ دیا تھا ابو علقمہ نے ایک نسخہ اور اس سے کہا کہ تمہارے ذہن سے اتنی بڑی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی، چنانچہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایمان لے آیا۔ وہیں مقیم ہو گیا اور خدائے تعالیٰ نے اس کو مرتبہ شہادت نصیب کیا۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ کتابوں میں نبی کریم ﷺ کے ذکر پر بارہ دلیلیں

پہلی بات یہ کہ خود صادق والمصدق پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اطلاع دی ہے جن کی گواہی ہی تن تہا یقین کے لئے کافی ہے۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے یہ خبر دے کر ان کے خلاف اپنی صداقت کا زبردست مظاہرہ کیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ قطعی طور پر یہ چیز اس میں موجود ہے، ورنہ آپ اس سے استدلال نہ کرتے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ ان کے راہبوں اور بڑے عالموں نے بھی باطل پر حق کو ترجیح دی، اور توراۃ و انجیل کے اندر آپ کی مذکورہ صفات کا تذکرہ کیا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ آپ کی نبوت کے منکرین نے بھی اسی چیز کا اعتراف کیا تھا کہ ان کی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے، اور ان کے ظہور کا زمانہ نیز امتوں کی خصوصیت کی تفصیل بھی موجود ہے، لیکن انہوں نے آپ کو نبی نہیں تسلیم کیا، بلکہ یہ کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے، جب کہ یہ حد درجہ کی سرکشی اور ضدی پن تھا، کیونکہ وہ یقینی طور پر آپ کو پہچانتے تھے۔ اور اپنے دل میں کج روی کو سمجھتے بھی تھے۔

پانچویں دلیل یہ کہ ان میں بہت سے لوگوں نے آپ کی تصدیق کی تھی اور یہ بھی تسلیم کیا تھا کہ درحقیقت یہی وہ نبی ہیں جن کی صفات و علامات کا تذکرہ ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں ہمیشہ اس سے دشمنی کروں گا جیسے کہ جی بن اخطب نے کہا تھا۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و جہنم، انبیاء کے قصہ ان کی امتوں کا

برتاؤ اور انجام غرض کہ متعدد چیزوں کے متعلق ان کو باخبر کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ تمام چیزیں تمہاری کتابوں میں موجود ہیں اس پر انھوں نے آپ کی موافقت کی، آپ کے بیانات کی تصدیق کی اور بغیر چوں و چرا آپ کی تمام باتوں کو مان لیا حالانکہ وہ اس تلاش میں رہتے تھے کہ آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل جائے۔ جس کا ذکر ان کی کتابوں میں نہ ہو، تاکہ اس کو طے اڑیں، اور لوگوں کے درمیان خوب پروپیگنڈہ کریں۔ جس سے آپ کی بدنامی ہو، اور لوگ متنفر ہو جائیں، لیکن کسی بھی بات کو نہیں جھٹلا سکے، بلکہ آپ کا یہ کہنا کردہ تمام باتوں کو اپنی کتابوں میں من و عن تسلیم کیا لہذا جہاں آپ کے تمام بیانات صحیح ہیں تو آپ کا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ میرا تذکرہ تمہاری کتابوں میں ہے۔ اور آپ کا قول ہی صرف دلیل کے لئے کافی ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ یہ بات آپ نے مشرکین، اہل کتاب اور مومنین تمام لوگوں سے کہی تھی، سو اگر یہ بے بنیاد بات ہوتی تو مشرکین ضرور اہل کتاب سے دریافت کرتے، اور اہل کتاب کھلم کھلا اس کو جھوٹ بتلاتے اور خود بھی انکار کر بیٹھتے، اسی طرح مسلمان بھی اس کی حقیقت جاننے کے بعد مرتد ہو جاتے جس سے وہ مقصد یکسر فوت ہو جاتا جس کی وجہ سے یہ بات کہی گئی تھی۔ اور یہ کسی عاقل کی بات نہ ہوتی۔

جیسے کہ کوئی آدمی جھوٹی بات کہے اور اس کو بیان کر کے اپنی صداقت کا مظاہرہ کرے تو یقیناً اس کو بے وقوف اور پاگل سمجھیں گے اور کوئی بھی عاقل ایسا نہیں کر سکتا، لہذا متفقہ طور پر تمام لوگوں کا انکار نہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنے قول میں سچے ہیں۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ اگر انھیں آپ کے متعلق انبیاء کرام کی بشارت اور ان کے بیان کردہ صفات و علامات کا علم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انبیاء نے آپ کے متعلق بشارت دی ہی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ بشارتیں ان تک نہ پہنچی ہوں اور یہ کوئی بعید بات نہیں بلکہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بہت سی باتیں ہیں جن کو یہود و نصاریٰ نہیں جانتے ہیں، لہذا جب وہ صادق و المصدق نبی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ

انبیاء نے آپ کے متعلق بشارتیں دیں ہیں تو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور نہ جاننا انکار کا قطعی سبب نہیں بن سکتا۔

نویں دلیل یہ ہے کہ جن نسخوں میں اس کا تذکرہ تھا ہو سکتا ہے کہ ان نسخوں سے ان بشارتوں کو مناد یا گیا ہو، پھر انہیں منائے گئے نسخوں کو نقل کیا گیا ہو جو ان کے ہاتھوں میں ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے نسخوں میں اس کا تذکرہ نہ پاتے ہوں۔

تورات اور انجیل کے نسخوں میں اختلاف کا بیان اناجیل تاریخ کے آئینہ میں

اہل کتاب کا کہنا ہے کہ توراۃ کے تمام نسخے مشرق و مغرب میں ایک ہیں حالانکہ یہ بالکل سفید جھوٹ ہے جس کی وہ بیوقوفوں میں اشاعت کرتے پھرتے ہیں، کیونکہ نصاریٰ کے پاس جو توراۃ ہے وہ اس توراۃ سے بالکل مختلف ہے جو یہود کے ہاتھ میں ہے۔ اور سامرہ کے پاس ان دونوں کے نسخوں سے مختلف نسخہ ہے۔

اسی طرح انجیل کے نسخوں میں بھی اختلاف ہے۔ توراۃ کے اندر جو کی بیشی کی گئی ہے، وہ کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں بلکہ وہ قطعی طور پر جانتے ہیں کہ اس کے اخبار و احکامات وہ نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کئے گئے تھے۔ اسی طرح انجیل کی بھی حالت ہے جس میں سولی دیئے جانے کا قصہ نصاریٰ کے شیوخ اور حواریوں کا گھڑا ہوا ہے۔ لیکن اس کو انجیل میں ملا دیا گیا۔ اور پورے مجموعے کو انجیل کہا گیا۔

اناجیل چار ہیں۔ اور ان میں ہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لہذا ان کا یہ کہنا ہے کہ توراۃ انجیل کے تمام نسخے خواہ یہود کے ہاتھ میں ہوں یا نصاریٰ کے یا سامرہ کے سب کے سب ایک ہی ہیں یہ سراسر دروغ بیانی ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ نصاریٰ خود انجیل کو من جانب اللہ

حضرت مسیح پر نازل کردہ کتاب نہیں مانتے ہیں بلکہ اس کو تاریخ کی چار کتابیں مانتے ہیں۔ جن کو چار آدمیوں نے مختلف زمانے میں مرتب کیا ہے۔ ایک انجیل تو وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد ”متی“ نے عبرانی زبان میں یہودیوں کے شہر شام میں تالیف کیا تھا اور یہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے نو سال بعد کا واقعہ ہے، دوسری انجیل وہ ہے جس کو شمول کے شاگرد مرقس ہارونی نے یونانی زبان میں روم کے ایک شہر انطاکیہ میں تالیف کیا تھا، اور یہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ۲۳ سال بعد کا واقعہ ہے۔ اس انجیل کے بارے میں ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کو موعون ہی نے مرتب کیا تھا لیکن اس کا نام شروع ہی سے مٹ گیا اور اسے اس کے شاگرد مرقس کی جانب منسوب کر دیا گیا۔

تیسری انجیل وہ ہے جس کو موعون کے شاگرد لوقا طیب انطاکیہ نے مرقس کی تالیف کے بعد مرتب کیا، چوتھی انجیل وہ ہے جس کو حضرت مسیح کے شاگرد یوحنا نے یونانی زبان میں تصنیف کیا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ حضرت مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کا واقعہ ساٹھ سال سے بھی زیادہ گزر چکا تھا ان چاروں کتابوں میں سے ہر ایک کو انجیل کہتے ہیں جس کے درمیان کافی اختلاف ہے۔

اسی طرح یہود و نصاریٰ اور سامرہ کے تورات مختلف ہیں، لہذا یہود و نصاریٰ کا یہ کہنا کہ تورات و انجیل کے تمام نئے مشرق و مغرب میں ایک ہی ہیں ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ کھلا ہوا جھوٹ اور حقیقت پوشی ہے، کیونکہ بہت سے علماء اسلام نے ان کے فرق کو واضح کیا ہے اور اگر طول کلام کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تفصیل سے بیان کرتا۔

اہل کتاب کی تحریف اور رسول اللہ ﷺ کی صفات کے چھپانے کا تذکرہ

اللہ رب العالمین نے ان کی تحریف اور حق پوشی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان الفاظ میں کی ہے:-

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٠١﴾ (ال عمران - 71)

اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کا رنگ دے کر مشتبہ بناتے ہو، کیوں جانتے ہو جیسے حق کو چھپاتے ہو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ﴿١٥٩﴾ (البقرة - 159)

بے شک وہی لوگ جو ہماری نازل کردہ نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کر دیا ہے تو ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجیں گے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيُسْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ مَتَابُكُم ۖ فِي نُطُوبِهِمْ إِلَّا النَّارُ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾ (البقرة - 174)

ویشک وہ لوگ جو اللہ کی نازل کردہ کتاب سے احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تمھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، قیامت کے دن اللہ ہرگز ان سے

بات نہ کرے گا۔ نہ انھیں پاکیزہ ٹھہرائے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ
مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ
يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿16-15﴾

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا جو تمہیں بہت سی چیزوں کے متعلق خبر دیتا ہے جس کو تم کتاب سے چھپاتے ہو اور بہت سی چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے (جس کو تم بیان کرتے تھے) تحقیق تمہارے پاس اللہ کی جاڑ ہے جس سے نور اور کتاب مبین آجینگی اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اس شخص کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جس نے اس کی خوشنودی تلاش کی اور اپنے حکم سے ان کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اسی طرح ان کے تحریف کا تذکرہ قرآن میں متعدد جگہ آیا ہے۔ اور یہ بھی بار بار بتلایا گیا ہے کہ وہ کس طرح اپنی زبانوں کو موڑ کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، تاکہ سننے والے کا ذہن حقیقی مفہوم کے بجائے دوسرے مفہوم کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس اعتبار سے ان کے تحریف اور امتحان کی پانچ شکلیں بنتی ہیں۔

پہلا یہ کہ وہ حق کو باطل کے ساتھ غلط ملط کر دیتے ہیں تاکہ باطل سے حق کی تیز نہ کی جا سکے، دوسری شکل یہ ہے کہ وہ سرے سے حق ہی کو چھپا لیتے ہیں تیسری شکل یہ ہے کہ وہ قریب قریب حق کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ چوتھی یہ ہے کہ وہ کلمے کو اس کی جگہ سے بدل دیتے ہیں یا تو لفظ بدل دیتے ہیں یا معنی میں تحریف کر دیتے ہیں۔ پانچویں شکل یہ ہوتی ہے کہ اپنی زبان کو موڑ کر کلمے کی ادائیگی کرتے ہیں، تاکہ سامع کا ذہن حقیقی لفظ کے بجائے دوسرے لفظ کی طرف منتقل ہو جائے، اور یہ سب چیزیں وہ ایک خاص مقصد کے تحت کرتے ہیں۔

لہذا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی قتال اور آپ کی نبوت کا انکار کرنے میں

انہوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تو آپ کی صفات کا انکار کرنے، اس کو چھپانے یا اپنی جگہ سے بنانے اور اس کی غلط تاویل کرنے میں انہیں کون سی چیز روکے گی، بلکہ ایسا تو بدرجہ اولیٰ وہ کریں گے۔ چنانچہ بے خوف ہو کر انہوں نے ایسا کیا، لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ اس کو چھپانہ سکے تھے اس لئے اس میں تاویل کر کے تحریف کرنے لگے، اور اس کے حقیقی مفہوم کو بدل کر گھڑا ہوا معنی پیش کر دیا۔

اس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے اپنی نبوت کے متعلق دلیل اہل کتاب کے علماء سے بھی دریافت کیا تو انہوں نے دشمنی کے باوجود آپ کی گواہی دی لہذا اب معاندین کے جھٹلانے سے ذرا بھی فرق نہیں پڑے گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتُ مُرْسَلًا ۚ قُلْ خَفِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ بَيْنِي
وَبَيْنَكُمْ ۚ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ﴿43﴾ (الرعد)

کفار آپ سے کہتے ہیں کہ آپ نبی نہیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ میرے اور تمہارے اور اہل کتاب کے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ کے لئے کافی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَهِيدٌ مِّنْ بَنِي
إِسْرَآءَ ۖ نَبِيٍّ عَلٰى مِثْلِهِ فَأَمَّا وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ ﴿10﴾ (الاحقاف)

اے بنی آپ کو دیجئے کہ کبھی تم نے سوچا بھی کہ اگر یہ باتیں خدا کی جانب سے ہوں اور تم نے اس کا انکار کر دیا تو تمہارا کیا انجام ہوگا۔ حالانکہ اسی کے مثل کلام پر بنو اسرائیل کا ایک گواہ گواہی بھی دے چکا ہے۔ اور وہ ایمان بھی لے آیا اور تم اپنے تکبر میں پڑے رہے، ایسے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

اسی طرح اللہ رب العالمین نے فرمایا:-

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَشِيعِينَ لِلَّهِ ۚ لَا يَشْعُرُونَ بِبَايَةِ اللَّهِ تَمَنَّا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ (ال عمران-199)

اہل کتاب میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور تمہاری اور ان کی جانب جو چیزیں خدا نے نازل کی ہیں اس پر ایمان لائے ہیں اس حال میں کہ وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ اللہ کی آیات کے بدلے تمہارے فائدے کو وہ حاصل نہیں کرتے ہیں، اللہ کے یہاں ان کے لئے اجر ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

اور ایک اور جگہ ارشاد ہے:

ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قَتِيلِينَ وَرُفَاتًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۖ وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٢-٨٣﴾ (الأنعام-82-83)

نصاری کے تہدیک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں درویش اور راہب حضرات ہیں جو تکبر نہیں کرتے اور جب رسول کی جانب نازل کردہ چیزوں کو سنتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیونکہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے بس ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ الْكِتَابُ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ فَاَلْقَوْا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا ۖ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۖ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرُهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا وَيَذَرُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿٥٤-٥٥﴾ (التقصص-54-55)

جن لوگوں کو ہم نے آپ سے پہلے کتاب دے رکھی ہے وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے حق

ہے۔ ہم اس سے پہلے بھی مسلم تھے، ایسے لوگوں کے لئے دو ہرا اجر ہے۔ کیونکہ انہوں نے صبر کیا ہے اور نیکیوں کے ذریعے براہین کو دور کرتے ہیں، اور ہم نے انھیں جو روزی دے رکھی ہے اس سے خرچ کرتے ہیں۔

مذکورہ آیتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب کے علماء نے خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اور ان کی تعداد مکہ مکینہ کے ہنسبت کہیں زیادہ تھی۔ اور ان علماء میں سے صرف ایک عالم کی گواہی تمام مکہ مکینہ و معاندین کی تردید و انکار پر بھاری تھی، اور وہ حضرات جن کو حیر کے بت پرستوں اور مغضوب یہودیوں نے علماء گردانا تھا وہ یقیناً عالم نہیں تھے۔ بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو عوام الناس عالم سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ عالم نہیں ہوتے کیونکہ عالم وہی ہے جو باعمل ہے اس اعتبار سے عالم صرف وہی حضرات تھے جو آپ پر ایمان لائے تھے، یا اگر انھیں عالم تسلیم کیا جاتا ہے تو علماء سوء کے زمرے میں ان کا شمار ہوگا، لہذا ان لوگوں کے انکار کرنے سے ان علماء حق کی گواہی مسترد نہیں کی جاسکتی جنہوں نے اپنے علم کے ذریعے آپ کو پہچان لیا تھا۔

گیارہویں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ان کے ہاتھوں میں فی الحال جو نسخے موجود ہیں ان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و علامات کا تذکرہ نہیں ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا تذکرہ ان کے اسلاف کی کتابوں میں بھی نہیں تھا، کیونکہ ان کے اسلاف میں بعثت کے وقت جو لوگ تھے ان کے مرتب کردہ نسخوں میں ان کے بعد کے لوگوں نے کی بیشی کر دی اور یہ دعویٰ کیا کہ یہ خدا کی جانب سے ہے پھر ان کتابوں کے من جانب اللہ ہونے کی شہرت اس طرح ہوئی کہ بعد کے لوگوں نے ان کی تمام باتوں کو من و عن نقل کر لیا، پھر یہی نسخے لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئے۔ اور صحیح نسخے ان کے درمیان دب کر رہ گئے اور یہ کوئی محال بات نہیں بلکہ غایت درجہ اس کا امکان ہے، جیسے کہ سامرہ نے توراۃ میں بہت جگہوں پر تبدیلی کی پھر وہی تحریف شدہ نسخے لوگوں کے درمیان رائج ہو گئے اور صحیح نسخوں کا وجود ہی ختم ہو گیا، اسی طرح نصاریٰ کے

ہاتھ میں جو توراۃ ہے وہ بھی تحریف شدہ ہے۔ غرض کہ پورا دین اور کتاب ہی بدل دی گئی اور اگر خدائے لم یزل قرآن کا محافظ و نگہبان خود نہ بن جاتا تو اس میں بھی تحریفات کا ایک سلسلہ چل پڑتا، ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ (الحجر-9)

ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بارہویں دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت کا معاملہ اتنا اہم اور بڑا تھا کہ دنیا کی پیدائش سے لے کر آپ کی بعثت تک اتنا عظیم انقلاب برپا کر دیا اور تمام کائنات ہستی کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ یہ خیر اتنی اہم تھی کہ اس کا ذکر ضروری تھا اور یہ بالکل محال ہے کہ اللہ رب العالمین نے اتنی اہم خبر کو نظر انداز کر دیا ہو اور رسولوں نے متفقہ طور پر اس کی پیشین گوئی نہ کی ہو بلکہ جب دجال کے متعلق تمام انبیاء نے متفقہ طور پر یہ خبر دی ہے کہ وہ آخری زمانے میں نکلے گا اور زمین میں چالیس دن تک باقی رہے گا تو اتنے عظیم معاملے کے متعلق تمام کتب الہیہ کیسے ساکت رہ سکتے ہیں یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے اور اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ تو اس سے ہوتا ہے کہ اللہ رب العالمین نے تمام انبیاء کرام سے عہد لیا تھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے، ارشاد خداوندی ہے:-

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحُكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۚ قَالَ أَأَقْرَضُكُمْ وَآخِذْتُكُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ أَصْرِي ۚ قَالُوا أَقْرَضْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوا ۚ وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ (ال عمران-81)

یاد کرو اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج میں نے تمہیں کتاب اور حکمت و دانش سے نوازا ہے کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے

پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ یہ ارشاد فرما کر اللہ نے پوچھا کیا تم اس کا قرار کرتے ہو، اور اس پر میری طرف سے عہد کی بھاری ذمہ داری اٹھاتے ہو، انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں اللہ نے فرمایا، اچھا تو گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جتنے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے سب سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے تو ضرور آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کرنی ہوگی اور اللہ نے انہیں یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنے امتیوں سے بھی اس بات کا عہد لے لیں کہ اگر انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو انہیں ضرور آپ پر ایمان لانا ہوگا اور آپ کی موافقت کرنی ہوگی۔

گذشتہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

اور آپ کی صفات کے بیان پر مشتمل چند نصوص کا تذکرہ،

اور ان کی دلالت اور شریعت کے واقعے سے مطابقت کی توضیح

مذکورہ بالا وجوہ کے ذریعہ اس صورت میں آپ کی صفات و علامات کے وجود پر استدلال کیا جائیگا جب کہ آپ کی صفات کے متعلق گذشتہ کتابوں میں تذکرہ کا وجود معلوم نہ ہو۔

اب ہم یہاں توراۃ و انجیل میں مذکور رسول اللہ ﷺ کے متعلق چند بشارتیں نقل کرتے ہیں، جن سے آپ کی نبوت کی صداقت پر مختلف طریقوں سے روشنی پڑتی ہے۔ توراۃ میں ہے۔

میں بنی اسرائیل کے لئے انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کے جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔

جب وہ اس نص صریح کا انکار نہ کر سکے تو اس کی مختلف تاویلیں کرنے لگے۔ چنانچہ اس کی تاویل میں چار طریقے نکالے گئے۔

پہلا طریقہ نصاریٰ کا ہے جنہوں نے اس بشارت کو حضرت مسیح پر محمول کیا ہے لیکن یہود کے اس کے متعلق تین اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہاں ہمزہ استفہامیہ حذف ہے اور اصل میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا میں بنی اسرائیل کے لئے انھیں کے بھائیوں میں سے کسی اور کو بھی نبی بنا کر بھیجوں گا، یعنی ہرگز نہیں بھیجوں گا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں حقیقت میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن اس سے شمول نبی مراد ہیں جو بنو اسرائیل سے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بھی ہیں جن کو اللہ آخری زمانے میں بھیجے گا، اور جن کے ذریعہ یہودیوں کو غلبہ حاصل ہوگا اور بادشاہت ملے گی۔ لہذا ان کا انتظار وہ اب تک کر رہے ہیں، مسلمانوں کے نزدیک اس سے مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے مبعوث ہونے کی بشارت دی گئی ہے اور یہ بشارت آپ کے علاوہ کسی پر ثابت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنارہے ہیں کہ میں تیرے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ ایک قوم کے ”بھائیوں“ سے مراد خود اسی قوم کا کوئی قبیلہ یا خاندان نہیں ہو سکتا، بلکہ کوئی دوسری ایسی قوم ہی ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کا قریبی نسلی رشتہ ہو اگر مراد خود بنی اسرائیل میں سے کسی نبی کی آمد ہوتی تو الفاظ یہ ہوتے کہ میں تمہارے لئے خود تم ہی میں سے ایک نبی برپا کروں گا۔ جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (ال عمران۔ 164)

اللہ نے مومنوں پر انھیں میں سے رسول بھیج کر احسان کیا۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہاں بھائی کہہ کر بنو اسماعیل کو مراد لیا گیا ہے جو بنو اسرائیل کے بھائی تھے اور اگر بھائی سے مراد بنو اسرائیل ہی کا کوئی نبی مراد لیا جاتا ہے تو اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے زید کا بھائی بول کر نفس زید کو مراد لیا جائے، لہذا جیسے یہ مراد لینا درست نہیں اسی طرح بنو

اسرائیل کا بھائی کہہ کر خود بنو اسرائیل سے نبی کا ماننا صحیح نہیں۔

دوسری بات یہ کہ یہاں موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ وہ نبی تیرے مانند ہوگا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نبی کی بھی شریعت حضرت موسیٰ کی طرح عام ہوگی (اور ایک مستقل شریعت ہوگی۔ اور یہ خصوصیت سوائے حضور ﷺ کے کسی نبی میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ آپ سے پہلے بنو اسرائیل میں جو بھی نبی آئے تھے وہ شیعہ موسیٰ کے پیروکار تھے ان کے پاس کوئی مستقل شریعت نہیں تھی) اور توراۃ میں خود ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنو اسرائیل میں کوئی نبی نہیں گزرا۔

تیسری بات یہ کہ اس میں یہ ہے کہ اس نبی پر ایک کتاب نازل کی جائے گی جس کو وہ لوگوں سے بیان کریگا اور یہ چیز موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کسی کو بھی نہیں حاصل ہوئی اور حضرت موسیٰ کے علاوہ دیگر انبیاء کرام نے بھی آپ کے متعلق اس کی بشارت دی تھی، چنانچہ آپ پر قرآن کا نزول ہوا، ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِنَّهُ لَنَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ
لَتَكُونُ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بَلِّغْ سَانَ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ۝
أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةٌ أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝
(اشعراء۔ 192-197)

یہ قرآن اللہ کا نازل کیا ہوا ہے جس کو جبرئیل نے آپ کے دل پر اتارا ہے تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہو جائیں، یہ خالص عربی زبان میں ہے اس کا تذکرہ اگلی کتابوں میں بھی ہے کیا یہ چیز ان کے لئے نشانی نہیں کہ علماء بنی اسرائیل اسے جانتے ہیں۔

لہذا ان تینوں اسباب کی بنا پر بنو اسرائیل کا کوئی نبی مراد نہیں ہو سکتا خواہ وہ حضرت عیسیٰ ہوں یا شمول نبی۔ یا یوشع ہوں یا ہارون۔

ان کے علاوہ ان مذکورہ نبیوں کے مراد نہ ہونے کی ایک وجہ اور ہے۔

حضرت یوشع اور ہارون اس لئے نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ دونوں حضرت موسیٰ کے زمانے ہی

میں نبی تھے۔ اور یہاں ایک ایسے نبی کی بشارت دی جارہی ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد پیدا ہوں گے۔ مزید یہ کہ حضرت ہارون کا انتقال حضرت موسیٰ سے پہلے ہوا ہے۔ اور نصاریٰ کے عیسیٰ مسیح اس لئے نہیں مراد ہو سکتے کیونکہ تم نصاریٰ انھیں اللہ مانتے ہو جن کا مرتبہ بندوں سے بلند ہے اور یہاں ایک بندے کے نبی ہونے کی بشارت دی جارہی ہے۔

پھر ان تحریف کرنے والوں کا یہ کہنا کہ یہاں ہمزہ استفہام مخدوف ہے جو انکار کے معنی میں ہے تو یہ ان کی خصلت میں ہے کہ اللہ کے احکام میں رد و بدل کیا جائے اور اس پر جھوٹی باتیں گھڑی جائیں لہذا یہاں بھی غایت درجے کے تحریف اختیار کر کے انھوں نے ہمزہ استفہام کو مخدوف مان کر انکار کے معنی میں لیا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تحریف و تغیر کی نشاندہی اتنے واضح طریقے پر کر دی کہ اس سے آپ کی صداقت کا مزید مظاہرہ ہوتا ہے جس سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور بخاری سرکشی میں زیادتی ہوتی ہے۔

توراة کے اندر دوسری پیشین گوئی یہ ہے۔

”اللہ رب العالمین طور سینا پر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ نمودار ہوا پھر سیر سے اس کی تجلی روشن ہوئی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا، اس میں درحقیقت حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تینوں کی نبوت کا تذکرہ ہے۔

سینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جہاں اللہ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا۔ خدا کا اس پر نمودار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ کو نبوت سے سرفراز کیا اور ساعیر بیت المقدس میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ یہاں سے اس کی تجلی چھوٹی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور فاران سے مراد مکہ ہے جہاں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمودار ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰ کی نبوت کو صبح کے آنے سے تشبیہ دی ہے اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کو اس کے بعد روشنی پھوٹنے کے وقت سے تشبیہ دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کو اس کے بعد اس وقت سے تشبیہ دی ہے جب کہ سورج اپنے آب و تاب کے ساتھ بلندی پر ہوتا ہے اور اس کی روشنی پوری دنیا کو منور کرتی ہے۔

کیونکہ حضرت موسیٰ کی نبوت سے اللہ رب العالمین نے کفر کی رات کی تاریکی کا فوری اور صبح نمودار ہوئی، پھر حضرت مسیح کی نبوت سے مزید روشنی پھیلانی، پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے تمام ہستی کا نجات کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیا۔

چنانچہ ان تینوں نبوتوں کا تذکرہ قرآن کریم میں سورہ التین کے اندر اس طرح مذکور ہے۔

وَالْأَنبِيَاءِ ۝ وَالزُّنُبُونَ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝
(التین - 3-1)

قسم ہے انجیر اور زیتون کی طور سینا کی اور اس پر امن شہر کی۔

یہاں تین اور زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کے علاقے یعنی شام و فلسطین ہیں جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اور طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ نے خدا سے کلام کیا تھا اور بلدا میں سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔

غرض کہ قرآن کی اس سورۃ میں ان تینوں مقاموں کے ذریعے تینوں انبیاء کے نبوت کی خبر ایسے ہی دی گئی ہے جیسے کہ توراة میں دی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہودی فاران سے مراد ارض شام لیتے ہیں جب کہ یہ حد درجے کی تحریف ہے، کیونکہ خود ان کی کتاب توراة میں مذکور ہے کہ جب حضرت اسماعیل اپنے باپ سے جدا ہوئے تو فاران میں سکونت پزیر ہوئے اور وہاں ان کی ماں نے ان کی شادی قبیلہ جرہم کی ایک عورت سے کر دی۔ یہ بات اہل کتاب کو قطعی پر معلوم ہے کہ فاران ہمیشہ سے آل اسماعیل کا مسکن رہا ہے۔ اور توراة کے اندر صاف صاف مذکور ہے کہ فاران کی سرزمین میں ایک نبوت نمودار ہوگی جس کا تعلق آل اسماعیل سے ہوگا اور اس کے متبعین سے وادی و پہاڑ بھر جائیں گے۔

غرض کہ یہ مفسوب قوم سرکش اور ضدی ہونے کے ساتھ ساتھ معاند اور جاہل بھی ہے جو کہ عقل سے ذرا بھی کام نہیں لیتی اس بات کی شہادت خود قرآن نے دی ہے۔

ان ہٹ دھرموں سے ہم پوچھتے ہیں کہ ارض شام سے آپ کے علاوہ وہ کون سی نبوت نمودار ہوئی تھی جس کے فیضان عام نے سورج کی روشنی کی طرح پوری دنیا کو ڈھانپ لیا ہو اور جس کی نبوت تمام گزشتہ نبوتوں پر غالب آئی ہو بلکہ یہ تو واضح طور پر حقیقت پوشی ہے جیسے کہ کوئی آدمی مشرق سے سورج نکلتا ہوا دیکھنے کے باوجود یہ کہے کہ سورج مغرب سے نکلا ہے۔

توراة کی تیسری پیشین گوئی اس کے سفاؤل میں اس طرح ہے کہ

حضرت اسماعیل کی ماں حضرت ہاجرہ کے پاس ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے ان سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانا چاہتی ہو۔ حضرت ہاجرہ نے اس کے سامنے حقیقت حال کی وضاحت کر دی فرشتے نے کہا کہ تم لوٹ جاؤ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں تمہاری اولاد کو اور نو نہالوں کی بھیجی کو بہت زیادہ بڑھاؤں گا یہاں تک کہ ان کا شمار مشکل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد اور گریہ و زاری کو سن لیا ہے، غور سے سنو اب تمہیں استقر حاصل ہوگا، اور ایک بچہ پیدا کرو گی جس کا نام اسماعیل رکھنا وہ تمام لوگوں کے لئے بارعب ہوگا اس کا ہاتھ سب پر ہوگا۔ اور سب کے ہاتھ خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی طرف پھیلے ہوں گے (یعنی اس کے محتاج رہیں گے) اور اسی کا کلمہ غالب ہوگا۔

بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ وہ کون شخص ہے جس پر یہ مذکورہ صفات صادق آتے ہیں ایک جگہ توراة میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے فرمایا کہ میں اسماعیل کو اس بنا پر پیدا کر رہا ہوں کہ ان کی ذات سے ایک بہت بڑی امت وجود میں آئے گی۔

لہذا یہ بشارت ان کی اولاد میں اس شخص کے حق میں ہوگی جس کا وجود ایک بہت بڑی امت کے لئے ہے۔ اور اس بشارت پر غور کرنے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور حضرت اسماعیل مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کا ہاتھ حضرت اہلق کے ہاتھ پر نہیں تھا

اور حضرت اہلق نے کبھی بھی ان کے ساتھ عاجزی کا ہاتھ نہیں پھیلا یا، کیونکہ نبوت اس وقت حضرت اہلق کے دونوں بیٹے اسرائیل اور عیسیٰ کے حصے میں تھی۔

البتہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو نبوت بنو اسماعیل کی طرف منتقل ہو گئی اور ملوک عرب و عجم اور تمام اقوام عالم ان کے محتاج اور دست نگر بھی بنے اور ان کی چوکھٹ پر تسلیم غم کیا آپ کے ذریعے آخری زمانے تک اولاد اسماعیل کو خلافت و سلطنت نصیب ہوئی، ان کے ہاتھ تمام لوگوں سے برتر ٹھہرے۔ اور ان کے سامنے لوگوں نے عاجزی کے ساتھ ہاتھ پھیلائے۔

ایک جگہ توراة میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ امسال تیرا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام اہلق ہوگا۔ (حضرت ابراہیم کو وہم ہوا کہ اس نئی بشارت سے یہ مراد تو نہیں ہے کہ اسماعیل زندہ نہ رہیں گے اور وہ عہد اسحاق کے ساتھ پورا ہوگا۔ تو بارگاہ الہی میں عرض کی) کاش کہ اسماعیل تیرے حضور جیتا رہے۔

خدا نے جواب دیا اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری دعا سن لی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بارور کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا اور اسے ایک بہترین جماعت دوں گا۔

یہ درحقیقت ان کی نسل سے ایک عظیم ہستی کے مبعوث ہونے کی بشارت تھی۔ اور وہ آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو اللہ نے ایک عظیم امت سے نوازا ہے۔ جو تعداد میں حضرت اہلق کی نسل سے زیادہ ہیں۔

آپ کے علاوہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہوں۔

ایک جگہ توراة میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بنو اسرائیل سے کہا کہ تم نجومیوں کی اطاعت مت کرو کیونکہ عنقریب اللہ رب العالمین میری طرح تمہارے بھائیوں میں سے ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجے گا۔ لہذا اس نبی کی اطاعت کرنا۔

یہاں نبی سے مراد بنو اسرائیل کے نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اخو بنی اسرائیل سے مراد خود بنو اسرائیل نہیں ہیں جیسا کہ بکر اور تغلب وائل کے بیٹے ہیں اور آپس میں بھائی ہیں پس اگر بکر کا بھائی کہ کر تغلب کے بجائے خود بکر مراد لیا جائے تو کسی طرح درست نہ ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو حکم دے کہ میرے پاس بنو بکر کے بھائیوں میں سے کس کو لاؤ تو اس شخص کے اوپر واجب ہے کہ وہ بنو تغلب کے کسی آدمی کو اس کے سامنے پیش کرے اور اگر وہ بنو بکر کے آدمی کو پیش کرتا ہے تو اس کا فعل غلط ہے یہ توراۃ کے اندر مذکور آپ کے متعلق پیشین گوئیاں ہوئیں۔

اب ہم ان پیشین گوئیوں کی نشاندہی کرتے ہیں جو آپ کے متعلق انجیل میں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ میں دنیا سے جانے والا ہوں لیکن عنقریب ایک فارقلیط تمہارے پاس آئے گا جو روح حق ہے وہ اپنی طبیعت سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو اللہ نے اس کو حکم دیا ہوگا۔ وہ بھی میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی دینا کیونکہ لوگوں میں سب سے پہلے میرے معیت تمہیں کو حاصل ہوئی ہے اور جو بھی چیزیں اللہ نے تمہارے لئے تیار کر رکھی ہیں۔ اس سے تم کو باخبر کرے گا۔

(۲) انجیل یوحنا میں ہے۔ وہ فارقلیط اس وقت تک تمہارے پاس نہیں آئے گا جب تک کہ میں دنیا سے رخصت نہ ہو جاؤں۔ پھر جب وہ آئے گا تو دنیا والوں کو ان کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔ اور اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ وہی کہے گا جو خدا نے اسے حکم دیا ہوگا تم سے گفتگو کرے گا اور حق کی رہنمائی کرے گا، غیب و حوادث کی خبریں دے گا۔

(۳) روح الحق جس کو باپ میرے نام سے بھیجے گا۔ وہ تم کو تمام چیزوں کی تعلیم دے گا۔

(۴) میں باپ سے سوال کروں گا کہ تمہارے لئے ایک دوسرا فارقلیط بھیج دے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے۔ اور تم کو ہر چیز سکھائے۔

(۵) ابن البشر جانے والا ہے اس کے بعد ایک فارقلیط تمہارے پاس غیب کی باتیں لے کر آئے گا اور تمہارے لئے ہر چیز کو بیان کرے گا۔ وہ میری نبوت کی گواہی اسی طرح دے گا جیسے میں نے اس کے نبوت کی گواہی دی ہے۔ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں وہ تمہارے سامنے تاویل پیش کرے گا۔

ابو محمد بن قسیمیہ کا کہنا ہے کہ یہ مذکورہ تمام بیانات لفظی اختلاف کے باوجود معنی کے اعتبار سے ایک ہیں اور اختلاف کی وجہ صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح سے مختلف حواریوں نے اس قول کو نقل کیا ہے اس لئے انداز بیان میں قدرے اختلاف پیدا ہو گیا۔

ان مذکورہ تمام پیشین گوئیوں میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے۔ فارقلیط کا لفظ ان کی لغت میں حمزہ احمد، مجد، محمود، حامد اور اسی سے ملتے جلتے معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

(۶) اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری وصیتوں کی حفاظت کرو میں باپ سے مطالبہ کروں گا کہ تمہارے لئے ایک فارقلیط بھیج دے جو تمہارے ساتھ ابد تک رہے وہ روح حق ایسا کام کرے گا جس کو لوگ جلدی قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ اسے پہچان نہیں سکیں گے اور میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔

(۷) جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میری بات کی حفاظت کرے۔ میرا باپ اس شخص سے محبت کرے گا اور اسی کے پاس منزل متحد ہوگی، میں نے تم سے یہ باتیں اس لئے کہ دی ہیں کیونکہ تمہارے پاس ہی میں ٹھہروں گا لیکن وہ مددگار حق کا روح جس کو میرا باپ بھیجے گا۔ وہ تم کو ہر چیز سکھائے گا۔ اور ان تمام چیزوں کو یاد دلانے کا جو میں نے تم سے کہی ہیں۔ میں نے تمہارے پاس اپنے سلام اس نبی سے بطور امانت رکھا ہے۔ تمہارا دل مضطرب و پریشان نہ ہو۔ کیونکہ میں پھر تمہارے پاس لوٹوں گا۔ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو باپ کی خشنودی حاصل کرتے رہو اور اگر میری بات تمہارے دل میں جاگزیں ہوگی تو تمہاری تمام مرادیں پوری ہو جائیں گی۔

(۸) جب فارقلیط آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی

سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لہذا میں تم کو اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور اس کے معاملے میں شک نہ کرنا۔

(۹) مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنا ہے لیکن تم اس کا بوجھ نہیں اٹھا سکو گے، لیکن جب وہ روح الحق آجائے گا تو ان تمام حق باتوں کی طرف تمہاری رہنمائی کرے گا کیونکہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی بیان کرے گا، اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔ اور باپ کے لئے جتنی چیزیں ہیں سب کچھ تمہیں بتلائے گا۔

(۱۰) یوحنا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ عنقریب دنیا کا سردار آئے گا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔

(۱۱) مٹی کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے کہا کہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو بنانے والوں نے اخیر میں رکھا وہی اللہ کے مکان کی بنیاد بظہر اور حقیقت میں ایسی بات ہوئی جو کہ ہماری نظروں میں تعجب خیز معلوم دیتی ہے۔ اسی بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت عنقریب تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کر دی جائے گی جو اس کا پھل کھائے گی۔ جو شخص اس پتھر پر گر پڑا وہ کشادگی میں رہے گا اور جس پر وہ ڈھے گا تو اس کو مٹائی دے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انجیل میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے جس کا معنی متعین کرنے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا معنی، حامد، حماد یا حمد ہے اس قول کو ان کے لغت کے ماہرین نے ترجیح دی ہے۔ دلیل میں یوشع کا یہ قول نقل کیا ہے۔

من عمل صالحا کون له فارقلیطا جیدا
جس شخص نے اچھا عمل کیا اس کی اچھی تعریف ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی معین و مددگار اور نجات دہندہ کے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح خود اپنے کو نجات دہندہ کہتے تھے۔ یہ سریانی زبان کا لفظ ہے جو اصل میں فاروق تھا۔ پھر اسے

فاروق بنایا گیا اور آخر میں کلمہ لیط زیادہ کر دیا گیا جس کا معنی ایسے ہی ہے جیسے کہ عربی میں ”زجل“ ہو ”فرس ہو“ کا معنی ہوتا ہے۔ اکثر نصاریٰ کا یہی قول ہے۔

لیکن نصاریٰ کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس کا معنی سریانی زبان میں قسلی دینے والا ہے۔ اور یونانی زبان میں بھی یہی معنی ہے لیکن ان دونوں قولوں پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ حضرت مسیح کی زبان سریانی یا یونانی تو نہیں تھی بلکہ عبرانی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح کی زبان عبرانی ہی تھی اور انجیل کا نزول بھی عبرانی زبان میں ہوا لیکن سریانی، یونانی، رومی بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔

لیکن اکثر نصاریٰ کے نزدیک اس کا معنی مددگار اور نجات دہندہ کے ہیں اور حضرت عیسیٰ اپنے کو نجات دہندہ کہتے تھے۔ چنانچہ ان کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کا قول موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ میں دنیا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ دنیا کو نجات دلاؤں۔ اسی بناء پر نصاریٰ اپنی نماز میں کہتے ہیں کہ تم ہمیں نجات دینے لئے پیدا ہو گے۔

جب نصاریٰ ان واضح نصوص کا انکار نہ کر سکے تو انھوں نے اس کے اندر تحریف کرنا شروع کر دیا، اور مدعا کو خبط کرنے کی پوری کوشش کی۔

کسی نے کہا کہ اس سے وہ روح مراد ہے جس کا نزول حواریوں پر ہوا کسی نے کہا کہ اس سے وہ آگ کے شعلے مراد ہیں جو آسمان سے شاگردوں پر اترے اور جس کے ذریعے انہوں نے عجیب و غریب کارنامے دکھلائے۔

کسی کا کہنا ہے کہ اس سے خود حضرت مسیح مراد ہیں، کیونکہ وہ سولی دیئے جانے کے چالیس دن بعد پھر دوبارہ قبر سے نکل کر آ گئے۔

کسی نے کہا کہ اس لفظ کا معنی ہی ہماری سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے ہم اس کا کوئی معنی متعین نہیں کر سکتے لیکن اگر ان تمام عبارتوں کو غور سے پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام تفسیریں بالکل باطل ہیں۔

کیونکہ روح القدس کا نازل ہونا صرف حضرت مسیح کے لئے خاص نہیں تھا بلکہ مسیح سے پہلے اور بعد میں بھی انبیاء اور صالحین پر ان کا نزول ہوتا رہا ہے، اور روح القدس کے یہ صفات نہیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ * أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ (المجادلہ - 22)

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔ اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخش ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وسلم کی جانب سے کفار کی بلجو کر رہے تھے آپ نے ان کے لئے ان الفاظ میں دعا کی۔

اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ

اے اللہ تو ان کی روح القدس کے ذریعہ مدد کر

آپ نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ روح القدس تمہارے ساتھ اس وقت تک تھے جب تک کہ تم اپنے نبی کی جانب سے دفاع کر رہے تھے۔

غرض قرآن وحدیث میں کہیں بھی روح القدس کا نام فارقلیط نہیں بتایا گیا ہے۔ اس لئے روح القدس مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ کہ اس طرح سے تو بارہا روح القدس کے ذریعے انبیاء و صلحاء کی مدد کی گئی ہے لہذا یہ چیز کوئی اہم خبر نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ اپنے بعد ایک ایسے فارقلیط کی بشارت دے رہے ہیں جس کا معاملہ بہت عظیم الشان اور قابل اعتناء ہے۔ اور جس کے سامنے اس طرح کے تمام واقعات بیچ ہیں۔

تیسری دلیل یہ کہ فارقلیط کے جو اوصاف حضرت عیسیٰ نے بیان کئے ہیں وہ روح القدس پر کبھی صادق نہیں ہو سکتیں بلکہ انھیں کے مثل کوئی انسان اور خاص شخص ہی مراد ہو سکتا ہے۔ مثلاً انہوں نے کہا کہ اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میری دیتوں کی حفاظت کرو میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں ایک دوسرا مددگار بخشے جو اب تک تمہارے ساتھ رہے۔

اس قول میں حضرت مسیح کا دوسرا مددگار کہنا ہی اس بات پر دلائل ہے کہ وہ آنے والا فارقلیط حضرت عیسیٰ سے بالکل مغایر اور ان کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ جس کا ظہور حضرت مسیح کی زندگی کے بعد ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ اس قول کے اندر آپ نے فرمایا کہ وہ اب تک تمہارے ساتھ رہے گا، ظاہر ہے کہ یہاں ذات و شخصیت کی ابدیت نہیں مراد ہے، بلکہ تعلیم اور شریعت مراد ہے جو قیامت تک باقی رہنے والی ہوگی، اور یہ بات بالکل متحقق ہے کہ فارقلیط اول یعنی حضرت عیسیٰ کی شریعت ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے وہ منسوخ ہو چکی ہے، لہذا دوسرے فارقلیط جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ پیشین گوئی ہوئی جن کی شریعت ہمہ گیر اور قیامت تک منسوخ نہ ہونے والی اور باقی رہنے والی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح نے اس فارقلیط کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ لوگوں کو تمام چیزیں سکھائے گا انھیں میری بیان کردہ باتیں یاد دلائے گا، اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا۔

اور یہ بھی کہنا کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہ کر سکو گے، لیکن جب وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کے راستے دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تم کو آئندہ کی خبریں دے گا اور جو کچھ باپ کے لئے ہے اس کے متعلق

تمہیں بتائے گا۔

مذکورہ صفات کی روشنی میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس آنے والے کی خبر دی گئی ہے وہ کوئی روح نہیں، نہ ہی دل کے اندر پوشیدہ کوئی معنوی شے ہے جس کو کہ لوگ نہ دیکھ سکتے ہوں اور نہ کلام کر سکتے ہوں، بلکہ کوئی ایسی ذات مراد ہے جس کو لوگ دیکھیں اور کلام کریں۔ اور وہ حضرت مسیح کی شہادت دے۔ لوگوں کو ہر چیز سکھائے۔ حضرت مسیح کی باتوں کو یاد دلائے۔ اہل جہاں کو غلطیوں پر سرزنش کرے۔ حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے، بلکہ جو سنے وہی کہے، آئندہ کی خبر لوگوں کو دے۔ اللہ رب العالمین کے لئے جتنی چیزیں ثابت ہیں سب سے لوگوں کو باخبر کرے یہ کسی فرشتے کی صفات نہیں ہو سکتی اور نہ علم و ہدایت وغیرہ معنوی شے مراد ہو سکتی ہے، بلکہ کوئی انسان اور خاص شخص مراد ہے۔ جو لوگوں کو مسیح کے بیان کردہ باتوں کی خبر دے اور مسیح سے مرتبے میں بلند ہو کیونکہ حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق وہ ان چیزوں پر قادر نہیں ہیں۔ اور اس چیز کا علم رکھے گا جس کا مسیح کو علم نہیں۔ مثلاً وہ آئندہ کی خبر دے گا اور اللہ رب العالمین کے لئے ان تمام چیزوں کو ثابت کرے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

ان صاف اور مفصل پیشین گوئیوں کو دیکھ کر کوئی بھی عاقل یہ تسلیم کرنے میں تامل نہیں کر سکتا ہے کہ اس سے مراد درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح نے اللہ کی ذات اس کی صفات فرشتوں اور جنت و جہنم وغیرہ امور غیبیات کے متعلق جزئیات کی تفصیل نہیں بیان کی تھیں بلکہ اجمالی بیان پر اکتفا کیا تھا، کیونکہ حالات اس وقت سازگار نہیں تھے لوگوں کا ذہن اس لائق نہیں ہوا تھا کہ ان امور غیبیات کے متعلق تمام جزئیات کو تسلیم کرے جب کہ تبلیغ کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصل یہ ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل و استعداد کے مطابق خطاب کیا جائے۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ لوگوں کے سامنے وہی چیزیں بیان کرو جس کو وہ پہچانتے ہوں اور جس کو وہ نہ پہچانتے ہوں اس کو بیان کرنا چھوڑ دو، کیونکہ نہ پہچاننے کی صورت میں یہ اندیشہ ہے کہ

وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کو جھٹلا دیں گے۔

عبداللہ بن عباس سے ایک شخص نے آیت کریمہ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ مَسْبُغٌ مِّنْ مَّوْنٍ الْاَرْضِ فَمِنْهُمْ یَنْزِلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُمْ (الطلاق-12) کی تفسیر پوچھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ مجھے تم سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر بیان کر دوں گا تو تم اس کا انکار کر دو گے۔

چنانچہ اسی اصل کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح نے ان سے کہا کہ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہے لیکن تم اسے برداشت نہیں کر سکتے، یہی وجہ ہے کہ توراۃ و انجیل دونوں کتابوں میں اللہ اس کے فرشتوں نیز جنت و جہنم کے صفات پر تفصیلی بیان کے بجائے اجمالی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ نے حضرت مسیح کے لئے راستہ ہموار کر دیا تھا لیکن پھر بھی حضرت مسیح نے ان جزئیات پر روشنی ڈالنے کے بجائے یہ کہا کہ وہ حق کا روح جب آئے گا تو ان تمام چیزوں کو بیان کرے گا۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے علاوہ کوئی اور مددگار آنے والا ہے جس کے متعلق بشارت دی جا رہی ہے۔ چنانچہ عالمگیر وہمہ گیر شریعت کے حامل حضرت مسیح کے مدعا جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپ نے حضرت مسیح کی بیان کردہ تمام باتوں کو سچ کر دکھایا، لوگوں کو حق کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ کے ذریعہ دین الہی اور اس کی نعمت کی تکمیل ہوئی، سلسلہ ترسیل رسل کا اختتام ہوا آپ نے قیامت کی نشانیوں حساب و کتاب پل صراط اور وزن اعمال کی حقیقتوں، جنت اور اس کی نعمتوں، اور جہنم اور اس کی کلفتوں کا تذکرہ مفصل طریقے سے فرمایا۔ اور قرآن نے امور آخرت کے متعلق اس اعمال کی تفصیل بیان کر دی جو توراۃ و انجیل کے اندر پایا جاتا تھا، جس سے حضرت مسیح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صداقت پر روشنی پڑتی ہے۔

قرآن نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

اِنَّهُمْ كَانُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَیَقُولُوْنَ اِنَّا

لِنَارٍ كُتِبَ عَلَيْهَا لِشَاعِرٍ مَّحْنُونٍ ۝ نَبَلٌ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝
(الصفّات - 35-36-37)

ان شریکین سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا ہم مجنون شاعر کے لئے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں بلکہ آپ حق لے کر آئے ہیں اور آپ کی آمد سے رسولوں کی تصدیق ہوئی۔

چونکہ رسولوں نے آپ کے آنے کی خبر دی تھی اس لئے آپ کی تشریف آوری ان کی تصدیق کا باعث بنی، پھر آپ نے اپنی زبان سے بھی ان کی تصدیق کی۔

رسول اللہ ﷺ کا آخری پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے آپ کے بعد قیامت بالکل قریب ہے آپ نے فرمایا کہ میرا زمانہ اور قیامت بالکل اسی طرح ملا ہو ہے جیسے کہ وسطیٰ اور سہابہ دونوں انگلیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں، آپ جب بھی قیامت کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آواز بلند ہو جاتی، چہرہ سرخ ہو جاتا اور غضب بڑھ جاتا۔ اور آپ انا اللہ یا العزیزان کہہ کر لوگوں کو خطاب کرتے۔

آپ کے متعلق حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی میں یہ کہا تھا کہ وہ نبی آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق لوگوں کو باخبر کرے گا۔

چنانچہ آپ نے آئندہ آنے والی چیزوں کے متعلق تفصیل سے اس طرح باخبر کر دیا کہ اس سے پہلے کسی نبی نے نہیں کیا تھا، چہ جائیکہ بعض حواریوں کے دلوں پر نازل شدہ چیزوں میں اس کا تذکرہ ہو، اس طرح آپ کے افعال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی مکمل تصدیق ہو گئی، حضرت مسیح نے پیشین گوئی میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ مددگار ان تمام چیزوں کو بتلائے گا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور جس کا وہ مستحق ہے۔

اس سے درحقیقت آپ کا اشارہ ان اسماء و صفات کی طرف تھا جو اللہ کے لئے ثابت ہیں اور ان حقوق کی طرف تھا جن کا وہ مستحق ہے، مثلاً خدا کا حق یہ ہے کہ بندہ اس کی ذات اس کے

اسماء حسنیٰ اور صفات علیا پر نیز اس کے فرشتوں کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے، چنانچہ ان چیزوں کی مکمل وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں کی تھی۔ آپ ہی کی ذات وہ ہے جنہوں نے تفصیلی طور پر لوگوں کو اس سے باخبر کیا۔

اسی طرح حضرت مسیح نے کہا کہ وہ مددگار جب آئے گا تو میرے لئے گواہی دے گا۔ لہذا تم اس پر ایمان لانا۔

اس قول میں حضرت مسیح ایک ایسے آنے والے کی بشارت دے رہے ہیں جو ان کی نبوت کی گواہی دے گا، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَآءَ يَلُوكَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ﴿٦﴾ (الصف - 6)

جب عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ میں تمہاری جانب خدا کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے پہلے کی کتاب توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں، جس کا نام احمد ہوگا۔

اور پھر اس پر ایمان لانے کی اپنے اصحاب کو وصیت کر رہے ہیں۔

لہذا اس سے کوئی روح یا معنوی شے مراد نہیں ہو سکتی جو حواریوں کے دلوں پر اتاری کیونکہ حواریین پہلے ہی سے حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے، ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی، اور نہ حضرت مسیح کے یہ کہنے کی ضرورت تھی کہ جب وہ آئے تو تم ان پر ایمان لانا کیونکہ وہ پیشتر ہی روح القدس پر ایمان رکھتے تھے، لہذا حضرت مسیح کا اس قدر اہتمام فرمانا اور اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود یہ بتلا رہا ہے کہ وہ آنے والا نبی حضرت مسیح کے بعد آئے گا اور ان کے نبوت کی گواہی دے گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اہل دنیا کی غلطیوں پر سرزنش کرے گا، یہ پیشین گوئی

درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے صادق آتی ہے کیونکہ آپ کے علاوہ کسی نے بھی تمام دنیا والوں کو ان کی غلطیوں پر سرزنش نہیں کی صرف آپ ہی نے عمرونی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے کفر و فسق لے لئے زجر و توبخ کا طریقہ اختیار کیا اور اس کے اسناد کے لئے کوڑے سے بھی مدد لی۔ کافرین و شرکین سے جہاد کیا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا۔ بلکہ جو سنے گا وہی کہے گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کلام صرف خود سنی ہوئی وحی پر مشتمل ہوگا، نہ تو لوگوں سے جان کر اور نہ خود استنباط کر کے بیان کرے گا۔

اور یہ صفت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اندر پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح شریعت موسوی ہی کے پیرو تھے اور وہی تمام باتیں ان کے علم میں تھیں جو حضرت موسیٰؑ سے ان تک پہنچی تھیں۔ اور ان باتوں کو انہوں نے اپنے پہلے لوگوں سے سن کر حاصل کیا تھا البتہ چند مزید چیزوں کی وحی بھی ان کی جانب کی گئی۔

ارشاد خداوندی ہے:-

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٤٨﴾ (ال عمران-48)

اور اللہ اسے کتاب و حکمت کا علم دے گا اور توراۃ و انجیل کا علم سکھائے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ اسی توراۃ کی باتیں بنوا اسرائیل کو بتاتے تھے جس کو بنو اسرائیل پہلے ہی سے جانتے تھے، البتہ اس کے ساتھ ساتھ انجیل کی بھی تعلیم دیتے تھے، جو خصوصاً انہیں پر نازل ہوئی تھی۔ ان کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحی سے پہلے کچھ نہیں جانتے تھے جس پر قرآن خود شاہد ہے:-

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ

وَلَا الْإِيمَانُ (الاحزاب-52)

اور اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم کی وحی کی اس سے پہلے تم کچھ نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

لَنَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقُصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنُ

وَأَنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٣﴾ (یوسف-3)

اے نبی ہم اس قرآن کو تمہاری طرف وحی کر کے بہترین ہیرا یہ میں واقعات اور حقائق تم سے بیان کرتے ہیں ورنہ اس سے پہلے تو تم ان چیزوں سے بالکل ہی بے خبر تھے۔

آپ جو بھی کہتے اور بیان کرتے وہ وحی کے ذریعے سن کر کہتے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤٣﴾ (الجم-43)

وہ اپنی خواہش نلس سے نہیں بولتے یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے۔

اس طرح حضرت مسیح کی وہ پیشین گوئی بھی صادق آئی کہ وہ اپنی جانب سے کچھ نہیں کہے گا بلکہ جو وحی کی جائے گی وہی بیان کرے گا۔

پھر اللہ نے آپ کو اپنی نازل کی ہوئی باتوں کی تبلیغ کا حکم دیا اور اس معاملے میں آپ کی حفاظت کی پوری ذمہ داری لی جس کی بناء پر آپ نے بلا تردد تمام حق باتوں کی رہنمائی کی حتیٰ کہ ان باتوں کو بھی کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جن کے کہنے سے انبیاء ڈرتے تھے کیونکہ انھیں اپنی قوم کی جانب سے اپنے نفسوں پر قتل کا اندیشہ تھا جیسا کہ حضرت مسیح نے ان کو بہت سی باتیں نہیں بتائیں کیونکہ اگر وہ تمام امور کے حقائق ان کے سامنے پیش کر دیتے تو وہ برداشت نہیں کرتے اور حضرت مسیح کو قتل کی سازش کرنے لگتے حضرت مسیح کے اس خوف کو بنوا اسرائیل اچھی طرح محسوس کرتے تھے۔

اس کے مقابلے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی جانب سے ایسی نصرت و مدد حاصل تھی کہ اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں حاصل ہوئی۔ اور جس طرح آپ کی حفاظت ہوئی اس طرح کسی کی نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام باتیں پیش کرنے میں کبھی خوف محسوس

نہیں کیا۔ اس کے علاوہ اللہ نے آپ کو ایسے علم و بیان سے نوازا تھا جو کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپ کے امتیوں کو تمام احکامات کے برداشت کرنے کی طاقت دی گئی، تاکہ وہ اہل تورات کی طرح نہ ہو جائیں جن کو تورات کا حامل بنایا گیا تھا لیکن اس کا بار نہ اٹھا سکے اور نہ اہل انجیل کی طرح ہو جائیں جن کے مزاج کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح کو یہ کہنے کی ضرورت پڑی کہ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنا ہے لیکن تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی سب سے زیادہ عقلمند ہیں، ان کا ایمان و یقین سب سے زیادہ پختہ اور مضبوط ہے، ان کے علوم سب سے زیادہ بہتر ہیں اور اعمال قلبیہ و عبادت بدینہ سب سے زیادہ مستحسن ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ مددگار میری گواہی دے گا اور لوگوں کو تمام باتیں بتائے گا اور میری باتوں کو یاد دلانے گا۔

یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب لوگوں کے سامنے اس طرح گواہی دی جائے کہ وہ اس کو سن سکیں صرف چند حواریوں کے دلوں میں اس کا پایا جانا کافی نہیں ہو سکتا۔

اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی نے بھی حضرت مسیح کے متعلق اس طرح گواہی نہیں دی جس کو عام لوگ سن سکیں، آپ ہی نے علی الاعلان حضرت مسیح کے لئے حق کی گواہی دی اور یہود و نصاریٰ کی تمام بہتان طرازیوں اور افتراء سے آپ کی شخصیت کو منزه کیا۔ اور آپ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی۔

یہی وجہ تھی کہ جب حقیقت پسند نجاشی نے صحابہ کی زبانی حضرت مسیح کے متعلق نبی کریم ﷺ کا بیان سنا تو بے ساختہ پکار اٹھا کہ واللہ جو تم نے کہا ہے، مسیح اس سے تنکے بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔

اور آپ کی امت کو قیامت کے دن کے لئے اللہ نے لوگوں پر گواہ مقرر کیا ہے۔ کیونکہ یہی وہ امت وسط ہیں جو حقیقت میں عادل شاہد ہیں۔ برخلاف یہود و نصاریٰ کے جنہوں نے گواہی دینے میں حق سے کبھی کام نہیں لیا ہے بلکہ ہمیشہ تحریف ہی کرتے رہتے ہیں جیسے کہ حضرت مسیح کے

بارے میں انہوں نے گواہی دی ہے۔

اس کے علاوہ فارقلیط کے معنی اگر حامد یا حمود یا احمد کے ہیں تو یہ وصف آپ کے اندر ظاہر و روشن ہے کیونکہ آپ اور آپ کے امتی ہر حال میں اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں، آپ ہی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہے۔ آپ کی تقریر اور نماز حمد سے شروع ہوتی ہے۔ آپ چونکہ حماد تھے۔ اسی مناسبت سے آپ کا نام محمد پڑا۔ یعنی سب سے زیادہ خصلتوں والا۔

اسی طرح آپ کا نام احمد ہے جیسا کہ قرآن کریم سے خود پتہ چلتا ہے۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (القاف-6)

حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔

احمد یہ اسم تفصیل کا صیغہ ہے، جس کا دو معنی ہیں، ایک وہ شخص جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ دوسرے وہ شخص جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرے، اور اگر فارقلیط کے معنی احمد کے ہیں۔ تو حمد کا اطلاق مبالغہ آپ پر کر دیا گیا ہے کیونکہ آپ حق تعالیٰ کی مجسم حمد و ثناء ہیں۔

توراة کے اندر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کہا کہ میں نے اسماعیل کے متعلق تمہاری دعا سن لی ہو میں نے ان کے اندر برکت دے دی۔ پھر ان کی اولاد میں اضافہ کروں گا اور بڑے مرتبے سے نوازاؤں گا۔

اس پیشین گوئی میں مازاد کا لفظ آیا ہے جو عبرانی لفظ ہے اس کے معنی میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ عربی میں جدا جذا یعنی بہت زیادہ معنی میں ہے، اگر یہ معنی صحیح ہے تو یہ بہت زیادہ کے معنی میں ہے، اگر یہ معنی صحیح ہے تو یہ بشارت حضرت اسماعیل کے اس بیٹے کے حق میں ہوئی جس کے ذریعے انھیں سب سے زیادہ شہرت ملی اور بات بالکل مسلم ہے کہ نبی ﷺ کے ذریعے جو شہرت حضرت اسماعیل کو حاصل ہوئی سے کسی بھی لڑکے سے انھیں نہیں ملی۔ دوسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ اس کے معنی صراحتاً محمد ہے لہذا اس کا معنی یہ ہوگا کہ میں

محمد ﷺ کے ذریعہ ان کو بخشوں گا کیونکہ عبرانی الفاظ عربی الفاظ سے سب سے زیادہ ملتے جلتے ہیں۔ جیسے عبرانی زبان میں اسماعیل کو "شامیل" سمٹک کو "سمعتی" ایہ کو "ادو" قدس کو "قدشچا" انت کو "انا" اسرائیل کو "سیرائیل" کہتے ہیں۔ نمونے کے طور پر یہاں توراۃ کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں جس سے دونوں زبانوں کی مماثلت معلوم ہوگی۔

قدس لی خل نجور خل ریخم بنی اسرائیل باذام و بیسمالی

عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہے:-

قدس لی کل بکر کل اول مولود رحم فی بنی اسرائیل من انسان

الی بھیمة لی۔

ایک جگہ ہے:-

نابی اقیم لاهیم تقارب اخیمہم کانوا اخابلائوہ شماعون۔

عربی میں اس کا معنی یہ ہے:-

نبیا اقیم لہم من وسط اخوتہم مثلک بہ یومنون

ایک جگہ ہے:-

انتم عابرو تم بعیولی اجیخیم بنوا عیصاہ

اس کا معنی عربی میں یہ ہے:-

انتم عابرون فی تخم اخوتکم بنی العیص

اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ:-

اصبوع اولوہم ہوم

عربی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا:-

اصبح اللہ کتب لہ بها التوراة

اس کے علاوہ بہت سی مثالیں ہیں:-

چنانچہ اسی طرح لفظ "ماذا" اور محمد کے درمیان بڑی مشابہت پائی جاتی ہے۔

اور ب حرف جار اس کی مزید تائید کرتا ہے کیونکہ اعظمہ بجد اجد کہنا صحیح نہیں ہو سکتا، البتہ

اعظمہ کہنا درست ہے۔

پھر یہاں قطعی طور پر رسول ﷺ ہی مراد ہیں کیونکہ آپ کی ذات سے حضرت اسماعیل کو جو

شہرت اور عزت ملی وہ کسی باپ کو اپنے بیٹے سے نہیں ملی۔

غرضیکہ دونوں مراد لینے سے رسول ﷺ ہی کے متعلق بشارت دی جا رہی ہے البتہ دوسرا

معنی مراد لینے سے بھی حضرت اسماعیل کی وہی فضیلت و عظمت مراد ہے جو انھیں حضور ﷺ کے

ذریعہ حضرت اسحاق کے اوپر بڑے پیمانے پر حاصل ہوئی۔

مذکورہ بیان سے جب یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ فارقدیٹ موزموڈ، محمد اور احمد کے

معنی میں مشابہت پائی جاتی ہے، پھر نام کی تصدیق کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اسم با

مسکی ہیں آپ اور آپ کے امتیوں کی زندگی سراپا خدا کی حمد و ثناء ہے تو اس بات کے تسلیم کرنے

میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئی آپ ہی کے لیے ہے، مزید یہ کہ

حضرت عیسیٰ کی یہ پیشین گوئیاں آپ پر صادق آتی ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی کے

مطابق آپ نے کفر و شرک کا قلع قمع کیا۔ غلطیوں پر لوگوں کی سرزنش کی اللہ کی ذات کو ان تمام

عیوب سے منزہ کیا جو افسر پر دازوں نے اس کے متعلق گھڑ رکھا تھا اس کو اسماء حسنیٰ اور صفات عیسیٰ کا

مستحق ٹھہرایا۔ اس کے احکام و افعال قضا و قدر سے لوگوں کو باخبر کیا، صرف وحی کے بیان کرنے

پر اکتفا کیا۔ حضرت مسیح کی تصدیق کی، ان کے لیے شہادت دی اگر محمد ﷺ اس پیشین گوئی کے مستحق

نہیں ہیں تو ہم اہل انجیل و توراۃ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کون ہستی ہے جنہوں نے حوادث

زمانہ سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے، خروج و جال کی خبر دی، ظہور و البیۃ الارض سے آگاہ کیا۔ سورج کے

مغرب سے طلوع ہونے کی اطلاع دی اور اسکے علاوہ امور غیبیہ مثلاً قیام قیامت، حساب و کتاب

اور جنت و دوزخ و وزن اعمال و پل صراط وغیرہ سے آگاہ فرمایا حالانکہ یہ تفصیلات نہ توراۃ میں بیان

کی گئی ہیں اور نہ انجیل کے اندر بلکہ ان چیزوں کے بیان کرنے سے انبیاء اپنے نفسوں پر خوف کھاتے تھے۔ ان امور کی اطلاع صرف محمد ﷺ نے دی ہے اس لیے قطعی طور پر آپ ہی اس بشارت کے مستحق ہیں، نہ کہ حضرت مسیح، آپ ہی درحقیقت دنیا کے سردار بن کر آئے آپ کی آمد سے حضرت مسیح کی شریعت منسوخ ہوگئی اس لیے تمام اقوام عالم پر واجب ہے کہ آپ کی اتباع کریں کیونکہ سچا دین آپ ہی کے پاس ہے اور یہود و نصاریٰ کے پاس گھڑا ہوا باطل دین ہے اور جو کچھ حق کی باتیں وہ رسول ﷺ کے آنے سے منسوخ ہو چکی ہیں۔

حضرت مسیح اور حضور ﷺ کے اقوال میں جو مطابقت پائی جاتی ہے اس کی چند زندہ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں جس سے دونوں نبیوں کی صداقت کا قوی ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۱) آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم عادل حاکم اور منصف امام بن کر تمہارے درمیان نازل ہوں گے۔ اور کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے بعینہ آخری بات حضرت عیسیٰ نے اپنی پیشگوئی میں آپ کے متعلق کہی ہے کہ وہ نبی کتاب اللہ کے ذریعہ فیصلہ کریں گے۔

(۲) حضرت مسیح نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ پتھر جس کو معماروں نے آخر میں رکھا تھا وہ مکان کی بنیاد ٹھہرا۔

یہ قول رسول ﷺ کے اس قول سے کس قدر مشابہ ہے آپ نے فرمایا کہ میری اور اگلے انبیاء کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی نے گھر بنایا اور اس کو مکمل کیا البتہ صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پھر اس کے ارد گرد گھومنے پھرنے لگے اور اس کے حسن تعمیر کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے اور مالک مکان سے یہ کہنے لگے کہ کیوں نہیں وہ اینٹ رکھ دی تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی، وہ اینٹ میں ہی ہوں۔

(۳) حضرت مسیح نے فرمایا کہ یہ چیز ہماری آنکھوں میں تعجب خیز معلوم ہوتی ہے، لیکن سن لو خدا کی بادشاہت تم سے چھین لی جائے گی اور دوسری امت کے حوالے کر دی جائے گی یہی بات

قرآن حکیم میں اللہ رب العالمین نے اس طرح فرمایا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿الأنبياء: 105﴾

اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ دوسری جگہ ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿النور: 55﴾

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اس طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو اس سے بدل دے گا جس کو وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں لیکن وہ تم سے تاویل بیان کریں گے۔ بعینہ اس کی صداقت قرآن سے ہمیں ملتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل: 89)

اور ہم نے تمہارے اوپر کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ دوسری جگہ ہے:

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿یوسف: 111﴾

جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انھیں کی تصدیق ہے اور چیز کی تفصیل ہے اور ایمان لانے والوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔

چنانچہ جب ہم توراة و انجیل سے قرآن کا موازنہ کرتے ہیں تو یہ بات ہمارے سامنے بالکل واضح ہو جاتی ہیں کہ توراة و انجیل کے اندر اجمال سے کام لیا گیا ہے۔ اور قرآن میں ان تمام اجمال کی تفصیل امثال کی تاویل اور رموز کی تشریح موجود ہے جو توراة و انجیل کے اندر پائی جاتی تھیں۔

(۵) حضرت مسیح نے آئندہ آنے والے حوادث کے متعلق خود اجمالاً انھیں باخبر کیا تھا، لیکن پیشگوئی میں آپ نے فرمایا کہ وہ نبی تم کو ان تمام چیزوں کے متعلق خبر دے گا جو اللہ نے تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے۔

اس کی روشنی میں جب آنحضرت ﷺ کے ان تمام بیانات کو دیکھا جائے جو آپ نے جنت و جہنم ثواب و عقاب کے متعلق تفصیل سے دیے ہیں۔ تو دونوں نبیوں کی صداقت کا زبردست ترین مظاہرہ ہوتا ہے۔

غرض کہ ان کی پوری پیشگوئی آپ پر صادق آتی ہے، انہوں نے واضح طور پر آپ کی نبوت کی شہادت دی ہے آپ کی صفات و علامات کی مکمل نشاندہی کی ہے اور آپ کے اتباع کرنے اور نہ کرنے کے انجام سے بھی باخبر کیا ہے، چنانچہ اتباع کرنے والے کے لیے دائمی کامیابی اور خدا کی بادشاہت کے ملنے کی بشارت دی ہے اور نافرمانی کرنے والوں کے لیے بادشاہت کے چھین جانے اور ذلت و نکبت کی زندگی گزارنے کی وعید سنائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الذِّلَّةِ كَفَرُوا وَجَاعِلُ
الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ
مَرْجِعُكُمْ فَأَخْصِمُكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۵۵﴾ (ال عمران)

خدا نے کہا کہ اے مصلیٰ اب میں تجھے واپس لوٹاؤں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا

انکار کیا ہے ان سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے، پھر تم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے۔ اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

اور چونکہ حضرت عیسیٰ اور تمام نبیوں کے حقیقی تبع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی ہیں اس لئے ان کے لئے یہ بشارت ہے کہ ان صلیب پرست نصاریٰ کے اوپر قیامت تک ان کی بالادستی رہے گی جو نصاریٰ کی حقیقی طور پر حضرت مسیح کے دشمن ہیں کیونکہ انھوں نے ان کو نبی اور بندہ ماننے اور حقیقی مرتبہ دینے کے بجائے ایک معبود کا درجہ دیا ہے، اور پھر ایسا معبود جس پر ذلت کی مار پڑی ہے اور طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار ہوا ہے۔

(۶) حضرت مسیح نے فرمایا، عنقریب دنیا کا سردار آنے والا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کون وہ شخص ہے جو پوری دنیا کا سردار رہا ہو۔ اور خواستہ نا خواستہ کھلے چھپے ہر حال میں لوگوں نے اسکی اطاعت کی ہو۔ اور اس کی زندگی میں ہر بھی اور موت کے بعد بھی یہی جلوہ کار فرما نظر آیا ہو، وہ کون ہے جس کی دعوت ہر اس گوشے تک جا پہنچی ہو۔ جہاں دن رات کی آمد ہوتی ہے۔ وہ کون ہے جس کے سامنے سب قبائل و امم سرنگوں ہوئے ہوں۔ ان کی اطاعت و غلامی کے لیے کمر بستہ ہوئے ہوں۔ بت پرستی و شیطان پرستی باطل ہو گئی ہو، خدا کا دین غالب ہوا ہو، ملحدین و کافرین کو ندامت ہوئی ہو، مومنوں کو عزت ملی ہو، مکملہ توحید اور تکبیر و تحلیل کی آواز سے ہر شہر و قریہ گونج اٹھا ہو، ظلم کی بدلیاں چھٹ گئی ہوں تاریکی کا فوہر ہو گئی ہو اور حق و انصاف کی روشنی نے دنیا کو منور کر دیا ہو۔

یہ صفات درحقیقت صرف اور صرف نبی ﷺ کے اندر پائی جاتی ہیں۔ اور آپ کا یہ دعویٰ بالکل سچا ہے۔ انا دعوة ابراہیم و ہشری عیسیٰ۔ میں ابراہیم کی دعوت ہوں اور عیسیٰ کی خوشخبری ہوں۔

حضرت عیسیٰ کی اس پیشگوئی کی روشنی میں آپ کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ آپ نے فرمایا:

انسا سید ولد ادم ولا فخر ادم فمن دونه تحت لوانی، وانا خطیب
الانبياء اذا وفد و امامهم اذا اجتمعوا و مبشرهم اذا اليسوا
لو الحمد بیدی وانا اکرم ولد ادم علی ربی

میں آدم کی اولاد ہوں اور میں بطور فخر نہیں کہتا ہوں، آدم اور ان کے علاوہ سب میرے جھنڈے
کے نیچے ہیں، میں انبیاء کا خطیب ہوں جب وہ وفد کی شکل میں جائیں اور ان کا امام ہوں جب وہ
اکٹھا ہوں اور خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہے
اور اللہ کے نزدیک بنی آدم میں سب سے معزز ہوں۔

نصاریٰ ایک ایسے مسیح پر ایمان رکھتے جس کا کوئی وجود نہیں اور یہود دجال کے منتظر ہیں

(۷) حضرت مسیح نے اپنی پیشگوئی میں فرمایا: مجھے کچھ بھی اختیار نہیں ہے اس میں در
حقیقت توحید کا اثبات مقصود تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ تمام معاملات کا وقوع اللہ کی ذات سے ہے
میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔

یہی بات رسول ﷺ کے متعلق اللہ رب العالمین نے کہی:

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ (ال عمران-128)

اے نبی خدا کے معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔

غرض کہ رسول ﷺ اور حضرت عیسیٰؑ کے اقوال میں اس قدر موافقت پائی جاتی ہے کہ
دونوں کو رسول تسلیم کئے ہوئے ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، ایک کے انکار سے دوسرے کی تکذیب لازم
ہے، اور ایک کا مصداق ثابت کرنے کے لیے دوسرے کی تصدیق ضروری ہے، صرف تنہا ایک کی
تصدیق ایمان کے لیے کافی نہیں ہو سکتی بلکہ جس نے بھی حضور کی تکذیب کر کے حضرت مسیح کے

بیروہونے کا دعویٰ کیا وہ یقیناً حقیقی مسیح کا منکر ہے البتہ وہ خود ساختہ مسیح کا پیرو بن سکتا ہے جس کا
خارج میں کوئی وجود نہیں۔

یوحنا نے حضرت مسیح کے بارے میں اپنی کتاب اخبار الحواریین (جس کو ان کی زبان میں
اقرائیس کہا جاتا ہے) اپنے احباب کو نصیحت کرتے ہوئی کہا تھا:

میرے دوستوں! تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم ہر روح پر ایمان لاؤ البتہ اللہ کی جانب سے جو
روح اس کو اس کے غیر سے ممتاز کر لو اور یہ جان لو کہ جو روح اس بات کا اقرار کرے کہ عیسیٰ بن
مریم آئے ہیں اور وہ جسم والے تھے تو وہ روح خدا کی جانب سے ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ خدا
کی جانب سے نہیں ہے بلکہ مسیح کذاب کی جانب سے جو اس وقت دنیا میں ہے۔

چنانچہ مسلمان حقیقی مسیح پر ایمان لائے جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے کلمے
اور روح ہیں جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا اور نصاریٰ ایک ایسے مسیح کذاب پر ایمان لائے
جو اپنے اور اپنی ماں کی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ
کرتا ہے۔

اور میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر ایسے کسی مسیح کذاب کا وجود ہے تو وہ اسی مسیح دجا
ل کا بھائی ہے جو خدا کی دعویٰ کرے گا۔ اور وہی مسیح دجال یہودیوں کا نبی ٹھہرے گا جس کا شدت
سے انتظار کر رہے ہیں۔

پس حق نہ قبول کرنے کا بدلہ اسی طرح باطل سے دیا جاتا ہے۔

ابلیس و نصاریٰ اور حق سے اعراض کر نیوالے کا بدلہ

حق نہ قبول کرنے کے نتیجے میں باطل پسندوں کا کیا انجام ہوتا ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ
فرمائیں۔

اہلیس نے تکبر کی بناء پر حضرت آدم کا سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ لیکن صرف ایک سجدہ نہ کرنے کے نتیجے میں اسے ہمیشہ کے لئے فاسقین و مجرمن کی بدترین قیادت ملی۔

اسی طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو بندہ ماننے سے انکار کیا اس کے نتیجے میں ان کو ایک ایسے معبود پر قانع ہونا پڑا جو بیچارہ یہودیوں کے ہاتھوں ایسے ظلم کا شکار ہو چکا ہے جس کو بیان کرتے ہوئے کلچر منٹھ کو آتا ہے۔ مثلاً اسے طمانچے سے مارا گیا، اس کے چہرے پر تھوکا گیا، اس کے سر کی بدترین کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، یہاں تک کہ اس کو سولی بھی دے دی گئی۔

یہ نصاریٰ کے اس تکبر اور خودداری کا ذلت آمیز انجام ہے جو انھوں نے حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننے سے انکار کیا تھا، اللہ کے لئے انھوں نے بیوی اور بیٹا مان رکھا تھا، حالانکہ اپنے پادریوں کو اس سے منزه قرار دیتے تھے۔ اللہ رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت کو چھوڑ کر ان پادریوں کی باتوں کو انھوں نے اپنے لئے قول حق سمجھ رکھا تھا جنھوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کردہ چیزوں کو اپنی طبیعتوں سے حرام کر لیا تھا۔

اسی طرح جمہیر نے اللہ کے لئے صفت علو کا انکار کیا اور قرآن کریم کی ان آیتوں کی مخالفت کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات سے جدا ساتویں آسمان پر عرش کے اوپر ہے، کیونکہ ان کے خیال باطل کے مطابق ایسی صورت میں خدا کو محصور و محدود ماننا پڑے گا۔ لیکن پھر انھوں نے، کنواں، تالاب، قید خانہ اور تمام نجاسات کے اندر خدا کو محصور کر دیا یہ درحقیقت اسی حق سے اعراض کرنے کا نتیجہ تھا جس کی بناء پر وہ رتو ندھ کے مرض میں مبتلا رہے اور حقیقت تک رسائی نہیں ہوئی۔ بلکہ ایسی ایسی بے نگاہی اور بے بنیاد باتیں کہیں جن کو سن کر عاقل آدمی کو بیساختہ منی آتی ہے۔

اور شیطان ان کا خوب مذاق اڑاتا ہے۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ جب میں جاؤں گا تو اس رسول کو تمہارے پاس بھیج دوں گا اس سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ مسیح کو اختیار حاصل تھا اور انھوں نے آپ کو بھیجا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں خدا سے دعا کروں گا کہ وہ انھیں تمہارے پاس بھیج دے، جیسے کہ کوئی آدمی کسی حاکم کے بھیجنے پر وہ یقیناً یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے اس کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہی درحقیقت بھیجنے کا سبب بنا ہے۔ بالکل یہی حیثیت حضرت مسیح کی بھی ہے۔

اللہ رب العالمین کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی چیز کے ہونے کا فیصلہ کرتا ہے تو اس کے لئے اسباب مہیا کر دیتا ہے ان اسباب میں ایک سبب دعا بھی ہے۔ جس کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی کام کے کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اجابت کے شرف سے نوازتے ہوئے اپنے اس فیصلے کو پورا کر دیتا ہے جس کو اس نے پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا۔ اس طرح مومن کی دعا اس کام کے وقوع پذیر ہونے کے لئے صرف ایک وسیلہ بن جاتی ہے۔ جیسے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کی دعا حضرت ابراہیم نے کی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (البقرہ-129)

اے ہمارے رب ان کے درمیان انھیں میں کا ایک رسول بنا کر بھیج جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت کرے اور کتاب و حکمت کی باتیں سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے۔ چٹک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بھیجنے کا فیصلہ پہلے ہی کر رکھا تھا۔ اور آپ کے نام کا اعلان بھی کر دیا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول آپ نبی کب ہوئے۔ آپ نے فرمایا میں اس وقت نبی ہوا جب کہ آدم روح اور جسم کے

درمیان تھے۔ آپ نے مزید یہ فرمایا کہ میرا نام خاتم النبیین اس وقت لکھ دیا گیا تھا جب کہ آدم اپنی گیلی مٹی میں لیے ہوئے تھے۔

اسی طرح اللہ نے مسلمانوں کے لئے غزوہ بدر میں فتح و نصرت پہلے ہی سے مقدر کر دی تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گریہ و زاری مدد کے لئے سبب بنی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ بارش کے نازل کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، لیکن بندوں کی دعائیں نزول رحمت کا سبب بنتی ہیں۔

اسی طرح کسی کو بخشا اور ہدایت دینا چاہتا ہے لیکن اس کو معلق کر دیتا ہے اس بندے کی دعا اور توبہ و استغفار پر۔

چنانچہ اسی طرح حضرت عیسیٰ نے بھی حضرت ابراہیم کے مثل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے دعا کی تھی لیکن چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں دعا کی تھی اس لئے اس کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے کیا اور حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد فریاد کئے ہوں گے۔ اس لئے اس کا تذکرہ اللہ نے نہیں کیا۔

فصل

حضرت مسیح نے فرمایا کہ میں تم کو یتیم بنا کر نہیں چھوڑ سکتا۔ عنقریب میں تمہارے پاس پھر آؤں گا۔ ان کا یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے کس قدر موافق ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح تمہارے درمیان عادل حکم اور منصف امام کی حیثیت سے نازل ہونگے اور خنزیر کو قتل کریں گے صلیب کو توڑیں گے، جزبہ اتار دیں گے آپ نے اپنی امت کو وصیت کی کہ جو بھی اس نبی سے ملاقات کرے وہ میرا سلام ان تک پہنچا دے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس نے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہیں۔

فصل

توراة کا یہ جملہ بیان کیا جا چکا ہے کہ سینا سے اللہ نمودار ہوا اور ساعیر سے اس کی تجلی پھوٹی اور فاران کی چوٹیوں سے اس کا ظہور ہوا۔ علماء اسلام نے اس قول کی تشریح کی ہے۔

چنانچہ ابو محمد قتیبہ کہتے ہیں کہ ہر صاحب بصیرت پر یہ بات واضح ہے کہ سینا پر خدا کے نمودار ہونے سے مراد توراة کا نزول ہے جو طور سینا میں حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ اور اس بات پر اہل کتاب اور مسلمان سب متفق ہیں۔

اور ساعیر سے روشنی پھوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں انجیل کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا حضرت مسیح عیسیٰ کے علاقے میں ناصرہ نامی ایک گاؤں میں رہتے تھے جو حضرت ابراہیم کا مسکن تھا اسی مناسبت سے ان کے تبعین کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

اسی طرح خدا کا فاران سے ظاہر ہونے کا مطلب یہ تسلیم کرنا واجب ہوگا کہ اس سے مراد قرآن کا نزول ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا۔

اور جہاں فاران سے مراد مکہ کے پہاڑ ہیں جس کو مسلمان اور اہل کتاب سب تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس ثابت شدہ حقیقت کا بھی یہ لوگ انکار کر بیٹھیں تو ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تو تحریف اور دروغ گوئی کے خوگر ہو چکے ہیں، لیکن بہر حال ہم ان کے خلاف دلیل قائم کریں گے اور پوچھیں گے کہ کیا توراة کے اندر یہ مذکور نہیں کہ حضرت ابراہیم نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل کو فاران میں ٹھہرایا تھا۔ پھر آخر وہ مقام فاران کہاں ہے، جہاں اللہ کا ظہور ہوا اور وہ نبی کون ہیں جن کے اوپر مسیح کے بعد کتاب نازل ہوئی اور وہ کون سا دین ہے جو اسلام کی طرح مشرق و مغرب میں غالب ہوا۔

بعض علماء اسلام کا کہنا ہے کہ ساعیر شام کے اندر ایک پہاڑ کا نام ہے، جہاں سے حضرت عیسیٰ کا ظہور ہوا، اس کے جانب قریہ بیت لحم ہے۔ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے۔ جسے آج ساعیر

ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اور وہاں جو پہاڑ ہے ان کو بھی سامعیر کہا جاتا ہے۔

توراة میں مذکور ہے کہ نبو عیص سامعیر ہی میں آباد تھے اور اللہ نے حضرت موسیٰ کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ توراة کے اس بیان میں تینوں پہاڑوں کا تذکرہ موجود ہے۔

حراء مکہ کا سب سے بلند پہاڑ ہے، یہیں نزول وحی کی ابتداء ہوئی اور اس کے اطراف میں بہت سے پہاڑ ہیں۔ اس مقام کو آج تک فاران کہا جاتا ہے اور مکہ اور طور سینا کے درمیان جو آبادی ہے اس کو بیابان فاران کہا جاتا ہے اور کوئی بھی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہے کہ ان مقامات میں کوئی کتاب نازل ہوئی ہے۔ یا کسی نبی کا ظہور ہوا ہے۔

لہذا یہ بات متعین ہوگئی کہ جبال فاران سے ظہور کا مطلب درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہی کی پیشین گوئی ہے۔ اس طرح اللہ نے توراة میں تینوں نبوتوں کے زمانے کو بالترتیب ذکر کیا ہے پہلے توراة پھر انجیل پھر قرآن کا تذکرہ، اور یہی تینوں کتابیں سرچشمہ ہدایت ہیں۔

توراة کے لئے نمودار ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے، اور انجیل کے لئے چمکنے کا لفظ استعمال کیا ہے اور قرآن کے لئے ظہور کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان تینوں لفظوں کے لانے میں ایک حکمت ہے وہ یہ کہ توراة کا نزول طلوع فجر کی مانند ہے اس لئے نمود کا لفظ استعمال کیا اور انجیل کا نزول سورج کے چمکنے کے مانند ہے اس لئے اس کے لئے ظہور و غلبے کا لفظ استعمال کیا۔

قرآن کو فضیلت دینے کی وجہ یہ ہے کہ توراة و انجیل کے مقابلے میں قرآن کے ذریعے خدا کے دین کو سب سے زیادہ حاصل ہوا اور ہدایت الہی کی تکمیل ہوئی، اس لئے اس کو نصف النہار میں چمکتے ہوئے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس کا نام سرانجام نیز ابھی رکھا گیا کیونکہ اس کی روشنی ہر جگہ اور ہر حالت میں انسان کے لئے ضروری ہے، اس کے مقابلے میں سورج کو ”سراجا وھاجا“

کہا گیا، کیونکہ اس کی ضرورت ہر حالت میں نہیں پڑتی۔

ان تینوں مقاموں کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح آیا ہے۔

وَالْيَسَّىٰ وَالزَّيْنُونَ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝
(احقاف - 1-3)

انجیر اور زیتون کی قسم طور سینا اور اس بلد امین کی قسم۔

انجیر اور زیتون سے مراد ان پھلوں کے پیدا ہونے کی جگہ یعنی فلسطین اور اس کے اطراف کے علاقے ہیں۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ اور انجیل کا نزول ہوا تھا۔ طور سینا سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ رب العلمین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا، اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے، جو حضرت ابراہیم ان کے بیٹے اسماعیل اور حضرت ہاجرہ کا مسکن ہے اسی کو فاران بھی کہتے ہیں۔

توراة کی پیشین گوئی میں بالترتیب تینوں نبوتوں کا تذکرہ زمانے کے اعتبار سے ہے اور یہاں درجے اور مرتبے کے اعتبار سے ہر ایک کی قسم بالترتیب کھائی گئی ہے۔ ابن قتیہ اور دیگر علماء اسلام نے یہ مذکورہ باتیں کہیں ہیں۔

توراة کے اندر ہے کہ ابراہیم نے وعدہ کیا اور اسماعیل کو ہاجرہ کے حوالے کر دیا اور کچھ روٹی پانی کا انتظام کر کے انھیں دیا اور حکم دیا کہ تم چلی جاؤ چنانچہ وہ چل پڑیں اتفاق سے پانی ختم ہو گیا انھوں نے بچے کو ایک درخت کے نیچے لٹا دیا اور خود اس کے برابر میں پتھر پھینکنے کی مقدار کی دوری پر جا بیٹھیں تاکہ وہ بچے کو مرنا دیکھ سکیں اور زور سے رونے لگیں، بچے کی چیخ اللہ نے سن لی اور فرشتے نے ان سے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور بچے کو اٹھا لو اور خوب مگرانی سے اس کو اپنے پاس رکھو اس لئے کہ اس کے ذریعہ اللہ ایک بہت بڑی امت پیدا کرنے والا ہے اور اللہ نے ان کی آنکھ کھول دی، انھوں نے پانی کا چشمہ دیکھا اور بچے کو پانی پلایا، پھر اپنا منگیترہ بھی بھرا۔ اس طرح اللہ کی مہربانی ہمیشہ بچے کے ساتھ رہی۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور بیابان فاران میں سکونت پزیر

ہو گئے۔ توراۃ کا یہ اقتباس صاف صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل وادی فاران ہی میں پہلے بڑھے اور وہیں مستقل قیام بھی آپ کا رہا اور یہی وہ مقام ہے جہاں وہ پیاس سے مر رہے تھے۔ لیکن اللہ نے ان کو پانی کے چشمے سے سیراب کیا۔ اور توراۃ کے علاوہ خبر متواتر سے یہ چیز جانی جاتی ہے کہ حضرت اسماعیل مکہ ہی میں پہلے بڑھے اور انھوں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے ساتھ خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ اس لئے حتمی طور پر فاران سے مراد مکہ ہی ہے۔

اس قسم کی بشارت شمعون کے کلام میں بھی ہے جس کا ترجمہ ان کے یہاں مقبول مانا جاتا ہے۔ وہ بشارت یہ ہے۔

فاران سے اللہ کا ظہور ہوا اور اس کی تسبیح اور اس کے امتیوں کی تسبیح سے آسمان وزمین بھر گئے۔

اور یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ سرزمین فاران میں کوئی ایسا شخص نمودار نہیں ہوا جس کی امت کی تسبیح سے آسمان وزمین بھر گئے ہوں، کیونکہ قطعی طور پر یہ معلوم ہے کہ اس سرزمین میں حضرت عیسیٰ کا ظہور نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت موسیٰ مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ طور پر اللہ رب العالمین ان سے ہم کلام ہوا تھا جو کہ سرزمین فاران میں نہیں ہے اگرچہ مکہ اور طور کے درمیان جو آبادی ہے اس کو بیابان فاران کہا جاتا ہے لیکن توراۃ کا نزول اس میں نہیں ہوا تھا پھر توراۃ کی بشارت طور کے ساتھ اور انجیل کی بشارت سامعیر کے ساتھ پہلے ہی دی جا چکی ہے، اس لئے لامحالہ یہاں فاران سے مراد قرآن کریم کا نزول ہے۔

اس کی تصدیق حقوق کے قول سے بھی ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ظہور تین سے ہوا اور قدس کا ظہور جبال فاران سے ہوا، ساری زمین احمد مرسل کی تحمید و تقدیس سے یہ منور ہو گئی۔ اور وہ اپنے زور بازو سے روئے زمین کے تمام اقوام کے مالک بن گئے۔ اور ان کے (مجاہدین کے) گھوڑے سمندر میں حفاظت خداوندی کے ساتھ تیرائے جائیں گے۔ اور بعض اہل کتاب نے کلام حقوق میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم عنقریب اپنی کمائوں کو تیروں سے

بھرو گئے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے، یہاں آپ کے اسم ذات اور صفات دونوں کی تصریح ہے۔ اگر یہودی یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی محمد ﷺ عربی نہیں ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ احمد کون ہیں جن کی حمد و ثناء سے تمام زمین پر ہو گئی اور جو جبال فاران سے ظاہر ہوئے اور تمام روئے زمین اور رقاب ام کے مالک بن گئے۔

فصل

توراۃ کا یہ بیان نقل کیا جا چکا ہے کہ حضرت ہاجرہ جب سارہ سے جدا ہوئیں تو فرشتہ ان کے سامنے نمودار ہوا اور ان سے دریافت کرنے لگا کہ ہاجرہ کہاں سے آئی ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے حضرت ہاجرہ نے صورت حال بیان کر دی فرشتے نے کہا کہ لوٹ جاؤ، تمہاری فریاد اللہ نے سن لی اب وہ تمہیں بے شمار اولاد دے گا اور غور سے سن لو کہ تو حاملہ ہوگی اور ایک بچہ جنے گی جس کا نام اسماعیل ہوگا، جس کی لوگ اطاعت کریں گے اور جس کا ہاتھ سب پر برتر ہوگا۔

اس بشارت کے ناقلین کا کہنا ہے کہ یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنو اسماعیل کو بنو اہلق پر کبھی فضیلت حاصل نہیں ہوئی، کیونکہ نبوت اور کتاب بنو اہلق ہی کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہ سلسلہ حضرت یعقوب اور یوسف سے لے کر حضرت عیسیٰ تک چلتا رہا۔ ابتداء میں وہ مصر میں حضرت یعقوب کے ساتھ حضرت یوسف کی بادشاہت میں رہے، پھر مصر سے نکلنے کے بعد حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کی معیت میں رہے، حضرت موسیٰ کے بعد یوشع کا زمانہ آیا۔ یوشع کے بعد حضرت داؤد نبی ہوئے، داؤد کے بعد حضرت سلیمان انھیں میں نبی بنا کر بھیجے گئے، جن کو پوری دنیا کی بادشاہت حاصل تھی، ان میں آخری نبی حضرت عیسیٰ ہوئے پھر ان میں آخری نبی حضرت عیسیٰ کے بعد ان پر زوال آنا شروع ہوا کیونکہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کے نبوت کی تکذیب کی تھی جس کی پاداش میں ہمیشہ کے لئے ان پر ذلت کی مار پڑی اور بادشاہت چھین لی گئی اور دیگر قومیں ان پر مسلط کر دی گئیں، چنانچہ اہل فارس اور روم کے ظلم و ستم کا شکار

ہوئے، لیکن ابھی تک اس طویل عرصے میں بنو اسماعیل کو بنو اسحاق اور دیگر اقوام پر فضیلت حاصل نہیں ہوتی تھی، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو بنو اسماعیل تمام اقوام عالم پر سبقت لے گئے ان کی بادشاہت تمام لوگوں میں غالب ہوئی۔ فارس و روم، ترک و عظیم سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔

یہود و نصاریٰ بت پرست و صائبیہ اور مجوس سب مغلوب ہو گئے اور تورات کی یہ پیشین گوئی پوری اتری کہ آپ کا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہوگا، اور یہ حالت آخری زمانے تک باقی رہے گی۔ یہود کا کہنا ہے کہ اس میں حضرت ہاجرہ کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دی جا رہی ہے جس کو بادشاہت سے نوازا جائے گا اور اس میں نبوت و رسالت کی بشارت نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہت کی دو قسمیں ہیں ایک تو مطلق بادشاہت ہے، جس کا نبوت سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس کی بنیاد جبر و ظلم پر ہوتی ہے۔

اور ایک بادشاہت بذات خود نبوت ہے۔ ان دونوں قسموں میں پہلی قسم کی بادشاہت بذات خود بری ہے اور دوسری قسم بذات خود احسن ہے۔ اور چونکہ بشارت اچھی چیزوں کی دی جاتی ہے اس لئے یہاں پہلی قسم کی بادشاہت کی بشارت مراد نہیں ہو سکتی، خاص طور سے ایسا بادشاہ جو بادشاہت کی پہلی قسم سے تعلق رکھتا ہو اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے تو وہ خدا کے نزدیک مخلوقات میں سب سے برا ہوگا، اس لئے خدا اس کی بشارت کیوں دے گا بلکہ اس سے تو ایسے ہی بچنے کی تلقین کرے گا جیسے کہ دجال کے فتنے سے بچنے کی تلقین ہے اور وہ تو بخت نصر سنجاریب اور تمام ظالم و جابر بادشاہوں سے بھی بدتر ہوگا۔ لہذا ایسے آدمی کی خبر بشارت نہیں ہو سکتی اور نہ حضرت ہاجرہ اور ابراہیم کو اس سے خوشی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی یہ ان کے گریہ و زاری اور خشوع و خضوع کا بدلہ ہو سکتا ہے، جب کہ اللہ نے ان کی فریاد سن لی تھی اور ان کو اس مولود کے متعلق یہ بشارت سنائی تھی کہ وہ اسے ایک عظیم مرتبے سے نوازے گا، اور اس کی نسل سے ایک بڑی امت وجود میں آئے گی۔

لہذا اگر بشارت کا مطلب یہی ہے جسے اہل کتاب سمجھتے ہیں تو یہ ایسے ہی خبر دینا ہوگا جیسے حضرت ہاجرہ سے کہا گیا ہو کہ تم ایک جابر ظالم فاسق اولاد جنوگی جو تمام لوگوں پر جبر و ظلم حکومت کرے گا، اللہ کے نزدیک نیک بندوں کو قتل کرے گا اور معصوموں کو قید کرے گا۔ باطل طریقے سے لوگوں کا مال چھینے گا اور انبیاء کے دین کو بدل ڈالے گا۔ اللہ پر جھوٹی باتیں کہے گا اور جس شخص نے بشارت کو اس پر محمول کیا اس نے اللہ پر سب سے بڑی بہتان طرازی کی۔

اور یہ طریقہ بہتان طراز افتراء پر داز انبیاء کے قاتلین یہودیوں ہی کا ہو سکتا ہے جو اس طرح کی دروغ گوئی کے ڈگر ہو چکے ہیں۔ زبور میں ہے۔

اللہ کی نئی اور تازہ تسبیح کرو۔ اسرائیل کو اپنے خالق پر خوش ہو جانا چاہیے اور صہیون والے گھروں پر، کیونکہ اللہ نے اپنے آخری پیغمبر کے لئے ان کی امت کو چن لیا ہے۔ اور ان کو نصرت و اعانت سے نوازا ہے۔ اور ان کی بدولت صالحین کو کرامت و عزت کے ساتھ مضبوط و توانا کر دیا ہے۔ اس امت کے افراد خواہاں ہوں میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہیں گے، اور بلند آواز سے اس کی تکبیر جاری رکھیں گے، ان کے ہاتھوں میں دودھاری تلواریں ہوں گی، ان کے ہاتھوں اللہ ان لوگوں سے بدلہ لے گا، جو اس کی عبادت نہیں کرتے ہیں۔ وہ ایسے باغی قوموں کے بادشاہوں کو قید کریں گے، ان کے معزز لوگوں کو بیڑیاں پہنائیں گے۔ یہ صفات درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں ہی پر صادق آتی ہیں کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو دن میں پانچ مرتبہ اپنی اذان میں بلند آواز سے اللہ کی تکبیر بیان کرتے ہیں اور یہی وہ حضرات ہیں کہ جب بلند جگہوں پر چڑھتے ہیں تو اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے ہوئے چڑھتے ہیں، جیسے کہ حضرت جابر کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب بلندی پر چڑھتے تو اللہ کی تکبیر بیان کرتے اور جب نیچے اترتے تو سبحان اللہ کہتے، چنانچہ نماز میں بھی یہی حالت رکھی گئی ہے۔

یہی وہ حضرات ہیں جو اذان کے علاوہ عید الفطر عید الاضحیٰ عشرہ ذی الحجہ اور ایام منیٰ میں ہر

نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر بیان کرتے ہیں۔

بخاری شریف میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت آئی ہے کہ وہ منیٰ میں اتنی زور سے تکبیر کہتے کہ تمام مسجد والے سن لیتے اور وہ بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے، پھر ان لوگوں کی آواز بازار تک پہنچ جاتی اور اہل بازار بھی تکبیر کہنا شروع کر دیتے، یہاں تک کہ پورا منیٰ تکبیر کی آواز سے گونج اٹھتا۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن عمر عشرہ ذی الحجہ میں جب بازار کی طرف نکلتے تو تکبیر کہتے ہوئے جاتے۔ ان کی تکبیر سن کر دوسرے لوگ بھی تکبیر کہنے لگے یہی وہ امتی ہیں جو قربانیاں کرتے ہوئے کنکریاں مارتے ہوئے صفا و مروہ کی سعی کرتے ہوئے، حجر اسود کو چومنے ہوئے اور نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے رہتے ہیں۔ یہ وصف درحقیقت مومنوں کے علاوہ کسی امت کے اندر نہیں پائی جاتی۔

کیونکہ یہود لوگوں کو بگس بجا کر اکٹھا کرتے ہیں اور نصاریٰ ناقوس بجا کر۔ البتہ صرف مسلمان ہی بلند آواز سے اذان میں تکبیر کہتے ہیں۔

حضرت داؤد نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان ہاتھوں میں دودھاری تلواریں ہوں گی، اس سے مراد وہ عربی تلواریں ہیں جن کے ذریعے صحابہ کرام نے تمام ممالک فتح کئے اور جو آج تک مشہور ہے۔

اسی طرح حضرت داؤد نے فرمایا تھا کہ وہ اپنی خواہاںوں میں اللہ کی تسبیح جاری رکھیں گے۔ بعینہ یہی صفت اللہ رب العالمین نے مومنین کی بتلائی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ (ال عمران۔ 191)

مومن وہ لوگ ہیں جو کھڑے بیٹھے پہلو کے بل ہر حالت میں اللہ کی تکبیر بیان کرتے ہیں۔

یہ بشارت نصاریٰ پر ہرگز صادق نہیں ہو سکتی، کیونکہ اولاً نہ تو وہ بلند آواز سے اللہ کی بڑائی

بیان کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھانا چاہتے ہیں، بلکہ اس کے برعکس تلوار کے ذریعہ کفار سے قتال معیوب سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کو نفرت دلاتے ہیں کہ یہ تلوار سے مدد لیتے ہیں، انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ سے پہلے حضرت موسیٰ ان کے بعد یوشع بن نون ان کے بعد داؤد و سلیمان اور بہت سے نبیوں نے کفار سے قتال کیا ہے۔ اور ان تمام حضرات سے پہلے ان کے جد امجد حضرت ابراہیم نے بھی کفار سے قتال کیا ہے۔

ایک جگہ حضرت داؤد نے فرمایا۔

اسی بناء پر تمہارے لئے اللہ نے ہمیشہ کے لئے برکت دے رکھی ہے، پس اے جبار تلوار لڑکا لو۔ اس لئے کہ تمہاری عزت و عظمت اور شرائع و احکام کا اجراء تمہارے زور بازو کے ساتھ وابستہ ہے، تم کلمہ حق کے شہسوار ہو اور خدا کی تسبیح بیان کرنے والے ہو، تمہارا فرشتہ اور تمہاری شریعت رعب و دبدبہ والی ہے اور تمہارے تیر تیز کئے ہوئے ہیں اور اقوام عالم تمہارے سامنے تعظیماً جھکنے والی ہیں۔

پس کون ہے تلوار کا لٹکانے والا سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، وہ کون سی امت ہے جن کے سامنے تمام قومیں سرنگوں ہوئیں، آپ کی امت کے علاوہ، وہ کون ہے جس کے احکام و شرائع اس ہیبت و شوکت سے وابستہ ہیں وہ صرف اور صرف وہی ہیں جن کا مخالفوں کے لئے صرف یہ پیغام ہوتا تھا کہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن جاؤ۔ یا جزیہ دے کر رعایا بن جاؤ اور یا پھر تلوار کے ساتھ فیصلہ ہوگا۔

بعینہ یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کے اندر بیان فرمائی ہے۔

نصرت بالو عب مسرة شہر

میری مدد قریباً ایک مہینے کی مسافت تک رعب و دبدبہ دے کر کی گئی ہے۔

حضرت داؤد کے بیان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پاس فرشتہ آئے گا اور آپ کی شریعت ایک مستقل شریعت ہوگی۔

یہاں حضرت داؤد کا آپ کو جبار کہہ کر خطاب کرنے کا مقصد دو حقیقتوں پر اشارہ کرتا تھا۔ کہ آپ اللہ کے دشمنوں کو ناکوں سے چبوا دیں گے اور ان پر غالب ہوں گے آپ کی طاقت ایک بڑی طاقت ہوگی، آپ کمزور اور مغلوب نہیں ہوں گے۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے رحمت بھی تھے اور ان کے مقابلے میں زبردست جنگ جو بھی تھے۔ آپ کے صحابہ کفار کے لئے سخت گیر تھے، لیکن آپس میں رحیم تھے، مومنوں کے لئے منکسر المزاج تھے اور کفار کے لئے بارعب تھے۔

برخلاف ان ذلیل مغلوب متکبرین کے، جو اللہ کے دشمنوں کے لئے تو نرم خو ہیں لیکن حق کے قبول کرنے سے سرکشی اور تکبر کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مزمور داؤد میں ہے:

ان الله سبحانه اظهر من صهيون اكليل محموداً
الله نے صهيون (یعنی عرب سے) ایک قابل تعریف اکلیل کا ظہور کیا۔

لفظ اکلیل سے آپ کی حکومت اور امامت کی طرف اشارہ ہے۔ اور محمود سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ زبور کے ایک اور باب میں یوں منقول ہے کہ

آنے والے نبی کی بادشاہت ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک، دریاؤں سے لے کر زمین کے کناروں تک ہوگی، اس کے سامنے تمام اہل جزائر گھٹنے ٹیک دیں گے اس کے دشمن خاک بوی کریں گے۔ فارس کے بادشاہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے، تمام امتیں اس کا مطیع و فرمانبردار بن جائیں گی بھتاج و پریشان حال کمزور اور بے سہارا لوگوں کو زبردستوں اور ظالموں کے بچاؤ استبداد سے نجات دلائے گا۔ اور ان کے ساتھ نرمی برتے گا۔ اور اس پر ہر وقت درود بھیجی جائے گی، اور برکت کی دعا کی جائے گی۔

ان صفات کو دیکھنے کے بعد عقل سے کام لینے والا آدمی جس نے امور مملکت اور امور نبوت نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کی سیرت کا گہرا مطالعہ کیا ہوگا، اس کے سامنے یہ

بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ اس سے مراد درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتی ہی ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا کوئی دوسرے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ درحقیقت آپ ہی کی بادشاہت بحر روم سے بحر فارس تک اور دریائے جیحون و نیل سے لے کر مغرب میں زمین کے کنارے تک پہنچ گئی تھی جس کی پیشین گوئی آپ نے ان الفاظ میں کی تھی کہ میرے لئے پوری زمین سیٹ دی گئی ہے، چنانچہ میں نے اس کے مشرقی اور مغربی حصے کو دیکھا اور عنقریب میرے امتیوں کی بادشاہت اس حصے تک پہنچے گی جہاں تک مجھے زمین سمیت کر دکھائی گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حضرت عیسیٰ کے قول کے کس قدر موافق ہے۔

اس کے علاوہ حضرت داؤد کی بیان کردہ تمام صفات آپ پر صادق ہوئیں۔ آپ ہی کی ذات وہ ذات ہے جس پر پانچوں نمازوں میں اور اس کے علاوہ تمام اوقات میں برابر درود بھیجی جاتی ہے، جس کے لئے مسلسل برکت کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ جن کے سامنے پورا جزیرہ عرب ہی نہیں بلکہ جزیرہ اندلس جزیرہ قبرص اور دریائے جلد اور فرات کے درمیان واقع تمام اہل جزائر نے گھٹنے ٹیک دیئے، جس کا کلمہ تمام شاہان فارس کو بھی پڑھنا پڑا، یہاں تک کہ بجز اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے کے ان کے سامنے کوئی چارہ نہ رہا۔

آپ کی صداقت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ حضرت داؤد نے بشارت میں اہل فارس کی اطاعت کو خاص کر دیا تھا چنانچہ وہی معاملہ آپ کے ساتھ پیش آیا، تمام شاہان فارس نے تو سر تسلیم خم کر دیا تھا لیکن ان کے مقابلے میں شاہان روم میں بہت لوگوں نے نہ اسلام قبول کیا اور نہ ہی انھیں جزیہ دینا پڑا لیکن بہر حال جس نے بھی آپ اور آپ کے امتیوں کا نام اور تذکرہ سنا وہ تو آپ پر ایمان کے آیا یا آپ سے مصالحت کر لی یا آپ کے ساتھ رہ کر منافق کارول ادا کیا۔ یا آپ سے ہمیشہ خائف رہا۔ آپ ہی نے کمزوروں کو ظالموں کے بچنے سے نجات دلائی۔

یہ مذکورہ صفات حضرت مسیح پر بھی چسپاں نہیں ہو سکتی کیونکہ انھیں نہ تو ایسا غلبہ اپنی زندگی میں حاصل ہوا اور نہ آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد آپ کے متبعین کو حاصل ہوا اور نہ ہی وہ مقامات

ان کی سلطنت کے قلمرو میں داخل ہوئے جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر ان پر دن رات (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح) درود بھی بھیجا نہیں جاتا۔
دوسرے مزمور میں ہے۔

تمام اہل بادیہ خوش ہو جائیں گے اور قیزار کی سرزمین رواج دینے والی ہو جائے گی (یعنی تمام باتیں وہیں سے رائج ہوں گی) کچھ ہوں اور غاروں میں رہنے والے باشندے خدا کی تسبیح و تحمید پہاڑ کی چوٹیوں سے بلند کریں گے، اور اس کی تسبیح فضا میں بکھیر دیں گے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علاوہ کون اہل بادیہ ہیں، اور سوائے حضرت اسماعیل کے ایک صاحبزادے اور حضور کے جدا مجد کے علاوہ قیزار کس کا نام ہے۔ اور کس کا ذکر آپ کے علاوہ ہمیشہ کے لئے باقی ہے۔ ناممکن ہے ناممکن ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور بھی ہو جس پر یہ صفات صادق آئیں۔

ایک دوسرے مزمور داؤد میں ہے:
ہمارے رب نے محمود کی تعظیم کی۔

دوسری جگہ ہے۔

ہمارا معبود قدوس ہے اور محمد نے پوری روئے زمین کو خوشی سے ڈھانپ لیا۔

ان دونوں پیشین گوئیوں میں حضرت داؤد نے آپ کے نام اور شہر کی صراحت کر دی ہے۔ آپ ہی کے ذکر اور کلمے نے پوری روئے زمین کو ڈھانپ لیا۔

زبور میں ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا:-

کہ تمہارا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے لئے لوگ باپ ٹھہرائیں گے اور میرے لئے بیٹا ٹھہرائیں گے حضرت داؤد نے عرض کیا کہ اے اللہ تو سنت کا قائم کرنے والا بھیج۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ وہ لڑکا بشر ہی ہے۔

یہ درحقیقت حضرت عیسیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیشین گوئی کئی صدیوں

پہلے دی جا رہی ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے حضرت داؤد دعا کر رہے ہیں تاکہ آپ کے ذریعہ حضرت مسیح کی یہ حقیقت لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے کہ وہ محض ایک انسان ہیں، انسان ہی کے بیٹے ہیں۔ وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ اللہ رب العالمین نے امت کے ہاوی غم کی بدلیوں کو دور کرنے والے آخری نبی جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، آپ نے حضرت عیسیٰ کی پوری حقیقت لوگوں کے سامنے بیان کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ وہ محض اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور آپ نے غلو پسند نصاریٰ اور بہتان طراز یہود کے خیالات کو باطل ٹھہرایا۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے۔

”مجھ سے کہا گیا کہ کھڑے ہو کر مشاہدہ کرو اور تپاؤ کیا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں دو سواروں کو آتے ہوئے دیکھتا ہوں، ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر۔ ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ بائبل کے بت دریا میں گر گئے۔

صاحب حمار سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں، جس پر مسلمان اور نصاریٰ سب متفق ہیں تو صاحب جمل سے مراد لامحالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے کیونکہ آپ اونٹ کی سواری کرنے میں اس سے زیادہ مشہور ہیں جتنا کہ حضرت عیسیٰ گدھے کی سواری کرنے میں مشہور ہیں، اور آپ ہی کی ذات سے بائبل کے تمام بت ڈھادیے گئے، حالانکہ اس سرزمین میں حضرت ابراہیم کے زمانے سے لے کر بعثت محمدی تک برابر بت کی پوجا ہوتی رہی ہے اس دوران حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں وہاں کی بت پرستی قطعاً ختم نہیں ہوئی تھی، بلکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اس فریضے کو انجام دیا، لہذا اس سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتے۔

صحف شعیا علیہ السلام میں ہے۔ اے مکہ کی زمین تو ذرا اپنی نگاہ چاروں طرف دوڑا اور اپنی رونق کو دیکھتے ہوئے خوش ہو جا۔ کیونکہ اللہ تمہاری طرف سمندر کے خزانے لایا ہے۔ اور بڑی تعداد میں لوگ فوج در فوج تمہارے پاس حج کرنے لے آئیں گے، اور قطار در قطار

آنے والے اونٹوں سے یہ سرزمین اس قدر بھر جائے گی کہ تنگ ہو جائے گی، اور مدین کے مینڈھے تمہاری جانب ہانک کر لائے جائیں گے، اور اہل سہاتہمارے پاس آئیں گے اور فاراں کی بکریاں یہاں لائی جائیں گی اور نباوت کے لوگ تیری خدمت کریں گے۔“

یعنی نبی بن اسماعیل کی اولاد کا آدمی خانہ کعبہ کا متولی ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے یہ تمام صفات مکہ مکرمہ کو حاصل ہو گئیں، سمندر کے خزانے اس کی طرف لائے گئے۔ بڑی تعداد میں لوگ وہاں حج کرنے کی غرض سے آئے، فاراں کی بکریاں قربانی کے لئے لائی گئیں، بار برداری قربانی اور سواری کے اونٹوں کی کثرت اور قطار در قطار آمد سے وہاں کی سرزمین تنگ ہو گئی اور اہل سہاتہ یعنی یمن کے لوگ بھی یہاں آئے۔

مکہ مکرمہ کے متعلق صحف شعیاء میں ایک جگہ ہے۔

میں نے اپنے نفس پر ایسے ہی قسم کھا رکھی ہے، جیسے کہ حضرت نوح کے زمانے میں زمین کو طوفان میں غرق کرنے کی قسم کھا رکھی تھی، یہ کہ میں تجھ پر ناراض نہیں ہوں گا، اور نہ تجھے چھوڑوں گا، پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتے ہیں۔ قلعے زمین بوس ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے انعامات و احسانات تجھ سے زائل نہیں ہو سکتے۔

اے مسکین و مضطرب مکہ اب تیرے اوپر خوبصورت پتھر ہوں گے۔ تو جواہرات سے مزین کی جائے گی۔ تیرا چھت اور دروازہ موتیوں اور زمرد سے آراستہ کیا جائے گا، تجھ پر کوئی ظلم نہیں کرے گا، لہذا خوف نہ کھا، اور تو کمزور و بے بس نہیں رہے گی لہذا عجز و ناتوانی کا احساس ختم کر دے، جو بھی ہتھیار بنانے والے بنائیں وہ تجھ پر اثر انداز نہیں ہوں گے اور جو بھی زبان و نعت تیرا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی تو اس پر غالب آئے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تیرا ایک نام رکھے گا۔

(چنانچہ اللہ نے اس کا نام بیت الحرام رکھا) پس تو بلند ہو جا اور خوب چمک کیونکہ تیرا نور اور خدا داد و قار کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اپنی آنکھوں سے اپنے ارد گرد ذرا دیکھ کہ کس طرح لوگ اکٹھا ہیں۔ اور تیری اولاد تیرے پاس حاضری کے لئے جمع ہو رہی ہے اور تیرے بیٹے بینیان

سورے سورے تیرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ اس وقت تو خوش اور تروتازہ ہو جائے گی، تیرے دشمن تجھ سے خوف کھائیں گے۔ اور تیرا دل کشادہ ہو جائے گا، اور قیدار کی تمام بکریں تیرے پاس اکٹھا ہو جائیں گی۔ اور نباوت کے سردار تیری خدمت کریں گے۔

نباوت سے بنت بن اسماعیل کی اولاد مراد ہیں اور قبزار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا اور بنت بن اسماعیل کے بھائی ہیں، مزید یہ بھی کہا کہ تیرا دروازہ دن رات کھلا رہے گا۔ اور کبھی بند نہ ہوگا۔ تجھے لوگ قبلہ بنائیں گے اور تودہ بنہ الرب (خدا کا شہر) کے نام سے موسوم کی جائے گی۔ ایک جگہ مکہ ہی کے متعلق حضرت اشعیا کا یہ قول مذکور ہے۔

چل اور جھوم جھوم جا اے بانجھ جس نے ابھی کوئی لڑکا نہیں جنا اور نہ حاملہ ہوئی اور تسبیح بیان کر اور خوش ہو جا کیونکہ تیرے اہل و عیال میرے اہل سے زیادہ ہوں گے۔ یعنی اہل بیت المقدس کی نسبت اہل بیت اللہ زائد ہوں گے۔ مکہ مکرمہ کو ایک ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو عاقر و عقیم ہو اور کسی بچے کو نہ جنم دیا ہو۔ اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل صرف حضرت اسماعیل شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے تھے۔ (جب کہ وہ بنایاں کعبہ اور مکہ مکرمہ میں داخل ہیں) اس میں بانجھ سے مراد بیت المقدس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تو انبیاء کا گھر ہے اور نزول وحی کا محل و مرکز ہے۔ لہذا اسے عقیم عورت سے تشبیہ دینے کی کوئی وجہ جواز نہیں ہو سکتی۔ ایک جگہ مکہ مکرمہ کے متعلق اشعیا کا یہ قول ہے۔

”میں اس بادیہ کو لبنان کی کرامت اور کتر مال کی شادابی بخشوں گا۔“ ان دونوں مقاموں سے مراد شام و بیت المقدس ہیں، جہاں انبیاء کو وحی سے نوازا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں انھیں کرامت و الہی جگہوں کی طرح اس بادیہ کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اور فریضہ حج کی وجہ سے برکت و رحمت سے موازوں گا۔

اس میں یہ بھی ہے کہ اس بادیہ میں چشمے پھوٹیں گے اور سیراب کرنے والے نالے ندیاں بہنے لگیں گی۔ خشک چٹیل اور پیاسے صحرا پانی اور چشموں سے بھر پور ہوں گے اور یہ جگہ حج کا مقام و

محل ہوگا، حرم کی راہ پر اہم واقعات کی نجاستوں اور غلطیوں کا گزر نہیں ہو سکتا اور نہ حرم کی قدر و منزلت سے بے خبر لوگوں کا نہ اس میں درندے ہوں گے نہ شیر، اس پر صرف صالحین و مخلصین کا گزر ہوگا۔

ایک جگہ اس میں ہے کہ:

بیشک، بھیڑ اور اونٹ اس کے اندر ایک ساتھ چریں گے۔

یہ درحقیقت سرزمین مکہ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ نے اس کو تمام جنگبوں کے مقابلے میں مامون و محفوظ بنایا ہے، اور اس کو بلند امین کہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيَنْتَحِطُّ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ
(العنکبوت - 67)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ایک مامون حرم بنایا ہے جب کہ لوگوں کو اس کے آس پاس کی جنگبوں میں اچکا جاتا ہے۔

اور اللہ نے اس کو بندوں پر ایک نعمت و احسان شاکر کیا ہے، ارشاد ہے۔

لَا يُلْقِي قُرَيْشٌ فِيهِمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۚ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا
الْبَيْتِ ۚ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۚ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۚ (القرش)

چونکہ قریش مانوس ہو کے یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس لہذا ان کو چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا۔ اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

ایک جگہ صحف اشعیا میں آپ کا نام صراحتاً آیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اے محمد میں نے تمہارا نام سراپا حمد بنادیا ہے اے رب کے برگزیدہ اور پاکیزہ تمہارا نام ابد سے موجود ہے۔

کیا صراحتاً آپ کا نام مل جانے کے بعد کج رو اور لعنت زدہ حضرات کو اب بھی چوں و چرا کرنے کی جھنجھٹ ہے۔

اشعیا کا یہ قول کہ تیرا نام ابد سے موجود ہے بالکل حضرت داؤد کے اس قول کی طرح ہے جو انہوں نے آپ کے متعلق کہا تھا کہ آپ کا نام سورج کے وجود سے پہلے ہے۔

ایک جگہ صحف اشعیا میں حجر اسود کے متعلق یہ بیان آیا ہے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، میں صہیون یعنی بیت اللہ میں ایک باعزت گوشے کے اندر ایک عظیم الشان پتھر نصب کرنے والا ہوں، پس جو مومن ہو وہ ہم سے تجلّت نہ طلب کرے میں شاقول اور میزان کی طرح عدل قائم کروں گا۔ وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے جو جھوٹ ہی پر فریفتہ رہیں گے۔

صہیون سے اہل کتاب مکہ مراد لیتے ہیں، اور پتھر سے مراد حجر اسود ہے، جس کی کرامت یہ ہے کہ بادشاہ اور عوام سے اسے چومتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کے لئے خاص کیا گیا ہے۔

ایک جگہ اسی میں ہے۔

عنقریب دیہات و شہر قیزار کے محلات سے بھر جائیں گے۔ جو ہمہ وقت تسبیح میں مشغول رہیں گے، پہاڑوں کی چوٹیوں سے خدا کا نام بلند کریں گے، وہی لوگ ہیں جو اللہ کی عزت اور تکریم اس کے شایان شان کریں گے اور اس کی تسبیح و تقدیس کو بحر و بر میں پھیلائیں گے۔

مزید اس میں یہ ہے۔ ”میں تمام امتوں کے لئے دور سے ایک علم و نشان قائم کروں گا اور انہیں زمین کے اطراف و اکفاف سے ندا دی جائے گی، پس وہ جلدی کرتے ہوئے آئیں گے۔

بنوقیزار سے مراد اہل عرب ہیں، کیونکہ تمام لوگوں کے نزدیک قیزار حضرت اسماعیل کے لڑکے ہیں اور وہ علم جس کے بلند کرنے کا وعدہ اللہ نے کیا ہے اس سے مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے، اور لوگوں کو اطراف و اکفاف ارض سے ندا دینے کا مطلب انھیں حج بیت اللہ کے لئے بلانا ہے، چنانچہ وہ بڑی سرعت کے ساتھ آئیں گے۔ یہی بات اللہ رب العالمین نے قرآن میں اس طرح بیان کیا۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ (الحج-27)

اور لوگوں کو حج کے لئے اذان عام دہرہ و قہارے پاس ہر دروازہ مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔

ایک جگہ ہے۔

میں باد صبا کے چلنے کی جگہ سے ایسی قوم کو بھیجوں گا جو مشرق سے گروہ درگروہ لبیک کہتے ہوئے آئیں گے اور جن کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند ہوگی۔ اور وہ آدمی کی طرح ہوں گے جو اپنے پاؤں سے تر مٹی روندتا ہے، باد صبا مشرق کی طرف سے چلتی ہے۔ اللہ نے وہاں سے ایک مشرقی قوم بھیجی جو پکار پر لبیک کہتے ہوئے آئی، جس کی کثرت ذرہ ہائے خاک کے مانند تھی۔

اور مٹی روندنے والے کی مثال دیکر ان کی طواف و سعی میں تیز رفتاری مراد ہے، یا اس سے مراد دور دراز سے آنے والے لوگ ہیں جن کے پاؤں زیادہ چلنے سے تھک چکے ہوں گے۔

ایک جگہ اسی صحف اشعیا میں ہے۔

وہ میرا بندہ خاص ہے اور پسندیدہ جو میری مسرت اور خوشی ہے۔ اس پر میں اپنا روج مخصوص نازل کروں گا، یا اس میں یہ ہے کہ میں اس پر وحی نازل کروں گا، جس سے لوگوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو مختلف وصیتیں کرے گا۔ وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسنے گا، اور نہ ہی اس کی آواز بازاروں میں سنی جائیگی اندھی آنکھوں کو نور عطا کرے گا، حق کے استماع سے پہرے کا نوں کو قوت سماعت عطا کرے گا اور مردہ دلوں کو حیات و زندگی عوام سے مشرف کرے گا۔ میں اسے جو بخشوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا۔ نہ وہ کمزور ہوگا اور نہ مغلوب نہ خواہشات نفس کی طرف مائل ہوگا، اس کی آواز بازار میں نہیں سنی جائے گی تو ضعیف اختیار کرنے والوں کے لئے نرم خو ہوگا، غرض کہ وہ اللہ کا ایسا نور ہے جس کو بجھایا نہ جاسکے گا۔ اور نہ ان کا مقابلہ کیا جاسکے گا۔

یہاں تک کہ زمین میں میری حجت قائم ہو جائے گی اور جہالت و لاعلمی کا عذر منقطع ہو

جائے گا یہ صفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کس کے اندر پائی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان صفات کو کوئی بھی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی پر منطبق نہیں کر سکتا۔ بلکہ یہ صفت آپ کے امتیاز کے اندر قیامت تک باقی رکھی گئی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسری امت کو یہ چیز حاصل نہیں ہوئی۔

مثلاً یہاں آپ کو میرا بندہ کہ کر خطاب کیا گیا، چنانچہ قرآن میں بھی آپ کو متعدد جگہ میرا بندہ کہا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا (البقرة-23)

اگر تم اس چیز کے بارے میں شک کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيُكَوِّنَ لِلْعٰلَمِيْنَ اٰیٰتًاۙ (الفرقان-1)

نہایت حیرت ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا۔ تاکہ سارے جہاں والوں کے لئے خبردار کر دینے والا ہو۔

سورہ جن میں ہے۔

وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدَ اللَّهِ يَدْعُوهُ (الجن-19)

اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کے لئے کھڑا ہوا۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے۔

صُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا (بنی اسرائیل-1)

پاک ہے وہ جو نے ایک رات اپنے بندے کو۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں اللہ نے آپ کو (خیر سی و رضا نفسی) اپنا پسندیدہ اور برگزیدہ کہا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بالکل مطابق ہے، آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اولاد اسماعیل میں کنانہ کو منتخب کیا اور کنانہ سے قریش کو منتخب کیا۔ اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا۔ اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں ہے کہ وہ تہذیب مار کر نہیں بنے گا، یہ قول حضرت عائشہ کی اس حدیث کے بالکل موافق ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ آپ کے حلق کا کوئی ظاہر ہوا ہو، بلکہ آپ صرف مسکراتے تھے۔

کیونکہ زیادہ ہنسی روحانی ہلکا پن اور کم عقلی کی دلیل ہے اس کے مقابلے میں مسکراہٹ آدمی کے حسن اخلاق اور کمال ادراک کو ظاہر کرتی ہے۔

البتہ گذشتہ بعض کتابوں میں آپ کی صفت جو یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ بہت زیادہ ہنسنے والے ہوں گے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ آپ جائز طریقے سے جہاں ہنسنے کا مقام ہوگا وہاں ہنسنے گے بھی، اور جہاں مسکراتے کا مقام ہوگا وہاں مسکراہٹ سے کام لیں گے، کیونکہ مطلق ہنسی چھوڑ دینا تکبر غرور، بد خلقی اور نخوت کی علامت ہے اور زیادہ ہنسی آدمی کی کم ظرفی ناقص عقلی اور ہلکا پن ظاہر کرتی ہے، اس لئے آپ اعتدال کا راستہ اپناتے ہوئے دونوں طرف سے موقع محل دیکھ کر استعمال کرے۔ (لیکن آپ کا ہنسا بھی قسم کے قریب ہوتا تھا)۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس پر اپنی روح نازل کروں گا، یہ ان قرآنی آیتوں کے بالکل مطابق ہے۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحَنَا مِنْ أَمْرِنَا (الشوریٰ-52)

اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم سے روح کی وحی کی۔

دوسری جگہ ہے:-

يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْبِئُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ ﴿٢﴾ (الزل-2)

اور فرشتے اللہ کے حکم سے وحی لکری اس بندے پر اترتے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے تاکہ لوگوں کو ڈرائے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، لہذا وہ مجھ ہی سے ڈریں۔

ایک جگہ ہے:-

يُلْقِي الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَافِ ﴿١٥﴾ (المومن-15)

وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔

ان آیات میں وحی کو روح کہا گیا ہے کیونکہ دلوں کی تروتازگی اور روح کی بلیدی اسی سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ ابدان کی زندگی ارواح کی بقا پر منحصر ہوتی ہے۔

اسی طرح اس پیشین گوئی میں یہ مذکور ہے کہ اس سے میرا عدل امتوں میں ظاہر ہوگا، یہ قول اس آیت کریمہ کے مطابق ہے۔

فَلْيَذْكِفَ طَائِفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاسْتَغْنِمَ كَمَا أَمَرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأَمَرْتُ بِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ (الشوریٰ-15)

پس اس لئے آپ انکو دعوت دیں اور طائفتی قدم رہیں جیسے کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کریں، اور کہہ دیجئے کہ میں اس پر ایمان لایا جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔

دوسری جگہ اہل کتاب کے بارے میں ہے۔

فَإِنْ جَاءَكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴿٤٢﴾ (المائدہ-42)

اے نبی اگر اہل کتاب آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کیجئے، یا ان سے اعراض کیجئے، اگر آپ نے ان سے اعراض کیا تو یہ آپ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ کو فیصلہ کرنا ہے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کریں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ نبی لوگوں کو مختلف وصیتیں کرے گا۔ یہ قول ان آیات کے موافق ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ (الشوریٰ-13)

تمہارے لئے وہی دین شروع کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جس چیز کی وہی ہم نے تمہاری جانب کی اور جس چیز کی وصیت ہم نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس کے اندر تفرقہ نہ ڈالو۔

سورہ انعام میں اللہ رب العالمین نے آیت کریمہ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ سے لے کر فَتَفَرَّقُوا بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ لَعْنَةً تک مسلسل وصیتیں کی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت سے مراد وہ عہد ہے جو آپ نے اپنے امت سے لیا۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ سے ڈریں اسی کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کے پیچھے ہوئے دین حق اور ہدایت کو مضبوطی سے تھام لیں۔ اللہ پر نیز اس کی کتابوں رسولوں اور ملائکہ پر ایمان لائیں، قیامت کے دن کا اقرار کریں۔ وغیرہ۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آواز سنی نہیں جائے گی۔ یعنی بلند آواز سے نہیں چیخے گا، جیسے کہ غیر سنجیدہ لوگ چیتے ہیں۔ بلکہ اس کی آواز نرم اور آہستہ ہوگی (چنانچہ آپ کی یہی خصلت تھی)

اسی طرح ہے کہ اندھی آنکھوں کا پردہ کھول دے گا۔ بہرے کانوں کو سننے والا بنادے گا اور مردہ دلوں کو زندہ کر دے گا۔

یہاں بتانا مقصود ہے کہ چونکہ وہ نبی ہدایت کے تینوں بند راستے آنکھ کان اور دل کو یکسر کھول دے گا اس لئے اس کی دعوت سے کچھ لوگ مکمل فائدہ اٹھائیں گے، جس سے علم و ہدایت کے

مراجم کی تکمیل ہو جائیگی اور ان کے مقابلے میں بد نصیب اندھے بہرے گوئیں جن کے دل مردہ ہو چکے ہیں وہ اس خدا کی بارش کے چھینٹوں سے محروم رہ جائیں گے۔

چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اندھی آنکھوں کو بینائی عطا کی، جس سے اللہ کی معرفت انھیں حاصل ہوئی، بہرے کانوں کے پردے کھول دیئے جس سے انھوں نے اللہ کے متعلق نبیوں کے بیانات سنے، مردہ دلوں میں جان پیدا کر دی جس سے انھوں نے اللہ کے بارے میں سوچا سمجھا اور پھر اپنے قول و عمل اور اعتقاد میں خدا کی خوشنودی کو اس طرح مد نظر رکھا کہ اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے رہے اور اسی کے ہو کر رہے۔ اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ میں اس کو ایسی چیزوں سے نوازوں گا جو کسی کو نہیں دوں گا۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے موافق ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے وہ چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں اس کی تصدیق فرشتوں کی زبانی آپ کے خواب میں سنی تھی انھوں نے آپ کے بارے میں مثال بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس نبی کو ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کی بہت سی خصوصیتیں ہیں، مثلاً آپ کو پوری روئے زمین کا نبی بنا کر بھیجا گیا جب کہ ہر نبی کو مخصوص قوم و قبیلہ اور علاقے کی طرف مبعوث کیا گیا، آپ کی ذات پر ترسیل رسل کا اختتام ہوا، آپ پر ایسا قرآن نازل ہوا جس کے مثل آسمان سے کوئی کتاب نازل نہیں کی گئی، وہ آپ کے دل پر محفوظ و مقلو شکل میں نازل ہوا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے خود لی۔ آپ کو ایک ماہ کی مسافت تک رعب و بدبہ دے کر منصور و غالب کیا گیا۔

نماز میں آپ کے امتیوں کی صفیں آسمان میں فرشتوں کی صفوں کے مانند بنائی گئیں، آپ اور آپ کے امتیوں کے لئے پوری روئے زمین قابل نماز اور قابل طہارت بنائی گئی، آپ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، جہاں آپ نے ایسی چیزیں دیکھیں جنہیں آپ سے پہلے کسی نے

نہیں دیکھا تھا، تمام نبیوں پر آپ کا مرتبہ بلند کیا گیا۔ آپ نبی آدم کے سردار بنائے گئے، آپ کی دعوت زمین کے مشرقی اور مغربی کونے تک پہنچی۔ آپ کے قبیعین کی تعداد حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کے قبیعین سے زیادہ ہے۔

جنت میں دو ٹکٹ آپ کے امتی ہی ہوں گے۔ آپ کو وسیلہ اور مقام محمود کے ساتھ فضیلت و برتری عطا فرمائی۔ جس پر تمام متقدمین و متاخرین رشک کرتے رہے۔ آپ کو قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کا اختیار دیا گیا، جب کہ حضرت آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء اس سے محروم ہوں گے، اللہ نے آپ کے ذریعہ حق اور حق پسندوں کو ایسی عزت بخشی اور باطل اور باطل پسندوں کو ایسی سزا دی جو آپ سے پہلے کسی نبی کے ہاتھوں نہیں دی گئی تھی۔ آپ کو جو علم، بہادری، صبر و نیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت نیز عبادت قلبیہ اور معارف الہیہ سے نوازا گیا، وہ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا تھا۔

آپ اور آپ کے امتیوں کی نیکیاں دس گنا سے سات سو گنا تک اور اس سے بھی زیادہ کر دی گئیں، آپ کے امتیوں سے خطا و نسیان کو درگزر کر دیا گیا آپ پر خود اللہ نے اور اس کے فرشتوں نے درود و سلام بھیجا اور لوگوں کو بھی آپ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا، اللہ نے آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ دیا۔ چنانچہ خطبہ تشہد اور اذان میں جب بھی اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو آپ کا بھی ذکر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے ان حالتوں میں آپ کے لئے اللہ کا بندہ اور رسول ہونے کا اقرار نہیں کیا تو نہ اس کی اذان درست ہوگی، اور نہ ہی اس کا خطبہ اور تشہد صحیح ہوگا۔ اسی طرح آپ کی شریعت کے ہوتے ہوئے متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کے دین و شریعت کے اتباع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ جنت کا حصول صرف آپ کی اتباع اور اقتداء پر منحصر کیا اور حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا، جس کے نیچے قیامت کے دن آدم اور تمام انبیاء ہوں گے۔ آپ ہی سب سے پہلے شافع و مشفق ہیں آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور آپ ہی شفاعت سے تمام متقدمین و متاخرین جنت میں داخل ہوں گے، آپ کو اللہ کی جانب سے

یقین و ایمان، صبر و استقامت کی جو قوت احکام الہی کے نافذ کرنے میں جو عزیمت اس کی رضا مندی اور قبولیت کی جو نعمت کھلے چھپے ہر حال میں اس کی اطاعت اور خوشنودی کے حصول لئے لے کر تسلیم خم کر دینے کا جو جذبہ حاصل تھا وہ کسی نبی کو نہیں ملا۔

غرض کہ جس نے بھی دنیا کے حالات گذشتہ انبیاء اور ان کے امتیوں کی سیرت کا مطالعہ کیا ہوگا، اس کے سامنے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ مبالغہ نہیں ہے، بلکہ حقیقت اس سے بھی زیادہ ہے۔

اور جب قیامت آئے گی تو لوگوں کے سامنے ان چیزوں کی حقیقت پوری طرح واضح ہو جائے گی، پھر وہ ایسی چیزیں دیکھیں گے۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔ اور نہ ہی کسی آدمی کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا ہوگا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ کمزور اور مغلوب نہیں ہوگا۔ چنانچہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل یہی حالت تھی آپ نے اللہ کے معاملے میں کبھی کمزوری نہیں دکھائی، آپ تنہا بھی ثابت قدم رہتے اور اپنی قلیل جماعت کو لے کر بھی بڑے سے بڑے لشکر کے مقابلے میں جبر رہتے، آپ کی دلیری و بہادری کا اندازہ جنگ احد کے واقعے سے ہو سکتا ہے جب کہ آپ کے بیشتر اصحاب مقتول اور زخمی ہو گئے تھے لیکن آپ اس وقت بھی ثابت قدم رہے اور خود زخمی ہونے کے باوجود بھی پیچھے ہٹنے کے بجائے اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے دوسرے دن دشمن کا پیچھا کرنے نکل گئے، جس سے آپ کے دشمنوں پر آپ کا رعب جم گیا اور وہ کمزور مسلمانوں کے مقابلے میں کثرت تعداد رکھنے کے باوجود ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

جنگ حنین کا واقعہ بھی آپ کی بہادری و پامردی اور جوانمردی کی شہادت دیتا ہے جب کہ دشمن کے تیروں سے مسلمان منتشر ہو گئے تھے، لیکن آپ بمشکل دس آدمیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ کفار ہزاروں کی تعداد میں آپ کو گھیرے ہوئے تھے لیکن آپ اپنی بہادری کا مظاہرہ اچھل اچھل کر ان الفاظ میں کر رہے تھے۔

انا النبی لا کذب
میں جھوٹائی نہیں ہوں۔
انا ابن عبد المطلب
میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

پھر آپ نے ایک مٹھی مٹی لی اور ان کے چہروں پر پھینک دیا جس سے وہ شکست خوردہ ہو کر بھاگے، آپ کی سیرت اور غزوات کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ بہادر، ثابت قدم، اور صبر کرنے والا کوئی دنیا میں پیدا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے صحابہ جو تمام قوموں میں سب سے بہادر تھے وہ بھی گھمسان کی لڑائی میں بچنے اور کترانے لگتے لیکن آپ اس حالت میں بھی دشمن کے سب سے قریب ہوتے، اور ان کے مقابلے میں بھاگنے کے بجائے ثابت قدم رہتے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ خواہشات نفس کی طرف مائل نہیں ہوگا۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ لبو و لعب سے بہت دور رہتے تھے۔ آپ کا ہر کام انتہائی جدوجہد مستقل مزاجی اور عزم پر مبنی ہوتا۔ آپ کی ہر مجلس حیاء و شرافت، علم و ایمان، وقار و تنجید کی مجلس ہوتی۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس کی آواز بازار میں نہیں سنی جائے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام طالبین دنیا کی طرح بازار میں چیخ چیخ کر دنیا کی طلب و حرص نہیں کرے گا۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے منکسر المزاج اور نرم خو ہوگا۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا جس نے بھی مطالعہ کیا ہوگا اس نے چھوٹے بڑے مسکین بیوہ آزاد غلام ہر ایک کے سامنے سب سے منکسر المزاج اور متواضع آپ ہی کو پایا ہوگا۔ آپ ان کے سامنے زمین پر بیٹھ جاتے ان کی دعوت قبول فرماتے، ان کی باتیں سنتے ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے ان کے ساتھ جاتے، اور ایسے شخص سے ان کا حق دلواتے جس سے مطالبہ کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا، آپ اپنا جوتا اور کپڑا خود دیتے۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ وہ ایسا اللہ کا نور ہوگا جس کو نہ بھجایا جاسکے گا، نہ مغلوب کیا

جاسکے گا، یہاں تک کہ زمین کے اندر اللہ کی حجت قائم ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ لاعلمی کا عذر منقطع ہو جائے گا۔

آپ کی یہی حالت قرآن کریم کی ان آیتوں میں بھی بیان کی گئی ہے۔

يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ
شَكَرَ الْكَافِرُونَ ۝ (التوبة - 32)

یہ کفار اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پورا بجھایا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

اسی طرح ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَذَاعِبًا إِلَى اللَّهِ
يَاذُنِهِ وَيَسِرًا جَا مُبِينًا ۝ (الاحزاب - 45-46)

اے نبی! ہم نے تم کو بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اللہ کی اجازت سے ان کی طرف دعوت دینے والا بنا کر، اور روشن چراغ بنا کر۔

ایک جگہ ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ
سُبُلَ السَّلَامِ (المائدة - 15-16)

تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور اور کتاب مبین آئی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے اس شخص کو سیدھے راستے کی ہدایت دے گا، جس نے اس کی خوشنودی تلاش کی۔

ایک جگہ ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝
(النساء - 174)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے روشن دلیل آگئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیجی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

اسی طرح ہے:

فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ
أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿ (الاعراف- 157)

پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور اس کی حمایت و مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے
ساتھ نازل کی گئی ہے۔

اس طرح مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں۔

اسی طرح پیشین گوئی میں ہے کہ اس نبی کے آنے سے عذر منقطع ہو جائے گا اور حجت قائم
ہو جائے گی۔ بعینہ یہی بات قرآن میں ہیں۔

رُسُلًا مُّبْتَلِينَ وَمُنْذِرِينَ لِّئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ
الرُّسُلِ ﴿ (النساء- 165)

ایسے رسول جو خوشخبری دینے والے ہیں اور ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لئے رسولوں کے آ
جانے کے بعد اللہ کے سامنے حجت کرنے کا موقع نہ رہ جائے۔

فَالْمُنْقَلِبِ ذِكْرًا ﴿ غُذْرًا أَوْ نَذْرًا ﴿ (المرسلات- 5-6)

(قسم ہے ان ہواؤں کی) جو پھرے دلوں میں خدا کی یاد ڈالتی ہیں عذر کے طور پر یا ڈرانے کے
طور پر۔

یہی مفہوم ان دونوں آیتوں میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا
أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَتَتَّبِعِ الْإِثْمَ وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿
(القصص- 47)

اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر اپنے اعمال کی بدولت کوئی مصیبت آجائے تو وہ کہیں کہ اے پروردگار
تو نے ہماری طرف کوئی رسول نہیں بھیجا کہ ہم تیری آیات کی پیروی کرتے اراہل ایمان میں
سے ہو جاتے۔

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَيَّ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ
دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَى
مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ﴿
(الانعام- 156-157)

اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دو گروہوں کو دی گئی تھی اور ہم کو کچھ خبر نہ تھی
کہ وہ کیا پڑھتے پڑھاتے تھے اور اب تم یہ بہانہ نہیں کر سکتے کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی
ہوئی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ثابت ہوتے، تمہارے رب کی طرف سے ہدایت اور
رحمت آگئی ہے۔

غرض کہ نبیوں کی آمد سے مخلوق کے اوپر خدا کی حجت قائم ہو چکی اور ان کا عذر منقطع ہو گیا،
اب اگر کسی شخص کے پاس ان کی دعوت پہنچ چکی ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس نے مخالفت
کی ہے تو اس کے لئے قیامت کے دن عذر کی گنجائش نہیں رہے گی اور نہ ہی اس کا عذر مقبول ہوگا۔
یہ بشارت صحیح بخاری میں مذکور اس حدیث کے موافق ہے جس میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو
بن عاص سے توراۃ میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی صفات کے متعلق پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ
آپ توراۃ میں بھی بعض ایسی صفات کے ساتھ موصوف ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں۔

اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، آپ
مومنوں کے لئے پناہ اور مجاہد مادی ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں۔

میں نے آپ کو متوکل کے نام سے موسوم فرمایا، آپ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سگ دل، اور نہ
بازاروں میں شورہ شغب کرنے والے ہیں، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں، بلکہ غنودہ گزر
سے کام لیتے ہوئے بھلائی کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس رسول کریم کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک کہ ان کی
بدولت کجروامت کو درست نہیں کر دے گا، میں ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینا کروں گا،
بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت کے پردے میں لپٹے ہوئے دلوں کو علم و حکمت کا گہوارہ

بناؤں کا تاکہ وہ معبودان باطلہ سے بیزار ہو کر لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کریں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو کا یہ فرمانا کہ یہ مذکورہ چیزیں تورات میں موجود ہیں اس سے وہ مخصوص توراۃ مراد نہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی، بلکہ توراۃ وانجیل زبور و قرآن بول کر کبھی وہی مخصوص کتاب مراد لی جاتی ہے اور کبھی جس کتب سادہ مراد لیا جاتا ہے۔

چنانچہ کبھی قرآن کہ کر زبور مراد لیا جاتا ہے اور توراۃ کہہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے اسی طرح کبھی انجیل کہ کر قرآن مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس حدیث کے اندر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کہہ کر زبور مراد لیا ہے۔

خفف علی داؤد القرآن فکان مابین ان تسرج دابته الی ان یر کبھا

یقرنا القرآن

حضرت داؤد پر قرآن تخفیف کر دیا گیا چنانچہ وہ اپنی سواری پر زمین کے جانے اور اس پر سوار ہونے کے وقفے میں قرآن پڑھ لیتے تھے۔

اسی طرح توراۃ کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو بشارات اللہ نے دی ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بنی اسرائیل کے لئے میں انھیں کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اس پر موسیٰ کی طرح توراۃ نازل کروں گا۔

یہاں توراۃ کہہ کر قرآن مراد لیا گیا ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی صفات جو اگلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

ان جیلہم جی صدورہم ان کے انجیل ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے۔

یہاں بھی انجیل کہہ کر قرآن مراد لیا ہے۔

غرض کہ عبداللہ بن عمرو سے لوگوں کا سوال یا تو توراۃ معینہ میں مذکور آپ کی صفات کے

متعلق تھا یا جس کتب سادہ میں لیکن بہر حال دونوں صورتوں میں ان کا جواب عام تھا، صرف مخصوص توراۃ موسیٰ میں مذکور صفات کے ذکر پر انھوں نے اکتفا نہیں کیا۔ کیونکہ یہ مذکورہ چیزیں توراۃ کے اندر نہیں ہیں، بلکہ اشعیا کی کتاب میں ہیں جن کا بیان گذر چکا ہے، اور اس کا ایک دوسرا ترجمہ بھی لوگوں نے کیا ہے جس میں کچھ مزید چیزیں ہیں وہ ترجمہ یہ ہے۔

وہ میرا ایسا بندہ اور رسول ہے جس کی وجہ سے میری ذات خوش ہوگی ہے، میں اس پر اپنی وحی نازل کروں گا، جس سے امتوں میں میرا عدل ظاہر ہوگا اور وہ لوگوں کو وصیتیں کرے گا، وہ قہقہہ مار کر نہیں ہنسنے گا۔ اور نہ ہی اس کی آواز بازار میں سنی جائے گی، اندھی آنکھوں کو نور عبرت عطا کرے گا، بہرے کانوں کو حق کے لئے قوت سماعت عطا کرے گا، اور مردہ دلوں کو زندہ کرے گا، میں اس کو جو چیزیں دوں گا وہ کسی کو نہیں دوں گا، وہ اللہ کی حمد انوکھے انداز و اسلوب میں کرے گا، وہ زمین کے انتہا یعنی ساحل سمندر کے قریب ظہور فرما ہوگا، جس کی آمد سے تمام اہل صحرا خوش ہو جائیں گے۔ ان کی امت بلند مقام پر چڑھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کا نعرہ لاپس گی، اور مکان رفیع پر اللہ کا نعرہ بلند کرنے والے ہوں گے۔ وہ ضعیف و ناتواں نہیں ہوگا اور نہ مغلوب، نہ ہی خواہشات نفس کی طرف مائل ہوگا، وہ مشح ہے۔ صلحاء و اخیار کو خواہ وہ قصب قلم سے بھی ضعیف کیوں نہ ہوں ذلیل و رسوا نہیں کرے گا، بلکہ وہ مخلصین و صدیقین کو قوی و توانا بنائے گا، وہ عاجزی کرنے والوں کو تواضع اختیار کرنے والوں کے لئے طبا و ماوی ہوگا وہ اللہ کا ایسا نور ہوگا جس کو بجھایا نہ جاسکے گا اور نہ اس کا مقابلہ کیا جاسکے گا، اس کی سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی۔

مشح یہ مکرم کے وزن پر عبرانی لفظ ہے جو عربی میں لفظاً و معناً ”محمد“ کے مشابہ ہے، جیسے کہ لفظ ”موزموز“ محمد کے مشابہ ہے، چونکہ عبرانی زبان کا یہ لفظ ”حا“ اور ”حا“ کے درمیان ہے اور اس کا ف فتح اور ضمہ کے درمیان ہے اس لئے اس کی ادائیگی اہل عرب کے لئے دشوار ہے، لیکن کوئی بھی عالم اس لفظ کے محمد کے مشابہت ہونے میں شک نہیں کر سکتا۔

ابو محمد ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ مشح یقیناً محمد ہی ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وہ الحمد للہ کی جگہ کہتے

ہیں ”منحلا لہا“ لہذا جب شیخ بمعنی حمد ہے۔ تو شیخ بمعنی حمد ہے۔

علاوہ ازیں جن صفات نبوت کا وہ اقرار کرتے ہیں اور جن کی موجودگی ایک بنی کے اندر ضروری قرار دیتے ہیں، وہ ساری کی ساری بلا کی و زیادتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات احوال و افعال زمانہ بعثت و ہجرت نیز شریعت میں پوری طرح پائی جاتی ہیں۔ لہذا اگر ان کا موصوف و مصداق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں تو ہمیں بتائیں کہ ان صفات کا مالک کون سا نبی ہے، کون وہ مقدس نبی ہے جس کی سلطنت اس کے کندھے پر تھی۔

درحقیقت اس سے مراد نبی کریم ﷺ ہی ہیں جن کی سلطنت یعنی مہر نبوت پچور کے انڈے کی طرح کندھے پر دیکھی گئی۔ لیکن تعجب ہے ان لوگوں پر جو حق کے سمجھنے کے بعد اندھے اور گمراہ بن جاتے ہیں بچے:

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ (النور-40)

جس کو اللہ روشنی نہ دے اس کو روشنی نہیں مل سکتی۔

غرض کہ اہل کتاب آنحضور ﷺ کی صفات کمال زمان سعادات مقام ولادت اور آپ کے امتیوں کی صفات کو اچھی طرح جانتے ہیں، ان کے صحیفوں میں یہ تمام چیزیں موجود ہیں، جن کی وہ تلاوت کرتے ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں نہ ان چیزوں کا انکار ان کے عالم کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ابھی تک اس نبی کا ظہور نہیں ہوا۔ جس کی صفات ہماری کتابوں میں مذکور ہیں۔ لیکن عنقریب اس کا ظہور ہونے والا ہے اس وقت ہم اس کی اتباع کریں گے۔ ابن اٹحق نے عبد اللہ بن عباس کی یہ روایت نقل کی ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ یہود و مدینہ اوس و خزرج کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے آپ کی بعثت سے قبل آپ کے ساتھ تو سل کرتے اور آپ کے نام کا وسیلہ دے کر اللہ رب العالمین سے فتح و نصرت کی التجا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عرب میں مبعوث فرمایا تو کفر و انکار کے درپے ہوئے۔ اور پہلے جو کچھ کہتے تھے اس سے مغرف ہو گئے۔

تب معاذ بن جبل، بشر بن براہ بن معرور اور داؤد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے ان سے کہا کہ

اے گمراہ یہود خدا سے ڈور، اور اسلام لے آؤ، تم تو ان کے نام اقدس کے وسیلہ سے ہمارے خلاف دعائیں کرتے تھے جب ہم مشرک تھے۔ اور ہمیں ان کے مبعوث ہونے کی خبریں دیتے تھے۔ اور ان کی مخصوص صفات و علامات بیان کرتے تھے۔

اس پر سلام بن مسلم نے کہا یہ وہ نہیں ہیں جن کا تذکرہ ہم تمہارے سامنے کیا کرتے تھے۔ یہ تو ہمارے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں پیش کرتے جس کو جان کر ہم ان کی نبوت کا اعتراف کریں۔ جب اللہ رب العالمین نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے یہ آیت کریمہ نازل کی۔

وَكَاذِبُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ (البقرة-89)

اس سے قبل ان کا حال یہ تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے کفار کے خلاف تو سل حاصل کرتے ہوئے مدد کی درخواست کرتے تھے۔ مگر جب ان کی جان پہچانی، ہستی، ان کے پاس آگئی تو ان کی نبوت کا انکار کر بیٹھے پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کفر کرنے والوں پر

عاصم بن عمرو بن قتادہ انصاری اس آیت کا شان نزول اپنی قوم کے کچھ آدمیوں سے بیان کرتے ہیں کہ ہمارے اسلام کا موجب و باعث اللہ کی رحمت اور ہدایت کے ساتھ ساتھ یہود سے سنے ہوئے واقعات اور تفصیلات ہیں۔ ہم تو مشرک اور بت پرست تھے۔ اور وہ اہل کتاب، ان کے پاس جو علم تھا وہ ہمارے پاس نہیں تھا، ہمارے اور ان کے درمیان ہمیشہ لڑائی ہوتی رہتی جب ہم ان کو نقصان پہونچاتے جو انہیں شدت سے محسوس ہوتا تو وہ کہتے کہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ ہم ان کی اتباع کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں عادی و ارم کی طرح نیست و نابود کر دیں گے۔ یہی بات ہم بار بار ان سے سنا کرتے تھے، لیکن جب اللہ حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا تو ہم نے فوراً آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور اس چیز کو پہچان لیا۔ جس کا وعدہ وہ ہمیں دیتے تھے۔ چنانچہ ایمان لانے میں ہم نے سبقت کی اور انھوں نے آپ کا انکار کر دیا، لہذا یہ آیت کریمہ ہمیں دونوں فریقوں کے متعلق نازل ہوئی صحف شعیا میں مذکور ہے۔

میں اپنے حبیب اور بیٹے احمد کا شکر یہ ادا کرتا ہوں اسی بناء پر حضور ﷺ کی نبوت کا تذکرہ صحف شعیا میں جتنا مذکور ہے وہ کسی بھی صحیفہ نبوت میں نہیں۔ حضرت شعیا نے آپ اور آپ کے امتیوں کے ذکر اور اوصاف کو خوب بیان کیا۔ کھلے چھپے آپ کی نبوت کا اعلان کرتے رہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک آپ کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔

دوسری جگہ ہے۔

میں نے زمین کے کنارے سے محمد کی آواز سنی ہے۔

یہاں صراحتاً آپ کے نام کا تذکرہ پایا جاتا ہے، اب ہم اہل کتاب سے پوچھتے ہیں کہ ذرا بتاؤ کہ حضور کے علاوہ وہ کون سے نبی گزرے ہیں جن کے نام و صفات سیرت و کردار نیز ان کے امتیوں کی صفات و احوال کا تذکرہ انبیاء نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

حضرت جبریل کی کتاب میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ظہور یمن سے قدوس کا ظہور جبال فاراں سے ہوا، محمد کی ترد تا زکی اور شادابی سے آسمان منور ہو گیا اور ان کی حمید و تقدیس سے ساری زمین منور ہو گئی۔ ان کی جگہ گاہت نور کے مثل پھیل گئی۔ ان کے شہر کی عزت کے ساتھ نگرانی کی جائے گی۔ موت ان کے سامنے چلے گی۔ شکاری پرندے ان کے لشکر کے پیچھے چلیں گے، وہ زمین کو ہموار کرنا شروع کریں گے تو قدیم پہاڑ اور بلند ٹیلے بھی ان کے سامنے جھک جائیں گے اور عاجز و پست ہو جائیں گے۔ مدین کی فصیل بل جائیں گے۔ اور تمام پرانے امور و معاملات ان کے قبضے میں آجائیں گے۔

اس میں یہ بھی ہے۔ تمہارے رب و بدہ دریاؤں اور سمندروں میں بھی ہوگا۔ تم گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اور متقیوں کے سوار یوں سے سبقت لے جاؤ گے۔ تم عنقریب اپنے کمانوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہو گئے۔ تم کو پہاڑ نے دیکھا تو اس پر خوف طاری ہو گیا۔ سیلاب کے دھارے تم سے مڑ گئے، اور مہاری اونٹوں کے اگلے دونوں پاؤں خوف سے اٹھ گئے (مہاری سے مراد مہرہ بن حید ان کی طرف منسوب اونٹ ہیں جو تیز رفتار

ی میں بے مثال اور بے نظیر مانے جاتے ہیں) تمام لشکر تیرے نیزوں کی چمک کے تحت ہوں گے۔ جو زمین پر غلبہ حاصل کریں گے اور تمام امتوں کو روند ڈالیں گے۔ اس لئے کہ تمہارا ظہور اپنی امت کو بچانے کے لئے ہوا ہے۔

پس اگر کوئی شخص اس واضح بشارت کا رسول اللہ ﷺ کے اوپر منطبق ہونے سے انکار کرتا ہے، تو وہ یقیناً دن ہی کی اندر سورج کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور سمندروں کو ڈھانپنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کی یہ بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے، جب کہ ایسے واضح صفات بیان کی گئی ہیں۔ جن کو دیکھ کر صاحب بصیرت فوراً آپ کی شخصیت کی تعیین کر دے گا، یہاں تک کہ نام کی بھی دوسرے تصریح کر دی ہے تاکہ حیرت زدہ لوگوں کا شبہ بالکل دور ہو جائے، اور آپ کے امتیوں کی قوت کا تذکرہ بھی ان الفاظ میں کر دیا گیا ہے کہ موت ان کے سامنے چلے گی۔ اور شکاری پرندے ان کے پیچھے چلیں گے۔ یہ صفات صرف اور صرف آپ ہی کی ذات پر منطبق ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی اگر یہ دعویٰ کریں کہ وہ نبی کریم ﷺ نہیں ہیں۔ تو ان کی مثال ایسے ہوگی جیسے کہ وہ دریا کو اس کے اصل جاری ہونے کی جگہ سے دوسری طرف موڑنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے آخری سرے سے اسے پہنچنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ صفات محمد عربی پر منطبق نہیں ہوتی ہیں۔ تو آپ کے علاوہ وہ کون نبی ہے، جس کی حمد سے روئے زمین بھر گئی، اور وہ کون نبی ہیں جن کے امتی نماز میں، خطبہ میں نماز کے بعد کھلے چھپے بہر حال میں اللہ کی حمد کیا کرتے ہیں اور وہ کس کے امتی ہیں، جن کو کثرت حمد کی بناء پر حماد دین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، وہ کون نبی ہیں جن کا چہرہ سورج درچاند کے مثل منور اور روشن رہا ہے۔ وہ کون ہیں جن کے سامنے موت چلتی تھی اور جن کے پیچھے شکاری پرندے ہو لیتے تھے، کیونکہ انھیں کامل یقین ہوتا تھا کہ اب کفار کی شامت آنے والی ہے اور وہ ذبح کئے جانے والے ہیں، وہ کون نبی ہیں، جن کے سامنے پہاڑ اور ٹیلے سب پست ہو گئے، وہ کون ہیں جنھوں نے مشرکین و کافرین کو پامال کر دیا۔

اور ظالم کو اپنے قبضہ میں کر لیا، وہ کون ہیں جن کو نبوت سے لوگوں کی بادشاہی ختم ہوگئی، اور جنہوں نے امت کو شرک و کفر جہالت و ظلمت سے چھٹکارا دلایا۔

حضرت حزقیل کی کتاب میں یہ بیان مذکور ہے کہ انھوں نے یہودیوں کے سامنے امت محمدیہ کے اوصاف بیان کر کے انھیں یہ دھمکی دی کہ اللہ ان کو تمہارے اوپر غالب کرے گا، اور ان میں ایک نبی بھیجے گا جس پر کتاب نازل ہوگی، ان کو تمہاری گردنوں کا مالک بنا دے گا۔ وہ تم پر حق کے ساتھ غالب آئیں گے۔ اور تمہیں ذلیل و رسوا کریں گے بنو قیدار کے آدمی جماعت کی شکل میں نکلیں گے ان کے ساتھ فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہوں گے اور تمہارے اوپر حملہ کر کے تمہیں واصل جہنم کریں گے۔

ذرا بتاؤ کہ نبی کریم کے علاوہ وہ کون نبی ہیں جن کو اللہ نے یہودیوں پر غالب کیا اور جن کے ہاتھوں ان پر ذلت کی مار پڑی۔ اور مقہور و مغلوب ہوئے۔ بنو اسماعیل کے علاوہ وہ کون بنو قیدار ہیں۔ جو اپنے نبی کے ساتھ ایک بڑی تعداد میں جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اور جن کی مدد جنگ بدر، احزاب، حنین کی طرح سفید گھوڑوں پر سوار فرشتوں کو بھیج کر کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ ان کے چاروں طرف شدید حملہ سے ۳۱۳ ہجرت مسلمان ایک ہزار ہتھیار بند چلتے ہوئے۔ عرب کے شہر سواروں پر غالب آئے اور ان کو مقتول اسیر یا شکست خوردہ بنا کر چھوڑا۔ حضرت دانیال علیہ السلام کی کتاب میں یہ بشارت مذکور ہے جس میں آپ کے نام کا تذکرہ صراحتاً کیا گیا ہے۔

”اے محمد“ تم غفرتیب اپنی کمانوں کو تیروں سے بھر لو گے اور تمہارے تیر تمہارے حکم سے خون اعداء سے سیراب ہوں گے۔

کتاب دانیال میں ایک قصہ بھی مذکور ہے کہ بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا۔ دانیال علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ وہ خواب بتلایا گیا، چنانچہ انھوں نے بادشاہ کو اس کے متعلق خبر دی اور اس کی تاویل بھی بتلائی۔

انھوں نے کہا کہ اے بادشاہ تو نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک موت تیرے سامنے کھڑی

ہے جس کا سر خالص سونے کا ہے اور دونوں کلاہیاں چاندی کی ہیں، اور اس کا پیٹ اور ران تانبے کے ہیں۔ اور پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں ٹھیکری کے ہیں اور تو اس عجیب و غریب صورت کو دیکھ کر حیران ہے، یکا یک ایک پتھر نکلا اور اس نے موتی کو کاش شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس کو کٹڑے کٹڑے کر کے ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور وہ بھوسے کے مانند ہو گیا، پھر ہوا سے اڑا کر لے گئی۔ یہاں تک کہ اس کا پتہ نہ مل سکا اور وہ پتھر جس نے اس موت کو فنا کیا، ایک بڑا انسان بن گیا ہے جس سے زمین بھر گئی، اے بادشاہ یہ وہ خواب ہے جسے تو نے دیکھا ہے۔

بخت نصر نے خواب کا اقرار کیا۔ اور اس کی تاویل دریافت کی حضرت دانیال علیہ السلام نے اس کی تاویل یہ بیان کی کہ اس خواب میں کیے بعد دیگرے پانچ سلطنتوں کی طرف اشارہ ہے، سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے، اور تیری سلطنت سونے کے مانند ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت آئے گی۔ جو تیرے لڑکے کی ہوگی۔ وہ چاندی کے مانند ہوگی، اس کے بعد اور ایک اور سلطنت آئے گی، جو تیرے لڑکے کی ہوگی، وہ چاندی کے مانند ہوگی۔ اسکے بعد ایک اور سلطنت آئے گی جو تانبے کے مانند ہوگی، پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو لوہے کی مانند مضبوط ہوگی۔ پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں ٹھیکری کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں ضعف اضطراب ہوگا اور وہ پتھر جو بت کو کٹڑے کٹڑے کر دے گا۔ اس سے مراد ایک نبی ہے جس کو اللہ رب العالمین ایک قوی شریعت دے کر مبعوث فرمائے گا۔ جو دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو جہنم کر رکھ دے گا، اور وہ اس کے متبعین پوری روئے زمین پر چھا جائیں گے۔ اور اس کی بادشاہت قیامت تک باقی رہے گی۔ یہ تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔ یہ پیشین گوئی درحقیقت نبی کریم کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتی ہے۔ آپ ہی ایک قوی شریعت کے ساتھ مبعوث کئے گئے، آپ ہی نے دنیا کی تمام سلطنتوں اور امتوں کو جہنم کر رکھ دیا، آپ ہی کے متبعین سے پورے روئے زمین بھر گئی۔ آپ ہی کی بادشاہت قیامت تک رہے گی۔ اور یہود و نصاریٰ و صائبہ اور بت پرستوں کی سلطنت کی طرح کبھی زائل نہیں ہوگی۔

ایک جگہ حضرت دانیال علیہ السلام کا قول ہے کہ میں نے اللہ رب العالمین کے سامنے یہ دریافت کرنے کے لئے گریہ و زاری کی کہ مجھے بنو اسرائیل کے متعلق جو چیز میں ہونے والی ہیں۔ اس سے باخبر کر دے کہ کیا اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا۔ اور ان کے اندر نبیوں کو مبعوث فرمائے گا یہ نعمت ان سے جہنم کو غیر کے ہاتھ میں دے دے گا۔ اتنے میں میرے سامنے خوبصورت جوان آدمی کی ایک شکل میں ایک فرشتہ نمودار ہوا اور کہنے لگا کہ اے دانیال تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بنو اسرائیل نے میری سرکشی کر کے اور میرے علاوہ غیر کی پوجا کر کے مجھے غضب آلود کر دیا ہے، وہ جاننے کے باوجود بھی جہالت کے راستہ پر چل پڑے اور سچائی کے ظاہر ہونے کے بعد بھی کذب کا طریقہ انھوں نے اختیار کیا، اس لئے میں نے ان کے اوپر بخت نصر کو مسلط کر دی۔ جس نے یکسر ان کا صفایا کر دیا، ان کے مردوں کو قتل کر دیا، ان کی اولاد کو تید کر لیا، ان کی مسجدوں کو ڈھا دیا اور ان کی کتابوں کو جلا دیا۔ لہذا بعد میں آنے والے بھی ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کریں گے، کیونکہ میں ان سے راضی نہیں ہوں، اور نہ ان کی غلطیوں کو درگزر کروں گا، بلکہ وہ میرے غضب میں ہمیشہ رہیں گے، یہاں تک کہ میں عیسیٰ بن مریم کو بھیجوں گا، اس وقت ان کے اوپر ذلت اور ناراضگی کی مہر لگا دی جائے گی۔

اور ذلت و بکست سے دوچار ہوتے رہیں گے، یہاں تک بنو اسرائیل میں ایک نبی مبعوث کروں گا، جس کی بشارت میں نے ہاجرہ کو فرشتہ کے ذریعے دی تھی، میں اس نبی پر وحی کروں گا۔ اور اسماء کا علم دوں گا تقویٰ سے انھیں مزین کروں گا، بروہیگی ان کا طرز عمل اور شعار ہوگا، تقویٰ و پرہیزان کا ضمیر ہوگا۔ صدق و وفا ان کی طبیعت و فطرت ہوگی۔ اعتدال و میانہ روی ان کی سیرت ہوگی۔ رشد و ہدایت ان کی سنت ہوگی، میں ان پر ایک ایسی کتاب نازل کروں گا۔ جو اپنے پہلے کے کتابوں کی تصدیق کرے گی اور ان کے بہت سے احکام کو منسوخ کر دے گی۔ میں ان کو اپنے پاس بلاؤں گا۔ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک چڑھتے ہوئے آئیں گے، یہاں تک کہ مجھ سے قریب آجائیں گے میں ان پر سلامتی بھیجوں گا، اور ان پر وحی کروں گا، پھر ان کو اپنے بندوں

بیک خوشی بخوشی لوٹا دوں گا ان کو جس چیز کا بھی امین بنایا جائے گا اس کی حفاظت کریں گے۔ جس چیز کا حکم دیا جائے اس میں سچے ہوں گے لوگوں کو میری وحدانیت کی طرف نرم لہجے میں اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دیں گے۔ وہ سخت کلام اور سنگ دل نہیں ہوں گے۔ نہ بازاروں میں شور کریں گے، وہ اس شخص کے لئے سخت ہوں گے، جس نے ان کی مخالفت کی، اپنی قوم کو میری توحید اور میری عبادت کی طرف بلائیں گے اور نشانیں کی خبر دیں گے۔ ان کی قوم کے لوگ انھیں جھٹلائیں گے اور تکلیف دیں گے۔ اس طرح حضرت دانیال نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق فرشتے کے بیان کردہ تمام باتوں کی وضاحت کر دی، یہاں تک کہ آخری زمانہ میں آپ کے امتیوں کی حالت اور دنیا کے فنا ہونے کا بھی تذکرہ کر دیا۔ یہ بشارت یہود و نصاریٰ کے سامنے موجود جس کی وہ تلاوت کرتے رہتے ہیں، لیکن اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ ابھی اس نبی کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

ابو العالیہ کا بیان ہے کہ جب مسلمانوں نے تسبیح کو فتح کیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کو مردہ پایا اور ان کے پاس ایک کتاب بھی دستیاب ہوئی۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مصحف کو پڑھا، اس کے اندر امت محمدیہ کے صفات و اخبار، سیرت و طرز کلام بیان کئے گئے تھے، ان کی لاش باہر پائی جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگ جب قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو ان کی قبر کھود کر انھیں نکال لیتے، پھر ان کے اوپر بارش کا نزول ہونے لگتا۔ اسکی اطلاع حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عمر بن خطاب کے پاس لکھ کر بھیجا تو حضرت عمر نے اس کا جواب یہ دیا کہ تم دن میں تیرہ قبریں کھود ڈالو، پھر رات میں، ان کو ایک قبر میں دفن کرو تا کہ لوگ اس سے فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔ حضرت کعب اخبار سے منقول ہے کہ تورات میں آپ کی صفات اس طرح مذکور ہیں۔

(یہ یاد رہے کہ تورات سے مراد مخصوص تورات نہیں، بلکہ عام تورات مراد ہے۔)

احمد میرے مخصوص اور برگزیدہ بندے ہیں، وہ سخت کلام اور دشنام طراز نہیں ہیں۔ اور نہ سخت دل اور بے رحم، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں، اس حبیب کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ اور مقام

ہجرت (طابا) مدینہ منورہ اور دار السلطنت شام ہے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثناء کرنے والی ہوگی، ہر بلندی پر چڑھتے وقت وہ نعرہ بکیر کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت تسبیح و تہلیل بجالائیں گے، اپنے اطراف یعنی ہاتھ اور پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے، ان کے تہبند ان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے۔

(نماز کے اوقات معلوم کرنے کیلئے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے ان کا مؤذن فضاؤں میں میرے نام کو بلند کرنے والا ہوا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور نماز میں ایک جیسی ہوگی۔ رات میں وہ خدا کی عبادت کریں گے اور دن میں شیر کی طرح دشمن پر حملہ کریں گے، ذکر الہی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی جھنناہٹ کی طرح معلوم ہوگی۔ جوں ہی نماز کا وقت آئے گا، نماز ادا کرینگے اگرچہ خس و خاشاک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔ ابن ابی الزناد نے عبدالرحمن بن حارث عن عمر بن حفص کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے، عبد الرحمن بن حارث کہتے ہیں کہ عمر بن حفص جو بڑے اچھے لوگوں میں سے تھے انھوں نے بتلایا کہ میرے باپ دادا کے پاس ایک ورق تھا جو زمانہ جاہلیت سے ان کی وراثت میں چلا آ رہا تھا اس میں یہ لکھا تھا۔

آغاز اللہ کے نام سے ہے۔ اور اس کا فرمان حق ہے اور مخالفین کا قول تباہی و بربادی میں ہے یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگی، وہ اپنی نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھیں گے اپنے اعضاء و اطراف کو وضو میں دھوئیں گے، اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے کیلئے سمندروں میں بھی کود پڑیں گے ان میں نماز پڑھنے کا معمول ہوگا، اگر قوم نوح میں وہ معمول ہوتا تو طوفان سے ہلاک نہ کی جاتی، اگر قوم ثمود میں اس پر عمل ہوتا، تو وہ بھی شدید آواز سے تباہ نہ کئے جاتے۔

حضرت شعیب نے عرب کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اصحاب نبی تمام امتوں کو ایسے پامال کریں گے، جیسے کہ بیل کھلیان میں بھوسہ بناتے ہیں اور کفار عرب و مشرکین پر بلائیں نازل ہوگی۔ اور سونتی ہوئی کمواروں سے چلہ چڑھی کمائوں سے

اور جنگ کی شدت سختی سے بھاگ نکلیں گے۔

یہاں درحقیقت حضرت شعیب نے بدر، حنین، وغیرہ جنگوں کا تذکرہ کیا ہے، جس میں اصحاب رسول کو فتح و غلبہ حاصل ہوا۔ اور کفار، مشرکین، ہزیمت و شکست سے دوچار ہوئے،

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ مسیح نے حواریوں سے کہا، جس نے مجھے ناراض کیا اس نے رب کو ناراض کیا۔ اور اگر میں ان کے سامنے یہ پیغام نہ رکھتا تھا تو ان کا کوئی گناہ نہیں ہوتا لیکن انہوں نے اس کی تکفیر کی پس ضروری ہے کہ وہ کلمہ پورا ہو کر رہے جو ناموس میں ہے، اس لئے کہ انھوں نے بدسلوکی کر کے مجھے ناراض کر دیا۔ لیکن جب ”انجیلا“ آئے گا جس کو اللہ تمہاری جناب بھیجے گا تو وہ میرے لئے گواہی دے گا اور تم بھی گواہی دینا اسلئے کہ تم میرے ساتھ پہلے سے رہے ہو۔ یہ قول میں تم سے اس لئے کہہ رہا ہوں تاکہ اس کے آجانے کے بعد تم شک نہ کرو۔

لفظ ”انجیلا“ سریانی ہے اس کی تفسیر رومی زبان میں بارقلیط سے کی جاتی ہے اور عبرانی زبان میں بارقلیط کے معنی، حماد، محمود، حمد کے ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے۔

حضرت مسیح نے یہود سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہم نے انبیاء کے قتل پر اپنے آباء کی موافقت و مدد نہیں کی ہے، لہذا تم اپنے باپ کے ناپ و قول کو پورا کرو۔ اے ازوہا سانپ کی اولاد جہنم کے عذاب سے تم کیسے نجات پاؤ گے۔ مخترب میں تمہاری جانب انبیاء اور علماء کو بھیجوں گا، تم ان میں سے بعض کو قتل کرو گے، بعض کو سولی دو گے اور بعض پر کوڑے برسائو گے اور انھیں ایک شہر سے دوسرے شہر تلاش کرتے پھرو گے تاکہ تمہارے اوپر مومنوں کا خون پورا ہو جائے جو ہائیل صالح کے خون سے لے کر حضرت زکریا کے خون تک زمین میں بہایا گیا ہے جن کو تم نے قربان گاہ کے پاس قتل کیا ہے۔

مؤلف اور یہودی کے درمیان ایک مناظرہ کا بیان

مصر کے اندر مجھ سے یہود کے ایک بڑے عالم کا مناظرہ ہوا، میں نے دوران مناظرہ اس سے کہا کہ تم نے محمد ﷺ کی تکذیب کر کے اللہ رب العالمین پر بڑی سخت و ست باتیں کہیں ہیں، انہیں یہ بات بڑی عجیب لگی اور کہنے لگے کہ آپ جیسے لوگ ایسی باتیں کہتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا ذرا اس کی تفصیل سنو جب تم محمد ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے کے بجائے ایک جابر ظالم بادشاہ مانتے ہو، جن کی تلوار سے لوگوں پر برا ظلم ہوا ہے۔ وہ ۲۳ برس تک مسلسل یہ دعویٰ کرتے رہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، وہ میرے اوپر بذریعہ وحی احکام نازل کرتا ہے، اس نے فلاں چیز کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے اور فلاں چیز کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ میری مدد کرتا ہے حالانکہ یہ تمام چیزیں (تمہارے کہنے کے مطابق) غلط تھیں۔ پھر وہ مستقل طور سے انبیاء کے دین کو بدلنے ان کی امتوں سے مخالفت کرنے ان کی شریعتوں کو منسوخ کرنے میں کوشاں رہے، اب ذرا یہ بتاؤ کہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم تھیں کہ نہیں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ رب العالمین کو معلوم نہیں تھیں تو تم نے اللہ رب العالمین کی ذات پر قبیح ترین جہالت کا الزام لگایا کیونکہ اللہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ تمام چیزیں اللہ کو معلوم تھیں اور جو کچھ ہو رہا تھا اسے وہ دیکھ رہا تھا تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ اس کے منع کرنے پر قادر تھا یا نہیں۔ اگر تم کہتے ہو کہ وہ روکنے پر قادر نہیں تھا تو تم نے اللہ کو عاجز بنا دیا، جب کہ اس کی ربوبیت کے یہ چیز منافی ہے، اور اگر وہ روکنے پر قادر تھا لیکن روکنے کے بجائے اس کو مزید غلبہ دیتا رہا، اس کی مدد کرتا رہا، اس کے کلمہ کو بلند کرتا رہا، اس کی دعاؤں کو سناتا رہا، دشمنوں پر فتح دیتا رہا، اس کے ہاتھ سے مختلف معجزات کا ظہور کرتا رہا، تو یہ اس کی جانب سے ظلم ہوا۔ کیونکہ تمہارے کہنے کے مطابق وہ ایک ظالم کی مدد کر رہا تھا لہذا اگر تم نبی کریم ﷺ کو جھوٹا سمجھ رہے ہو تو اللہ کو بھی ظالم ماننا پڑے گا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ اللہ کی ذات پاک ہے، اس بات سے کہ وہ کسی کا ذب، مفتری کی مدد کرے بلکہ وہ تو

بچے نبی تھے، جن کی اتباع میں کامیابی و فلاح ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم کیوں نہیں ان کے دین میں داخل ہوتے ہو، اس نے کہا کہ وہ نبی تو امیوں کے پاس بھیجے گئے تھے جن کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، ہمارے پاس تو کتاب موجود ہے جن کی اتباع ہمارے لئے کافی ہے۔ میں نے کہا کہ اب تم پوری طرح ہار گئے کیونکہ خاص و عام تمام لوگ یہ جانتے ہیں کہ اس نبی کا پیغام یہ تھا کہ میں تمام لوگوں کا رسول ہوں، اور جس نے میری اتباع نہیں کی وہ کافر اور جہنمی ہے پھر اس نے یہود و نصاریٰ سے قتال بھی کیا، باوجود یہ کہ وہ اہل کتاب تھے۔ لہذا تم اس کی رسالت کو صحیح مانتے ہو تو اس نے جن باتوں کی خبر دی ہے اس کو بھی صحیح مانو، پس اس سے کوئی جواب نہ بن سکا اور خاموش ہو گیا۔ ایک اور مناظرہ کا بیان جو اسی طرح بلاد مغرب میں چند مسلمان علماء اور یہودیوں کے درمیان ہوا۔

مسلمان نے یہودی عالم سے کہا کہ تمہاری تورات میں خود یہ مذکور ہے کہ میں بنی اسرائیل میں انہیں کے بھائیوں میں سے تیرے مثل ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ جو اس کی نافرمانی کرے گا میں اس سے بدلہ لوں گا۔ یہودی نے کہا کہ اس سے یوشع بن نون مراد ہیں۔ مسلمان نے کہا کہ یوشع بن نون کسی طرح مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ اولاً توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ کے مثل بنی اسرائیل میں کوئی نبی نہیں ہوا اور یہاں موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ وہ نبی تیرے مثل ہوگا۔ اس لئے بنی اسرائیل کے نبی اس سے مراد نہیں ہو سکتے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا اور بنی اسرائیل کے بھائی یا تو اہل عرب ہیں یا اہل روم۔ اہل عرب سے مراد بنو اسماعیل ہیں اور اہل روم سے مراد بنو العیسٰی ہیں۔ پیشین گوئی میں اہل روم مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں سوائے حضرت ایوب کے کوئی نبی نہیں پیدا ہوا، جن کا زمانہ حضرت موسیٰ سے پہلے ہے اس لئے توراۃ کی بشارت بنو اسماعیل ہی کے حق میں ہے، جو حقیقت میں بنو اسرائیل کے بھائی ہیں، کیونکہ اللہ رب العالمین نے تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنا خیمہ اپنے

بھائی کے شہر کے بیچ میں رکھیں گے، یہاں بھائی سے مراد بنو اسرائیل ہیں اور اس میں نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بشارت ہے، جنہوں نے اپنا خیمہ اور اپنی بادشاہت بنو اسرائیل کے وسط ملک شام میں رکھا اور یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ آپ کی پیشین گوئی میں یہ بھی ہے کہ ان کی بادشاہت شام میں ہوگی۔

یہودی عالم نے کہا کہ تمہارے قرآن میں ہے:

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا (الاعراف-85)

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔

وَإِلَىٰ عَادَ أَخَاهُمْ هُودًا (هود-50)

اور عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا (الاعراف-73)

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔

اور عرب کہتے ہیں کہ اے بنو تمیم کے بھائی، جس سے وہ انہیں میں ایک فرد مراد لیتے ہیں، لہذا اسی طرح یہاں بھی بنو اسرائیل کے بھائی سے مراد انہیں میں کا ایک فرد ہے۔

مسلمان عالم نے کہا کہ دونوں میں فرق ظاہر ہے کیونکہ یہ کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا کہ بنو اسرائیل سے مراد بنو اسرائیل کے بھائی ہیں۔ بنو تمیم، بنو تمیم کے بھائی ہیں۔ بنو ہاشم، بنو ہاشم کے بھائی ہیں۔

بلکہ یہ ساری دنیا کی لغت کے خلاف ہے۔ البتہ محاورہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زید بنو تمیم کا بھائی ہے اور ہود قوم عاد کے بھائی ہیں اور صالح قوم ثمود کے بھائی ہیں یعنی اس قوم کے ایک فرد ہیں اور نسب کے اعتبار سے ان کے بھائی ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قوم عاد، قوم عاد کے بھائی ہیں اور ثمود، ثمود کے بھائی ہیں اور اصحاب مدین، اصحاب مدین کے بھائی ہیں۔ اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں۔ صریح نادانی اور جہالت ہے۔ یہودی عالم نے کہا کہ اس

پیشین گوئی میں یہ مذکور ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے برپا ہوگا اور محمد تو اہل عرب کے لئے بنا کر بھیجے گئے تھے۔ بنو اسرائیل کیلئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے لہذا معلوم ہوا کہ پیشین گوئی کے مستحق محمد نہیں ہیں بلکہ کوئی دوسرے ہیں جو بنی اسرائیل کے لئے خاص طور سے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

مسلمان عالم نے کہا کہ یہ دراصل آپ ﷺ کی سچائی کی دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں عرب و عجم اور تمام اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تورات میں اللہ نے بنو اسرائیل کے لئے اس نبی کے برپا کرنے کا ذکر اس لئے کیا تا کہ وہ یہ گمان نہ کر سکیں کہ یہ نبی صرف اہل عرب اور امیوں کے لئے خاص ہیں اور ہم اہل کتاب ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے نہیں ہیں، بلکہ آپ ان کے بھی نبی ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِنُذِيرَ قَوْمًا مَّا آتَاهُمْ مِّنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (القصص-46)

تا کہ آپ ایسی قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا۔

یہاں بھی آپ کی قوم کو خاص کر دیا لیکن یہ نہیں کہا ہے کہ آپ ان کے علاوہ کے لئے نذیر نہیں ہیں۔ اور آپ نے بھی کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں صرف اہل عرب کے لئے بھیجا گیا ہوں، تا کہ ان کے لئے آپ کا یہ قول حجت بن سکے بلکہ آپ نے تو علی الاعلان ہر خاص و عام کے سامنے یہ کہا کہ میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہودی عالم نے کہا کہ ہاں اس بات کا اعتراف تو ہمارے تمام اسلاف نے کیا ہے لیکن عیسویہ (جو ابویسلی الخن بن یعقوب الاصبہانی کی طرف منسوب ہے) فرقے کا صرف اعتقاد ہے کہ آپ صرف اہل عرب کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن ہم ان کی باتیں نہیں کہتے ہیں۔ پھر وہ یہودی عالم اپنے ایک ساتھی سے کہنے لگا کہ ہم لوگ تو یہودی مذہب لے پیرو ہیں اور خدا کی قسم اس عربی سے نجات پانے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا، سوائے اس کے کہ ہم اس کو برا بھلا کہنے سے خاموش ہو جائیں۔

طبقات میں محمد بن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت

کعب احبار سے دریافت کیا کہ توراۃ میں اوصاف محمدی کس طرح بیان فرمائے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے اور مقام ہجرت مدینہ منورہ اور دار السلطنت ملک شام ہے۔ اللہ کے یہ رسول نہ فتنہ گو ہیں، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے، نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر کرنے والے ہیں۔

امام عبداللہ بن عبدالرحمن داری نے حضرت کعب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ تورات میں مکتوب و مسطور ہے کہ محمد ﷺ نہ سخت کلام ہیں اور نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے بلکہ عفو و درگزر سے کام لینے والے ہیں۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد و ثناء کرنے والی ہوگی۔ یہ بلندی پر چڑھتے وقت فخر و تکبر بلند کریں گے اور ہر نشیب میں اترتے وقت وہ خمید و تسبیح بجالائیں گے۔ ان کے تہبندان کی نصف پنڈلیوں تک ہوں گے اپنے اطراف یعنی ہاتھ پاؤں منہ اور سر پر وضو کرنے والے ہوں گے ان کا مؤذن فضاؤں میں میرا نام بلند کرنے والا ہوگا، ان کی صفیں میدان کارزار میں اور غار میں ایک طرح ہوں گی رات کی تاریکیوں میں ذکر خداوندی میں مشغول و منہمک ہونے کی وجہ سے ان کی رسیں آواز شہد کی مکھیوں کی جھنجھناہٹ کی طرح معلوم ہوگی، ان کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، اور مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دار السلطنت شام ہے۔

داری نے دوسری سند سے کعب احبار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ تورات کے حصہ اول میں آپ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ محمد ﷺ میرے پسندیدہ بندے ہیں، وہ نہ درشت کلام ہیں، نہ سنگ دل، نہ بازاروں میں شور و شغب کرنے والے ہیں، نہ بدی کا بدلہ بدی سے دینے والے ہیں بلکہ وہ پیکر عفو و مغفرت ہیں۔ ان کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے، محل ہجرت مدینہ منورہ ہے اور دار السلطنت ملک شام ہے۔

اور حصہ ثانی میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ محمد ﷺ رسول خدا ہیں۔ ان کی امت اللہ کی بہت

زیادہ حمد و ثناء کرنے والی ہے۔ وہ ہر منزل و مقام میں حمد و ثناء بجالائیں گے اور ہر بلندی پر چڑھتے وقت اللہ اکبر کہہ کر عظمت خالق کا اظہار کریں گے (نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کے لئے) ہر وقت سورج کا خیال رکھیں گے اور جوں ہی نماز کا وقت آئے گا نماز ادا کریں گے۔ اگر چہ خس و خاشاک کے ڈھیروں ہی پر کیوں نہ ہوں۔ اپنی چادروں کو نصف پنڈلیوں تک رکھیں گے، اپنے اطراف کا وضو کریں گے، ذکر الہی میں ان کے الفاظ رات کو فضاے آسمانی میں یوں سنائی دیں گے جیسے کہ شہد کی مکھیوں کی جھنجھناہٹ۔

ابو نملہ نے کہا کہ یہود بنو قریظہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے اور اپنی اولاد کو آپ کی صفات اور اسماء بتلاتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ ان کا مقام ہجرت یہی ہمارا مسکن مدینہ منورہ ہے، لیکن آپ کا ظہور ہوا تو حسد کی آگ میں جل گئے اور اعتراف حق سے بغاوت و انکار کر دیا۔

ابوسعید خدری فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے والد محترم مالک بن سنان کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک دن بنی عبدالاشہل کے پاس آیا تاکہ ان سے بات چیت کروں اور ان دنوں ہم باہمی مصلح صفائی کر کے جنگ کو روکے ہوئے تھے تو میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس نبی کریم کا زمانہ ظہور اور ولادت قریب آچکا ہے، جن کو احمد کے نام سے پکارا جائے گا جو حرم مکہ سے ظہور پذیر ہوں گے۔ اس سے خلیفہ بن ثعلبہ اشہل نے بطور مذاق کہا، اس نبی کی مفت کیا ہوگی تو اس نے کہا کہ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت طویل اور نہ بہت کوتاہ قامت۔ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہوں گی وہ چادر اوڑھیں گے اور گدھے کی سواری کریں گے اور یہ شہر (مدینہ) ان کا مقام ہجرت ہوگا۔

حضرت مالک بن سنان فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنی خدرہ کی طرف لوٹا، اور میں ان دنوں یوشع یہودی کی باتوں پر تعجب کا اظہار کرتا تھا، تو میں نے ایک دوسرے آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمہارے خیال میں صرف یوشع یہودی بیان کرتا ہے، یہ تو یثرب کے تمام یہودی کہتے ہیں۔ ابوسعید

فرماتے ہیں میرے باپ مالک بن سنان نے فرمایا کہ میں گھر سے نکلا اور بنو قریظہ کے پاس آیا تو ان سب نے دوران گفتگو نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا اس پر زبیر بن باطان نے کہا وہ سرخ ستارہ جو صرف نبی کے ظہور ولادت کے وقت ہی طلوع ہوتا ہے وہ طلوع ہو چکا ہے اور اب سوائے احمد کے اور کوئی نبی پیدا ہونے والا نہیں ہے اور یہ (مدینہ منورہ) ان کا دارالہجرت ہے۔

ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو میرے باپ نے آپ سے زبیر بن باطان کی بات عرض کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر زبیر اور ان کے قریبی ایمان لے آئے، تو سارے یہودی ایمان لے آئیں گے کیونکہ وہ سب ان کے تابع ہیں۔

محمد بن مسلمہؓ فرماتے ہیں کہ نبی عبدالاشہل میں صرف ایک یہودی شخص تھا، جس کو یوشع کہا جاتا تھا، میں نے اس کو اپنے زمانہ کفویت میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر اس نبی کے ظہور کا وقت آج پہنچا جو اس گھر یعنی بیت اللہ کی طرف سے ظہور فرمائیں گے اور بیت اللہ کی طرف اشارہ کیا، تم میں سے جو بھی ان کو پائے تو ضرور ان کی تصدیق کرے۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ہم مشرف باسلام ہو گئے۔ مگر وہی یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود اسلام سے شرف نہ ہوا اور حسد و بغض سے کام لیتے ہوئے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جا گرا۔

عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر محمد ﷺ کی (قبل از بعثت) تعریف کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ یہود کا دوست تھا اور ان سے دین و مذہب کے متعلق دریافت کرتا رہتا۔ چنانچہ وہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی صفات و علامات بیان کرتے تھے اور یہ بھی بتلاتے تھے کہ یہی مدینہ ان کا دارالہجرت ہے، پھر وہ تناء کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی بتلایا پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا، تو انہوں نے بھی یہی بتلایا۔ پھر وہ شام کی طرف گیا اور نصاریٰ سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی علامات و نشانیاں بتلائیں اور انہوں نے بھی آپ کا دارالہجرت یثرب بتلایا، ابو عامر راہب وہاں سے لوٹا، تو راہبوں کی طرح زندگی گزارنے لگا اور کھر در لباس پہننا شروع کیا اور یہ کہا کہ

میں ملت حنیفیہ اور دین ابراہیم پر ہوں اور نبی آخر الزماں کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں، جب رسول اللہ ﷺ کا مکہ میں ظہور ہوا تو آپ کی خدمت میں وہ حاضر نہ ہوا اور اسی روش پر قائم رہا، پھر جب آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو حسد و عناد اور منافقت سے کام لیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں آپ نے فرمایا دین حق اور ملت حنیفیہ ابراہیمیہ کے ساتھ۔ اس نے کہا کہ تم خالص ملت ابراہیمی پر نہیں بلکہ اس کو غلط ملط کرنے والے ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اس کو اختلاط و اقتباس، شکوک و شبہات سے منزہ اور روشن طریقہ سے پیش کرنے والا ہوں۔ وہ صفات و علامات (تیرے ذہن سے کیونکر نکل سکیں) جو یہود و نصاریٰ کے علماء اور احبار نے تجھے بتلائی تھیں، اس نے کہا کہ تم وہ نہیں ہو، جس کی صفات انہوں نے بیان کی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو، اس نے کہا میں نے جھوٹی بات نہیں کہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ ویرانوں میں تنہائی کی موت مارے اس نے کہا آمین۔

پھر وہ مکہ مکرمہ کی طرف لوٹا اور قریش کے ساتھ مل کر ان کا دین اپنالیا اور سابقہ دین چھوڑ بیٹھا پھر جب اہل طائف نے اسلام قبول کر لیا تو وہ شام کی طرف چلا گیا اور وہیں تنہائی میں مسافرت کی حالت میں مرا۔

مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ میں مقوقس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ بیشک محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور اگر آپ رومیوں اور قبطیوں پر چڑھائی کریں گے تو وہ آپ کے مذہب و ملت کی اتباع کریں گے۔ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اسکندریہ میں قیام پذیر رہا، وہاں کے ہر معبد میں داخل ہوا اور ان عبادت گاہوں کے اندر موجود تمام علماء سے دریافت کیا کہ وہ محمد ﷺ کے کون سے اوصاف اپنی کتابوں اور صحیفوں میں پاتے ہیں۔ ایک قبلی عالم ابوحنسؓ والے کتبے کا سب سے بڑا عالم مانا جاتا تھا۔ لوگ اس کے پاس اپنے مریض لاتے وہ ان کے لئے دعا کرتا، میں نے

اس سے زیادہ خشوع و خضوع کے ساتھ کسی کو نمازیں ادا کرتے نہیں دیکھا، میں نے اس سے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ انبیاء کرام میں سے کسی کا ظہور ہونا ابھی باقی ہے، اس نے کہا ہاں آخری نبی ابھی ظہور فرما ہوں گے۔ ان کے اور حضرت عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہیں۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ وہ نبی امی عربی ہیں، نام نامی ان کا احمد ہے۔ نہ زیادہ طویل القامت ہیں نہ بالکل کوتاہ ان کی آنکھوں میں باریک سرخ دھاریاں ہیں۔ نہ بالکل سفید ہیں اور نہ خالص گندم گوں اپنے سر اور داڑھی کا بال بڑھائیں گے، مونے کھر درے کپڑے استعمال کریں گے، اور قلیل ترین خوراک پر کفایت و قناعت فرمائیں گے۔ ان کی تلوار ہر وقت ان کے کندھے پر ہوگی اور انہیں اس امر کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ میری مدبھیہ کس سے ہو رہی ہے۔ وہ خود قتال و جہاد میں شریک ہوں گے۔ اور ان کے یار جاں نثار ان پر اپنی جانوں کو قربان کر دیں گے۔ آپ ان کے نزدیک اپنی اولاد اور آباء سے بھی زیادہ محبوب ہوں گے۔ ایسی زمین میں ان کا ظہور ہوگا جہاں خاردار درخت زیادہ ہوں گے اور ایک حرم (مکہ مکرمہ) سے دوسرے حرم (مدینہ منورہ) کی طرف منتقل ہوں گے اور ایسی زمین کی طرف ہجرت کریں گے جس میں چٹان ہوگا اور کھجوریں۔ نیز دین ابراہیم علیہ السلام پر کار بند ہوں گے، وہ اپنا تہبند نصف پنڈلیوں تک باندھیں گے، وضو کریں گے، اور ایسے مخصوص کمالات کے ساتھ ممتاز کئے جائیں گے جو دوسرے انبیاء کو حاصل نہیں ہوں گے۔ ان سے قبل ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور وہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ان کے لئے تمام روئے زمین جائے نماز اور موجب طہارت بنادی گئی ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت ہوگا تیمم کر لیں گے اور نماز ادا کر سکیں گے۔ اور جو ان سے قبل مبعوث ہوئے ان پر یہ پابندی عائد تھی کہ وہ صرف اپنی عبادت گاہوں ہی میں نماز ادا کر سکتے تھے۔

طبرانی نے یہ روایت کی ہے کہ زید بن عمر اور ورقہ بن نوفل دین حق کی تلاش اور معلومات حاصل کرنے کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے، اس نے حضرت

زید سے دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو، انہوں نے کہا ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔ اس نے کہا کس امر کی تلاش ہے انہوں نے کہا دین حق کی۔ اس نے کہا گھر واپس جاؤ کیونکہ تم جس دین برحق کی تلاش کر رہے ہو، وہ غنقریب تمہارے علاقے میں ظاہر ہو جائے گا پھر وہ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے۔ "لیک حقا حقا تعبدوا ورقا" اے دین برحق تیرے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ تجھ پر کار بند ہو کر یہ کہ اللہ کے عبادت گزار بندے ہیں گے اور خدمت گزار غلام۔

ابن قتیبہ نے کتاب الاعلام میں یہ روایت نقل کی ہے کہ خلیفہ ابن عبدہ المستری نے کہا میں نے محمد بن عدی سے دریافت کیا، تجھے تیرے باپ نے محمد کے نام سے کیوں موسوم کیا (جب کہ یہ نام پہلے سے معروف و مروج نہیں تھا) اس نے کہا کہ میں نے یہی سوال اپنے باپ سے کیا تھا، انہوں نے کہا کہ ہم بنی تمیم کے چار آدمی گھر سے نکلے ایک میں تھا اور دوسرا جاشع بن دارم، تیسرا یزید بن عمرو بن ربیعہ چوتھا اسامہ بن مالک بن جندب۔ ہم ابن جفہ غسانی سے ملنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ جب ہم شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اترے جس کے ارد گرد چند چھوٹے چھوٹے درخت تھے اور اس کے قریب میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب موجود تھا اس نے ہماری طرف دیکھا اور کہا تمہاری بولی اس علاقہ اور شہر کی نہیں ہے۔ ہم نے کہا واقعی ہم اجنبی لوگ ہیں اور مسافر۔ ہم قوم نصر سے تعلق رکھتے ہیں، اس نے کہا قبیلہ نصر کی دو شاخوں میں کون سی شاخ سے تعلق رکھتے ہو۔ ہم نے کہا خندق سے اس نے کہا آگاہ رہو ابھی تمہارے درمیان ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں لہذا جلدی ان کی بارگاہ میں داخل ہو جاؤ، ان سے اپنا نصیب و حصہ حاصل کر لو، سیدھی راہ پالو گے، بیشک وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کا نام محمد ہے۔ جب ہم ابن جفہ کے پاس سے لوٹے اور گھر پہنچے تو ہم چاروں کے زینہ اولاد پیدا ہوئی، اور ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا (کہہ سکتا ہے کہ وہ ہمارا ہی بیٹا ہوا اور ہمارا مقدر جاگ اٹھے)

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن سعد کی یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم

ﷺ ایک کینہ میں داخل ہوئے وہاں یہود کا مجمع لگا ہوا تھا ایک یہودی ان کے سامنے تورات پڑھ رہا تھا جب اس میں آپ کی نعت و صفات کا بیان آیا تو وہ سب چپ ہو گئے اس کینہ کے ایک گوشہ میں ایک مریض آدمی بھی بیٹھا تھا۔ جب آپ نے فرمایا کیا بات ہے تم کیوں رک گئے ہو، اس مریض نے کہا یہ نبی آخر الزماں کی تعریف پر پہنچے ہیں، تو رک گئے ہیں۔ حتیٰ کہ مریض گھٹنوں کے بل چلتا ہوا آیا تو راقہ کو اپنے ہاتھ میں لیا اس کی تلاوت کی اور حضور کی نعت و صفات کی تلاوت کی، عرض کیا کہ یہ ہے آپ کی صفت و ثناء اور آپ کی امت کے محمد و محسن اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور بیشک آپ اللہ کے برحق رسول ہیں، پھر اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا اے میرے صحابہ اپنے اس بھائی کو دفن کرو۔

حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ جب تیج مدینہ طیبہ میں آیا اور وادی قنہ کے کنارے اترا تو علماء یہود کے پاس آدمی بھیجا اور کہا کہ میں اس شہر کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہودیت یہاں جڑ نہ پکڑ سکے اور مذہبی معاملہ فقط دینِ عرب کی طرف لوٹ آئے تو اس سے شمولِ یہودی جوان سب میں سب سے بڑا عالم تھا، کہنے لگا۔ اے بادشاہ اس شہر کی طرف اولادِ اسمٰعیل میں پیدا ہونے والے پیغمبر ہجرت کریں گے جن کا مقام ولادت مکہ مکرمہ ہے اور یہ شہر ان کا دارالہجرت ہے اور تو جس مقام پر اس وقت موجود ہے یہاں عظیم قتل ہوگا اور لوگ ہلاک و زخمی ہوں گے۔ کچھ اس نبی کے اصحاب اور کچھ ان کے اعداء و مخالفین تیج نے پوچھا تو ان کے ساتھ قتال کون کرے گا جب کہ بقول تمہارے وہ نبی ہوں گے تو یہودی عالم نے جواب دیا کہ اس قوم کے کفار و مشرکین ان پر حملہ آور ہو کر یہاں آئیں گے اور قتال کریں گے۔ تیج نے پوچھا، جب ان سے قتال کیا جائے گا تو اس کا انجام کیا ہوگا اور کس کا پلڑا بھاری ہوگا، اس نے کہا کبھی ان کے حق میں اور کبھی ان کے خلاف اور اس مقام میں جہاں تو موجود ہے ان کے اصحاب و جاں نثار اس طرح شہید کئے جائیں گے کہ اس قسم کا قتل کبھی ان پر وارد نہیں ہوا ہوگا، انجام کار غالب و فتح انہیں کی ہوگی حتیٰ کہ پھر کوئی ان سے نزاع و اختلاف کی جرأت نہ کر سکے گا۔

تیج نے دریافت کیا ان کے اوصاف و علامات کیا ہیں۔ اس یہودی عالم نے کہا۔ وہ درمیانہ قد ہوں گے، نہ بہت دراز قد اور نہ پست قامت، ان کی آنکھوں میں سرخ و حاریاں ہوں گی، اونٹ پر سواری فرمائیں گے اور سادہ کھردری چادر استعمال فرمائیں گے ان کی تلوار ان کے کندھے پر ہوگی، وہ اس امر کی پرواہ نہیں کریں گے کہ ان کا مقابلہ و مخالف کون ہے، خواہ حقیقی بھائی ہو یا چچا زاد بھائی ہو یا چچا بھتیجی کہ ان کا دین و مذہب غالب ہو کر رہے گا۔ تیج نے جب یہ تفصیلات سنی تو کہا پھر اس شہر کا تباہ کرنا میرے بس سے باہر ہے اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ اس کی خرابی میرے ہاتھوں ہو، پھر وہ یمن کی طرف لوٹ گیا۔

عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ تیج نے جب تک آنحضرت ﷺ کی حقانیت نبوت کا اعتراف و اقرار نہ کر لیا، دنیا سے رخصت نہیں ہوا کیونکہ یہود یثرب اس کو خبر و اطلاع دیتے تھے اور یقیناً تیج حالتِ اسلام میں دنیا سے رخصت ہوا۔

حضرت جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا جو سب یہود سے زیادہ صاحبِ علم و بصیرت تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک صحیفہ دیکھا جو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں احمد مرسل ﷺ کا ذکر اس طرح تھا وہ نبی ہیں جو خوار و درختوں والے علاقہ میں ظہور فرمائیں گے اور ان کی فلاں فلاں علامات ہیں پھر زبیر بن باطا لوگوں کو اس صحیفے کے مندرجات بیان کیا کرتا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ ابھی مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ جوں ہی اس نے آنحضرت ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور فرما ہوا سنا تو اس صحیفے کو مٹا دیا اور آنحضرت ﷺ کی شان و صفات کو چھپانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ یہ وہ نبی موعود نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ بنو قریظہ و بنو نضیر اور فدک و خیبر کے یہود آنحضرت ﷺ کے اوصاف کمال کو قیل از بعثت جانتے تھے اور یہ بھی ان کو معلوم تھا کہ آپ کا مقام ہجرت مدینہ منورہ ہے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تب بھی علماء یہود نے اعلانِ تسلیم کیا اور بشارت دی کہ آج رات احمد مجتبیٰ ہی پیدا ہو گئے اور یہ ستارہ جو ان کی علامت و اہدات ہے، طلوع ہو چکا ہے۔

جب آپ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو انہوں نے اس امر کا اعلان بھی کیا کہ انہوں نے اب دعویٰ نبوت کیا ہے اور ان کے اعلان نبوت کی نشانی و علامت اس ستارہ کا طلوع ہے۔ مگر اس قدر معرفت کے حصول اور بار بار اقرار و اعتراف اور لوگوں کے سامنے آپ کی توصیف و تعریف کرنے کے باوجود محض عناد کی بناء پر انہوں نے انکار کر دیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی کد شریف میں سکونت پذیر ہو گیا جو کہ وہاں مختلف اشیاء کی تجارت کرتا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی شب ولادت آئی تو قریش کی ایک مجلس میں آ کر کہنے لگا کہ تمہارے یہاں آج رات کوئی بچہ پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں ہے اس نے کہا اے گردہ قریش دیکھو، اور میری اس بات کو اچھی طرح یاد کرلو، جو میں بیان کرنے والا ہوں۔ آج کی رات اس امت کا نبی مرسل پیدا ہوا ہے، اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت پارہ ہے جس میں چند بال ہیں۔

قوم قریش کے وہ افراد جو اس مجلس میں بیٹھے تھے، تیزی سے اٹھے اور وہ اس کی بات پر متعجب و حیران تھے، گھر جا کر اپنے گھر والوں سے بات کی تو ان میں سے بعض کو بتلایا گیا کہ آج رات عبد اللہ بن مطلب کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اور ان کا نام محمد رکھا ہے۔

وہ قریشی اس یہودی کے پاس آئے اور کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ ہم میں ایک بچہ کی پیدائش ہوئی ہے اس نے کہا کہ میرے بتلانے سے قبل یا اس کے بعد، انہوں نے کہا اس سے قبل اور اس کا نام احمد ہے، اس نے کہا مجھے بھی وہاں لے چلو، وہ قریش اس کو ساتھ لے کر چلے۔ حتیٰ کہ حضرت آمنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت آمنہ نے آپ کو انہیں دکھلایا، یہودی نے اپنی بیان کردہ علامت آپ کے اندر (یعنی کندھوں کے درمیان سیاہی مائل گوشت جس پر چند بال تھے) دیکھی پھر اس پر غشی طاری ہو گئی، جب ہوش میں آیا تو لوگوں نے ماجرا دریافت کیا، اس نے کہا نبوت اور آسمانی کتاب بنو اسرائیل کے ہاتھ سے نکل گئی۔ عرب نبوت و رسالت کے ساتھ بہرہ ور ہو گئے۔ اے جماعت قریش، کیا تم اس خبر سے خوش ہوئے کہ نہیں، آگاہ رہو، بخدا وہ تمہیں ان بلند یوں تک

پہنچائیں گے جن کی خبر مشرق و مغرب تک پھیلے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یہود کے دارالند ریس میں تشریف لائے اور فرمایا، میرے پاس وہ شخص لاؤ جو تم میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو۔ انہوں نے کہا ایسا شخص عبد اللہ بن صورت یا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے علیحدگی میں بات کی اور اس کو اس کے دین یہودیت کا اور اللہ تعالیٰ کے مخصوص انعامات کا من و سلویٰ کھلانے کا اور بادلوں کے ذریعہ سایہ کرانے اور دھوپ کی کلفت سے بچانے کا واسطہ دے کر پوچھا کہ تو میری نبوت پر یقین رکھتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور قوم یہود بھی وہ جانتی ہے جو میں قلمی طور پر جانتا ہوں اور آپ کے اوصاف و صفات ان کی کتاب میں صاف صاف بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن حسد و عناد کی وجہ سے زبانی اعتراف نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر تو کیوں نہیں مجھ پر جان و دل سے ایمان لے آتا، اس نے کہا کہ میں اپنی قوم کی مخالفت کرنا پسند نہیں کرتا، ہو سکتا ہے کہ وہ عنقریب تمہاری اتباع کریں اور مسلمان ہو جائیں تو میں بھی اسلام لے آؤں گا۔

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں یہود کے پاس درس تو رات کے وقت میں آتا تھا۔ میں تو رات کی قرآن مجید سے موافقت پر حیران ہوتا، انہوں نے کہا اے عمر تم سے بڑھ کر ہمیں کوئی شخص محبوب و پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ تم ہمارے پاس آتے ہو اور درس سنتے ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا، میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تو رات کے ذریعہ قرآن مجید کی تائید و تصدیق سن کر سرور حاصل کروں۔ میں ایک دن ان کے پاس موجود تھا، اتفاق سے آنحضرت ﷺ کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے کہا یہ ہیں تمہارے رسول، تو میں نے کہا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم اور اس کتاب کی جو تم پر نازل کی گئی کیا تم یقیناً جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول بحق ہیں۔ ان کے رئیس اور سردار نے کہا کہ اب انہوں نے اللہ کے نام کی قسم دی ہے، لہذا ان کو کچھ باتیں بتلاؤ تو انہوں نے کہا تو ہمارا بڑا رئیس اور فاضل ہے لہذا تو یہی بتلا اس نے کہا جی بات یہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ پھر تمہیں ہلاکت اور گمراہی میں کس نے ڈالا ہے۔ جب تم

یقین رکھتے ہو کہ وہ سچے رسول ہیں تو اتباع کیوں نہیں کرتے۔

انہوں نے کہا ملائکہ میں سے بعض ہمارے دشمن ہیں اور بعض دوست، دشمن تو ہمارا جبرئیل ہے جو کہ عذاب و عقاب نازل کرنے والا ہے اور دوست ہمارا میکائیل ہے جو کہ راحت و رحمت کا مالک ہے۔ میں نے کہا میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ جبرئیل علیہ السلام کے لئے یہ حلال و جائز نہیں کہ میکائیل علیہ السلام کے دوستوں سے عداوت رکھیں اور نہ میکائیل علیہ السلام کے شایان شان ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دشمنوں سے صلح کریں اور دوستی قائم کریں۔

پھر میں اٹھ کھڑا ہوا آنحضرت ﷺ مجھے سامنے سے تشریف لاتے ہوئے ملے اور فرمایا کیا میں تجھے وہ آیت نہ پڑھاؤں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھ پر نازل ہوئی ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلٰی قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللّٰهِ
(البقرہ - 97)

اے نبی کریم ﷺ آپ فرمادیں کہ جو جبرئیل علیہ السلام کا دشمن بنا ہے ہے (وہ ان کا نہیں بلکہ اللہ کا دشمن ہے) کیونکہ انہوں نے تو کلام مجید کو آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ کے امر سے نازل کیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہوا ہوں تاکہ یہودی بات آپ سے عرض کروں، لیکن اللہ نے تو آپ کو پہلے ہی بتا دیا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان واقعات کے بعد اپنے آپ کو دین اسلام کے معاملہ میں پتھر سے بھی زیادہ سخت پایا۔

حضرت عمرو بن عبدہ سے مروی ہے کہ زمانہ قبل اسلام میں اپنی قوم کے معبودوں سے بیزار ہو گیا اور اس امر کا یقین کر لیا کہ یہ باطل محض ہیں، میری قوم پتھروں کی پوجا کرتی ہے، جو نہ ہی نفع دیتے ہیں اور نہ ہی نقصان، میں ایک اہل کتاب سے ملا اور افضل ترین دین کے متعلق دریافت کیا اس نے بتایا کہ مکہ مکرمہ سے ایک شخص ظہور پذیر ہوگا، جو اپنی قوم کے معبودوں کی مخالفت کرنے لگا اور سب سے افضل دین پیش کرے گا اور جب تمہیں ان کے مبعوث ہونے کی خبر ملے تو ان کی اتباع کرنا۔

(اس بات کے کان میں پڑنے کے بعد) میرا اور کوئی کام ہی نہ تھا ماسوا مکہ مکرمہ کی راہ پر چلنے کے، میں وہاں آتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ کیا وہاں کوئی نئی بات، کوئی نیا واقعہ ہوا ہے۔ جواب نفی میں ملتا، میں پھر واپس چلا جاتا، سوار آتے دکھائی دیتے ان کی راہ پر کھڑا رہتا اور دریافت کرتا کہ مکہ سے آنے والو، کوئی نئی خبر کوئی نیا واقعہ، وہ بھی نفی میں جواب دیتے یوں ہی سوچ میں بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک سوار کا میرے قریب سے گزر ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، کہاں سے آ رہے ہو، اس نے کہا مکہ مکرمہ سے۔ میں نے کہا وہاں کوئی نیا امر وقوع پذیر ہوا ہے، اس نے کہا ہاں۔ ایک آدمی نے اپنی قوم کے معبودات سے اعلان برأت کر کے انہیں ایک اور دین کی دعوت دے رکھی ہے۔ میں نے کہا یہی میرا مقصد و مطلوب ہے، جس کا مدتوں سے انتظار ہے، پھر میں سواری پر بیٹھا اور تیزی سے دوڑاتا ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نجران کے نصاریٰ میں سے آٹھ علماء و فضلاء بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے، جن میں سید و عاقب نام والے دو شخص بھی تھے، جنہوں نے آپ کی صداقت نبوت پر بحث تمحیص کی، تو اللہ نے ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل کی۔

فَقُلْ تَعَالَوْا لِنَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا
وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝
(ال عمران - آیت 61)

آپ فرما دیجئے آؤ ہم اور تم خود بھی آ جاؤ اور اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خدا سے دعا کریں جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔

جب انہوں نے مباہلہ کا نام سنا تو تین دن تک کی مہلت طلب کی اس دوران بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قریظہ نے قبائل یہود کے ساتھ صلاح و مشورہ کیا ان سب نے متفقہ طور پر کہا کہ صلح کر لو اور مباہلہ مت کرو کیونکہ یہ وہ نبی ہے جن کا ذکر ہم تورات و انجیل میں پاتے ہیں، چنانچہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہم مباہلہ نہیں کریں گے، بلکہ ہم رعایا بن کر رہیں گے اور ہزار حلوہ

پوشاک صفر کے اندر اور ہزار ہی رجب میں اور اسکے علاوہ کچھ درہم بھی ہم بطور جزئیہ ادا کرینگے۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے کافی لوگ آنحضرت ﷺ کی بعیت سے قبل آپ پر ایمان لے آئے اور جب آپ مبعوث ہوئے تو کفر و عناد کی راہ پر چل پڑے۔ انہیں کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فَإِنَّمَا الَّذِينَ اسْمُوْذَتْ وُجُوْهُهُمْ أَكْفَرُكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (ال عمران۔ 106)

اور وہ لوگ جن کے چہرے کفر و نفاق کی وجہ سے سیاہ ہو گئے ہیں، کیا تم ہی وہ جو جنہوں نے ایمان لا کر پھر کفر کیا، لہذا اپنے کفر کی وجہ سے عذاب چکھو۔

حدیث سہل مولیٰ عثمہ النصرائی

سہل مولیٰ عثمہ کہتے ہیں کہ میں نصرائی تھا اور یتیم تھا، میرا چچا میری کفالت کرتا تھا اور وہ انجیل پڑھا کرتا تھا۔ میں نے چچا والا مصحف اٹھایا اور پڑھنے لگا، دوران قرأت ایک ورق ایسا آیا جو بہت مونا تھا اور مجھے اس کی مونائی عجیب سی لگی، غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس میں جوڑے اور دو ورق باہم چپکا دیئے گئے ہیں اس کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درمیانی صفحوں پر رسول اللہ ﷺ کی صفات مرقوم ہیں اور وہ مضمون یہ تھا۔

وہ نہ کوتاہ قامت ہوں گے اور نہ ہی طویل القامت، سفید (سرخ یا مائل) ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔ بیٹھتے وقت احتیاء والی صورت کو عام طور پر اختیار کریں گے، صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ گدھے اور اونٹ کی سواری کریں گے۔ بکری خود دو ہیں گے اور پیوند لگی قمیض استعمال کریں گے اولاد اسماعیل سے ہوں گے، ان کا نام احمد ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں میرا چچا آیا اور کتاب کا ورق کھلا ہوا دیکھا تو مجھے زکوب کیا اور کہا تجھے یہ ورق کھلونے کی کیا غرض تھی۔ میں نے کہا اس میں احمد مرسل کی تعریف تھی اس نے کہا وہ ابھی مبعوث نہیں ہوئے۔

وہب بن منبہ سے منقول ہے اللہ رب العالمین نے حضرت شعیبا کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میں ایک نبی بھیجنے والا ہوں جن کی بدولت بہرے کانوں کو شنوا بناؤں گا، اور غفلت و جہالت کے پردوں میں بند دلوں کو علم و حکمت کی معرفت کے لئے کھول دوں گا، سکینیت و وقار ان کا لباس ہوگا، نیکی ان کا طرز عمل اور شعار ہوگا، تقویٰ و پرہیزگاری ان کا ضمیر ہوگا، حکمت و دانائی ان کا مطمع فکر و فہم ہوگی۔ صدق و صفائے طبیعت و فطرت ہوگی، عفو و درگزر اور بھلائی ان کا خلق ہوگا، عدل و انصاف ان کی سیرت ہوگی، حق و صدق ان کی شریعت ہوگی، رشد و ہدایت ان کی رہنما ہوگی، ملت اسلام ان کی ملت ہوگی، ان کا نام مقدس احمد ہوگا، انہیں کے ذریعہ گمراہی کے بعد ہدایت کا نور لوگوں تک پہنچاؤں گا اور جہالت کے بعد علم و حکمت سے لوگوں کو مالا مال کروں گا اور اہل حق کی قلت کے بعد ان کو کثرت میں تبدیل کروں گا، پچھڑے دلوں کو ملاؤں گا، جو دور ہیں انہیں قریب کروں گا، جن کے دلوں میں عداوت و دشمنی ہے، انہیں ان کے ذریعہ الفت و محبت میں تبدیل کروں گا۔

مختلف انجیل اور متضاد نظریات کی حامل امم و اقوام کو متحد و متفق کروں گا، ان کی امت کو سب سے بہترین امت بناؤں گا وہ اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور پر خیال رکھیں گے، مبارک ہے ان مقدس دلوں کے لئے جو ان نعمتوں سے مالا مال کئے گئے ہیں۔

عثمان بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ شام کے نصرائی میں سے ایک شخص مکہ مکرمہ حاضر ہوا، وہ چند عورتوں کے پاس سے گزرا، جو عید کے موقع پر جمع تھیں، ان کے شوہر اپنے بعض امور کی انجام دہی کے سلسلہ میں غائب تھے، اس نے عورتوں سے کہا اے قریشی عورتو! تمہارے قبیلہ و قوم میں عنقریب ایک نبی ظہور فرما ہونے والا ہے، جن کا نام احمد ہوگا تم میں سے جو نیک بخت ان کی بیوی بنے گا شرف حاصل کر سکے، وہ ضرور بن جائے۔ حضرت خدیجہؓ نے اس کی بات کو یاد رکھا، اور نبی کریم ﷺ کی زوجیت کو اختیار کیا۔

حدیث و صہب عن الزبور

وہب بن منبہ نے حضرت داؤد کا یہ قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے حضرت داؤد کی طرف یہ وحی کی کہ اے داؤد تمہارے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام احمد اور محمد ہوگا جو صادق اور سرور ہوگا، میں اس پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا اور وہ نہ مجھ سے ناراض ہوگا، میں نے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں، قبل اس کے کہ وہ میری نافرمانی کرے اس کی امت رحم کی ہوئی ہے، میں نے اس کو نوافل سے نوازا ہے، جس سے اگلے انبیاء کو نوازا تھا۔ اس کے اوپر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جو اگلے انبیاء پر فرض کئے گئے تھے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن میرے پاس اسی حالت میں آئیں گے کہ ان کے نور انبیاء کے نور کے مانند ہوں گے اور یہ اس بناء پر ہے کہ میں نے ان کے اوپر ہر نماز کے وقت وضو کے ذریعہ طہارت فرض کیا ہے، جیسے کہ اگلے انبیاء پر فرض کیا تھا۔ ان کو میں نے غسل جنابت کا حکم دیا ہے جیسے کہ اگلے انبیاء کو دیا تھا، اے داؤد میں نے محمد اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے میں نے ان کو چھ حصّے دی ہیں، جو ان سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں، ان سے خطا و نسیان پر مواخذہ نہیں کروں گا، اور ہر گناہ جو انہوں نے بلا ارادہ کیا ہے معافی طلب کرنے کے بعد میں انہیں معاف کروں گا، اور آخرت کے حصول کے لئے اپنی جو بھی پسندیدہ چیز وہ اللہ کے راستے میں پیش کریں گے میں اس سے کئی گنا اور اس سے افضل نعت دیتے ہیں ان کے لئے جلدی کروں گا اور ان کے لئے میرے پاس بطور ذخیرہ اس سے کئی گنا اور زیادہ افضل نعتیں ہیں، جب وہ مصائب پر صبر کریں گے اور ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھیں گے تو میں ان کو رحمت و ہدایت سے نوازاؤں گا۔ اگر وہ مجھ سے دعا کریں گے تو ان کی دعا قبول کروں گا۔

اے داؤد محمد کی امت سے جس شخص نے مجھ سے ملاقات اس حالت میں کی کہ وہ سچے دل سے میری وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے تو وہ میرے ساتھ میری جنت اور کرامت کی جگہ میں ہوگا اور جس شخص نے مجھ سے اس حالت میں ملاقات کی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کر رہا ہے ان

کے پیغام کو جھٹلا رہا ہے، میری کتاب کا مذاق اڑا رہا ہے میں اس کی قبر میں جب وہ زندہ کیا جائے گا اس پر عذاب نازل کروں گا، اور فرشتے اس کے چہرہ اور دہر پر ماریں گے، پھر جہنم کے نچلے طبقہ میں اسے ڈال دوں گا۔

حضرت دانیال کی قبر میں پائے گئے پتھر کی خبر

مطرف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں تستر کی فتح میں ابو موسیٰ اشعری کے ساتھ تھا، مقام سوین میں ہمیں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ملی، وہاں کے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب قسط سالی میں مبتلا ہوتے تو ان کو قبر سے نکال لیتے اور ان کے ذریعہ پانی کی دعا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ایک عبارت کندہ ملی، جس کے پڑھنے کے لئے نعیم نامی حیرہ کے ایک نصرانی شخص کو بلایا گیا، اس نے وہ عبارت پڑھی اس کے نیچے لکھا ہوا تھا۔

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٥﴾ (ال عمران - 85)

جس نے دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کیا وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھناپانے والوں میں سے ہوگا۔

یہ نکر اس دن بیابلیس علماء نصاریٰ ایمان لائے۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا واقعہ ہے۔

فصل

روایتوں میں امیہ بن صلت کے بارے میں مذکور ہے کہ اس نے آسمانی کتابوں میں ایک نبی کے مبعوث ہونے کی خبر پڑھی، چنانچہ وہ اس طمع میں کہ میں ہی نبی بنایا جاؤں گا، ٹاٹ کا لباس پہن کر خود عبادت کرنے لگا۔ لوگوں سے حضرت ابراہیم اور ان کی ملت حنفی کا تذکرہ خوب کرتا۔ شراب اور بت پرستی اس نے ترک کر دی اور دین کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگا۔ لیکن جب اللہ

نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، تو اس سے لوگوں نے کہا جس چیز کی تمہیں تلاش تھی اور جس کی بشارت دیتے تھے وہ یہی نبی ہیں تو اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ نبی بننے کی اس کی جو دیرینہ خواہش تھی، وہ پوری نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے آپ کی نبوت سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَا الَّذِي آتَيْنَاهُ فَإِنْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿١٧٥﴾ (الاعراف-175)

آپ ان کے اوپر اس شخص کی خبر تلاوت کیجئے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں، وہ آجوں سے نکل کھڑا ہوا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا۔

یہی وہ امیہ بن ابی صلت ہے جو پہلے یہ کہا کرتا تھا۔

کل دین يوم القيامة عند الله الا دين الحنيفية زور

اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن دین حنیف کے علاوہ تمام ادیان باطل ہوں گے۔

ایک اور روایت ہے کہ امیہ بن ابی صلت کو دین کی تلاش تھی۔ اور خود نبی بننے کی طبع کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شام کا سفر کیا، تو راستہ میں ایک کنیہ سے اس کا گزر ہوا۔ اس کے ساتھ قریش اور غیر قریش میں سے عرب کے چند آدمی اور تھے، امیہ نے کہا کہ ذرا میرا آپ لوگ انتظار کریں مجھے اس کنیہ میں ایک ضرورت سے جانا ہے۔ چنانچہ وہ کنیہ میں داخل ہوا، پھر لوگوں کے پاس آیا۔ وہ غمگین اور نڈھال تھا، اور بے تحاشہ گر پڑا۔ لوگ اس کے پاس ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ غم کی یہ کیفیت اس سے دور ہو گئی۔ پھر آگے بڑھے اور اپنی ضرورتوں کو پوری کیا، جب واپس ہوئے تو اس کنیہ سے پھر ان کا گزر ہوا، اس نے پھر کہا کہ ذرا آپ لوگ میرا انتظار کریں میں اس کنیہ میں جا رہا ہوں، چنانچہ اس کے اندر گیا اور کافی دیر سے لوٹا اس مرتبہ اس کی حالت پہلی مرتبہ سے زیادہ بری تھی۔

ابوسفیان بن حرب نے کہا کہ میں تمہاری صحبت سے تنگ آ گیا ہوں، اس نے کہا مجھے چھوڑ

دیکھنا۔ مجھے اپنی آخرت کی فکر ہے۔ یہاں ایک راہب نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد چھ زلزلے آئیں گے چنانچہ پانچ گزر چکے ہیں اور ایک باقی ہے میں اس امید پر نکلا تھا کہ میں نبی ہوں گا، لیکن مجھے خوف لاحق ہوا کہ میری امیدوں پر پانی نہ پھر جائے اس لئے مجھے وہ غم لاحق ہو گیا تھا جو تم لوگوں نے دیکھا، پھر لوٹتے ہوئے بھی میں نے اس سے ملاقات کی تو اس نے مجھے خبر دیا کہ وہ زلزلہ تو آچکا اور عرب کے ایک نبی کی بعثت ہو چکی، چنانچہ میری امید خاک میں مل گئی اور بالکل مایوس اور نڈھال ہو گیا اس لئے تم مجھے رنجیدہ اور غمگین دیکھتے ہو۔

امام زہری نے بیان کیا ہے کہ امیہ ایک سفر میں شام کی طرف نکلا، لوگوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، امیہ نے ایک شخص کی طرف قصد کیا اور ٹیلے پر چڑھ گیا، وہاں سے ایک کنیہ نظر آیا پھر وہ وہاں سے کنیہ تک پہنچ گیا۔ وہاں اسے ایک بزرگ آدمی ملا، اس نے امیہ کو دیکھتے ہی کہا کہ تمہارا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ وہ شکل تمہارے پاس کس جانب سے نمودار ہوتی ہے امیہ نے کہا بائیں جانب سے۔ اس بزرگ آدمی نے کہا کہ وہ کون سا لباس زیادہ پسند کرتا ہے جس کو تم پہن کر اس سے ملاقات کرو، اس نے کہا کالا لباس۔ اس شخص نے کہا کہ امید تھی کہ تم عرب کے نبی ہو لیکن حقیقت میں نہیں ہو کیونکہ یہ جن ہے جو تمہارے پاس آتا ہے فرشتہ نہیں ہے کیونکہ عرب کے جو نبی ہوں گے ان کے پاس فرشتہ دائیں جانب سے نمودار ہوگا اور ملاقات کے وقت نبی کے لئے سفید لباس زیادہ پسند کرے گا۔

امام زہری کہتے ہیں کہ امیہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوبکر! خبر بالکل پوشیدہ ہے کیا آپ کچھ محسوس کرتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے کہا نہیں خدا کی قسم۔ اس نے کہا میں نے اس کے متعلق یہ معلومات حاصل کی ہے کہ وہ اسی سال نمودار ہوگا۔

عمر بن شبہ، خالد بن یزید سے امیہ بن ابی الصلت کا یہی قصہ بیان کرتے ہیں جس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ امیہ جب راہب کے پاس سے نکلا تو بالکل بو جھل اور تھکا ماندہ لگتا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے کہ تم اس طرح پریشان نظر آتے ہو اس نے کہا بالکل ٹھیک

ہوں مجھے ذرا بتاؤ کہ عتبہ بن ربیعہ کی عمر کتنی ہے ابوسفیان نے اس کی عمر بتادی، اس نے پوچھا اچھا اس کے مال کے متعلق بتاؤ، ابوسفیان نے اس کے مال کا بھی تذکرہ کیا اس نے کہا کہ تم نے اس کو گرا دیا ابوسفیان نے کہا کہ نہیں میں نے اس کو بلند کر دیا، امیہ نے کہا کہ (جس نبی کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے) وہ نہ تو بوڑھا ہوگا اور نہ مال دار۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ راہب نے اسے ناامید کر دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ وہ پیغمبر قریش سے ہوں گے۔

ابوسفیان بن حرب نے فرمایا کہ میں اور امیہ بن ابی صلت تجارت کے لئے ایک قافلہ میں شام کی طرف نکلے، جب بھی دوران سفر ہم کہیں پڑاؤ ڈالتے تو وہ اپنے سامان سے ایک صحیفہ نکال کر ہمیں سناتے لگتا۔ ہم اس طرح سفر کے منازل طے کرتے رہے یہاں تک کہ نصاریٰ کے ایک دیہات میں جا پہنچے۔ انہوں نے امیہ کو دیکھ کر پہچان لیا اور اس کے سامنے تحفہ پیش کیا اور پھر وہ ان کے ساتھ ان کی عبادت گاہ میں گیا، دوپہر کے وقت واپس آیا تو اس نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر پھینک دیئے اور دو نئے سیاہ رنگ کے کپڑے نکال کر پہن لئے، پھر مجھ سے کہا اے ابوسفیان کیا تم نصاریٰ کے ایک ایسے عالم کی ملاقات میں کوئی دلچسپی رکھتے ہو جس پر دریافت علم ختم ہے، جو چاہو، اس سے پوچھو، اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب حاصل کرو۔ ابوسفیان نے کہا مجھے تو اس کی ملاقات کا کوئی شوق نہیں ہے، وہ اکیلا چل دیا اور رات گئے واپس آیا، اس نے کپڑے اتار چھینکے، پھر بستر پر دراز ہو گیا، مگر خدا کی قسم نہ اسے نیند آئی اور نہ ہی اٹھا، بلکہ صبح تک کروٹیں بدلتا رہا۔ صبح ہوئی تو انتہائی نڈھال اور غمگین و پریشانی کی حالت میں اٹھا، نہ اس نے ہم سے کلام کیا، اور نہ ہی ہم نے اس سے۔ ہم نے دو رات سفر کیا مگر اسی رنج و الم میں مبتلا تھا۔ پھر میں نے ہی اس سے کلام کرنا شروع کیا اور کہا کہ اس امر کے مانند موجب رنج و الم کوئی چیز میں نے نہیں دیکھی، جس کو لے کر تو اپنے نصرائی عالم کے پاس سے واپس لوٹا ہے، اس نے کہا میرا سارا رنج و الم صرف اپنے انجام اور اخروی ٹھکانہ کی وجہ سے ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تیرا اور کوئی ٹھکانہ اور جائے بازگشت

ہے۔ اس نے کہا بخدا میں ضرور مروتوں گا اور مجھ سے اعمال و افعال کا حساب لیا جائے گا، میں نے اس سے کہا کیا تو میری پناہ و امان قبول کرتا ہے اس نے کہا کس بناء پر اور کس امر کی پناہ، میں نے کہا اس امر کی کہ تو مرنے کے بعد نہ تو اٹھایا جائے گا اور نہ تجھ سے حساب لیا جائے گا، وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا بخدا تم ضرور مرنے کے بعد زندہ کر کے قبروں سے اٹھائے جاؤ گے اور حساب کے لئے اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے، پھر وہ ایک گروہ (اہل طاعت کا) جنت میں ہوگا اور ایک گروہ (اہل معصیت کا) جہنم میں ہوگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ پھر تو کس جماعت میں ہے، تجھے تیرے عالم نے کیا بتایا ہے، اس نے کہا یہ بات تو اسے نہ اپنے متعلق معلوم ہے اور نہ میرے متعلق معلوم ہے، ہم نے وہ رات اسی حالت میں گزاری، وہ ہماری جہالت پر تعجب کرتا تھا اور ہم بزمِ خوشی اس کی خلاف عقل بات پر ہنستے رہے۔ الغرض سفر کرتے کرتے غوطہ دمشق میں جا پہنچے۔ اپنا سامان بیچا اور دو ماہ وہیں قیام کیا، وہاں سے کوچ کیا تو پھر نصاریٰ کے ایک گاؤں میں اترے، جب انہوں نے امیہ کو دیکھا تو اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ہدایا و تحائف پیش کئے وہ بھی ان کے ساتھ معبد میں چلا گیا۔ حتیٰ کہ دوپہر کو واپس ہوا، اپنے دونوں سیاہ کپڑے پہن کر پھر چلا گیا، اور کہیں رات گئے واپس آیا، اس نے اپنے کپڑے اتار چھینکے، اور خود بھی دھڑام سے بستر پر گر پڑا۔ خدا کی قسم پھر وہ رات بھر نہیں سویا اور نہ اٹھا، صبح کو انتہائی پڑمردگی اور غمگینی کی حالت میں اٹھا، نہ ہم سے اس نے کوئی کلام کیا اور نہ ہی ہم نے اس کو پوچھا۔ ہم نے چند راتیں سفر کیں پھر اس نے کلام کیا اور مجھ سے کہا اے صحر (ابوسفیان) مجھے عتبہ بن ربیعہ کے متعلق بتلائیے کہ کیا وہ حرام کاموں اور ظلم و زیادتیوں سے گریز کرتا ہے۔ میں نے کہا بخدا وہ ان امور سے مجتنب ہے۔ پھر اس نے پوچھا کیا وہ صلہ رحمی کرتا ہے اور اس کا حکم بھی دیتا ہے، میں نے کہا بالکل۔ اس نے دریافت کیا کہ وہ نجیب الطرفین ہے اور اپنے قبیلہ میں افضل و اعلیٰ۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے پھر پوچھا قریش میں اس سے کوئی شرف و فضیلت میں بڑا ہے، میں نے کہا واللہ ہرگز نہیں۔ اس نے کہا کیا وہ محتاج و فقیر ہے، میں نے کہا نہیں وہ تو بڑا مالدار آدمی ہے۔ اس نے دریافت کیا اس کی عمر کہاں تک پہنچی ہے، میں

نے کہا ستر کے قریب ہے۔ اس نے کہا تو پھر عمر اور مالدار نے اس کو نا اہل کر دیا اور معیوب بنا دیا، میں نے کہا واللہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہی وہ چیزیں تو اس کے فضل و شرف کا موجب ہیں، اس نے کہا ہاں دنیاوی طور پر تو یوں ہی ہے۔

پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تو نے جب مجھے دیکھا کہ میں نصرانی عالم کے پاس گیا تو میں نے اس سے اس پیغمبر کے متعلق دریافت کیا، جس کا شدت سے انتظار کیا جا رہا ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ وہ عرب سے ہوں گے اور اس گھر کے پڑوس سے ہوں گے جس کی عرب حج و زیارت کرتے ہیں۔

میں نے کہا ہمارے یہاں ہی وہ گھر ہے، جس کا حج کیا جاتا ہے، تو اس نے کہا وہ ہستی تمہاری برادری اور پڑوسی قوم قریش سے ہے نہ کہ تم سے، تو مجھے وہ غم و اندوہ لاحق ہوا، جو کبھی نہیں ہوا تھا کیونکہ میرے ہاتھ سے دنیا و آخرت کی کامیابی نکل گئی کیونکہ یہ امید کر رہا تھا کہ میں ہی وہ نبی ہوں گا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ پھر اس ہستی کے صفات کو بیان کرو، اس نے کہا کہ وہ بوقت اعلان نبوت، جوانی و صلتی عمر والے ہوں گے، ابتدائی حالت ان کی یہ ہوگی کہ بد اعمالیوں اور ظلم و تعدی سے گریز کرنے والے ہوں گے، صلہ رحمی خود بھی کریں گے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیں گے، وہ انصیاں کی طرف سے بھی عظیم المرتبت ہوں گے اور آباء و اجداد کی طرف سے بھی۔ اپنی قوم میں انتہائی عزت و عظمت کے مالک، ان کے لشکر میں عام طور پر ملائکہ ہوں گے، میں نے پوچھا ان کی علامت ظہور کیا ہے۔

اس نے بتایا کہ سرزمین شام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد سے اب تک اسی (۸۰) زلزلے آئے ہیں اور ہر ایک میں عظیم ابتلاء و آزمائش تھی اور ابھی ایک ایسا زلزلہ باقی ہے جو سارے شام کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا، اس کے بعد اس نبی کا ظہور ہوگا۔

میں نے کہا جو کچھ تو نے بیان کیا، یہ تو بالکل غلط اور باطل ہے، اگر اللہ کو نبی بھیجتا ہے تو لامحالہ

عمر سیدہ اور شریف آدمی کو بھیجے گا، امیہ نے کہا، جس ذات اقدس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں، میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے۔

ہم وہاں سے چلے، حتیٰ کہ جب مکہ شریف اور ہماری قیام گاہ میں صرف دودن کی مسافت تھی، ہمیں پیچھے سے ایک سوار آ ملا، اس نے یہ خبر دی کہ تمہارے آنے کے بعد شام کو ایک عظیم زلزلے نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اہل شام کو تباہ کر دیا اور انہیں عظیم مصائب میں مبتلا کر دیا۔

امیہ بولا اے ابوسفیان کیا خیال ہے، میری بات درست ہے یا نہیں، میں نے کہا بخدا میرا گمان بھی یہی ہے کہ تیرے عالم نے تجھے صحیح اطلاع دی ہے۔

مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد چند روز قیام کیا اور میں پھر تجارت کے لئے حبشہ چلا گیا پانچ ماہ وہاں قیام کیا، واپس ہوا تو لوگ مجھ سے ملنے اور دعا و سلام کرنے آئے، اور سب سے آخر میں محمد ﷺ تشریف لائے اس وقت میری بیوی ہندہ اپنے بچوں کو کھیل کود میں مصروف رکھے ہوئے تھی۔ آپ نے سلام کیا، خوش آمدید کہا اور مجھ سے سفر اور واپسی کی تفصیلات دریافت کی، اور پھر تشریف

لے گئے، میں نے دل میں سوچا، یہ جوان بھی عجیب ہے، قریش کے ہر فرد کا سامان تجارت میرے پاس تھا، ان سب نے ان کے متعلق اور قیمت فروخت کے متعلق دریافت کیا اور ان کا سامان بھی میرے پاس تھا اور یہ ان سے زیادہ مالدار بھی نہیں ہے، مگر انہوں نے اس کے متعلق بات ہی نہیں کی۔

ہندہ بولی تمہیں ان کی شان معلوم نہیں ہے، میں نے گھبرا کر پوچھا، اس کی شان کیا ہے۔

اس نے کہا وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پھر مجھے نصاریٰ کی بات یاد آ گئی اور میں غمگین ہو گیا۔ مکہ مکرمہ سے نکلا اور طائف پہنچا، امیہ سے ملاقات کی اور دریافت کیا کہ نصاریٰ والی بات یاد ہے۔ بولا ہاں یاد ہے میں نے کہا پھر تو وہ پوری ہو گئی، اس نے پوچھا وہ کون ہیں، میں نے جواب دیا وہ محمد بن عبد اللہ ہیں، یہ خبر سنتے ہی اس کو پسینہ چھوٹ گیا۔ میں نے کہا کہ اس ہستی کی شان و صفت تو وہی ہے جو تجھ کو معلوم ہو چکیں، تو پھر ان سے دور کیوں ہے۔

اس نے کہا کہ میں ثقیف کے علاوہ کسی قوم میں پیدا ہونے والے رسول کو ماننے کے لئے

تیار نہیں ہوں، امام ترمذی اور دوسرے لوگوں نے بحیرہ راہب کا قصہ اس طرح ذکر کیا ہے کہ ابو طالب قریش کے چند لوگوں کے ساتھ شام کی طرف تجارت کے لئے نکلے، آپ کے ساتھ حضور ﷺ بھی نکلے، جب وہ راہب کے قریب پہنچ گئے، تو اپنے کجاؤں سے اترنے لگے، وہ راہب اپنے عبادت خانہ سے ان کی طرف نکل کر آیا حالانکہ وہ اس سے پہلے ان کی آمد پر کبھی بھی اس طرح نہیں نکلتا تھا اور نہ متوجہ ہوتا تھا، وہ اپنے کجاؤں سے اتر رہے تھے اور وہ ان کے درمیان آ کر لوگوں کو غور سے دیکھ رہا تھا جب اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا یہ سید العالمین ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، ان کو اللہ تعالیٰ رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے چند بڑے لوگوں نے اس سے کہا، تجھے کیسے معلوم۔ اس نے کہا جب تم گھاٹی سے نمودار ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ہر درخت اور ہر پتھر ان کو سجدہ کر رہا ہے اور وہ اللہ کے علاوہ صرف نبی کی ذات کے لئے ہی سجدہ ریز ہوتے ہیں اور میں ان کو خاتم نبوت کی بناء پر پہچانتا ہوں، جو کندھے والی پتلی ہڈی کے نیچے سب کے مانند ابھرا ہوا گوشت پارہ ہے۔

پھر واپس جا کر اہل قافلہ کے لئے کھانا تیار کیا اور اس کو اٹھا کر ان کی قیام گاہ میں لایا، آپ ﷺ اس وقت اونٹوں کو چرانے گئے تھے، بحیرہ نے کہا، ان کو بلاؤ۔ جب آپ تشریف لا رہے تھے تو بادل آپ پر سایہ کئے ہوئے تھا، جب آپ قوم کے قریب پہنچے تو وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے جمع ہو چکے تھے اور کوئی سایہ دار جگہ باقی نہ بچی تھی۔ جب آپ تشریف لائے تو سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ راہب نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف مائل ہو گیا ہے، وہ وہیں کھڑا تھا اور قوم کو قسمیں اور واسطہ دے رہا تھا کہ ان کو ردیوں کی طرف مت لے جاؤ کیونکہ وہ جب ان کو دیکھیں گے تو ان کے کتب سابقہ میں مندرج صفات و علامات کی وجہ سے پہچان لیں گے اور ان کو شہید کر ڈالیں گے۔ ابھی وہ اپنی بات چیت جاری رکھے ہوئے تھے کہ سامنے سے اہل شام کے سات آدمی دکھائی دیئے۔ راہب نے ان کا استقبال کیا اور کہنے لگا، کیسے آنا ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں اس ماہ میں اس علاقہ میں آئیں گے۔ لہذا شام کے ہر راہ پر آدمی

مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ہمیں ان کے متعلق پتہ چلا تو ہمیں اس راہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اس نے پوچھا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص بھی ہے جو تم سے عقل و فہم میں بہتر ہو، انہوں نے کہا نہیں، تو راہب نے کہا مجھے یہ بتلاؤ کہ جس امر کو اللہ رب العزت کرنا چاہے اور اس کی تکمیل کا عزم مصمم کرے، اس کو کوئی ٹال سکتا ہے، انہوں نے کہا نہیں اور پھر اس راہب سے بیعت کی اور اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ راہب قریش کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں، ان کا ولی دسر پرست کون ہے، لوگوں نے کہا ابو طالب۔ پھر اس نے ان لوگوں کو قسمیں دے دے کر آپ کو وہیں سے واپس کر دیا۔

اس قصہ کو داؤد بن حصین نے تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ابو طالب پہلی دفعہ شام کی طرف بغرض تجارت تشریف لے گئے، نبی کریم ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال تھی، جب ان سواروں کا قافلہ بصرہ پہنچا تو وہاں ایک صومعہ کے پاس پڑاؤ ڈالا۔ اس میں ایک راہب رہتا تھا، جس کا نام بحیرہ تھا۔ علماء نصاریٰ بھی اس صومعہ کے یکے بعد دیگرے وارث اس کتاب کے ذریعہ بنائے جاتے تھے جس کا وہ درس دیتے تھے۔ پہلے بھی یہ لوگ وہاں سے بکثرت گذرتے تھے مگر اس نے کبھی ان کی طرف التفات نہیں کیا تھا اور اس دفعہ صومعہ کے قریب ہی قیام کیا جہاں پہلے قیام کرتے تھے، اس نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور انہیں مدعو کیا اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب یہ قافلہ اس کے سامنے آیا تو دیکھا کہ بادل تمام لوگوں کو چھوڑ کر آنحضرت ﷺ پر سایہ فگن ہے اور جب اہل قافلہ درخت کے نیچے اترے تو وہ بادل درخت کے اوپر کھڑا رہا، اور اس کو اپنے سایہ میں لے لیا پھر درخت کی شاخیں آپ پر جھک گئیں اور درخت کے نیچے پوری طرح سایہ ہو گیا۔

جب بحیرہ نے یہ عجیب منظر دیکھا تو صومعہ سے نیچے اتر اور دسترخوان بچھوا کر قوم کو دعوت طعام دی، اور کہنے لگا اے قوم قریش میں نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم سبھی اس میں شرکت کرو اور کوئی چھوٹا یا بڑا آزاد یا غلام پیچھے نہ رہ جائے اور مجھے امید ہے کہ تم

میری دعوت قبول کر کے اعزاز و اکرام سے مجھے نواز دے گے۔ قافلہ میں سے ایک شخص نے کہا اے بحیرہ آج کوئی خاص وجہ ہے ورنہ ہم مدتوں یہاں قیام کرتے رہے اور کوچ کرتے رہے تو نے کبھی آج تک پوچھا بھی نہیں تھا۔ بحیرہ نے کہا، میں تمہیں اس عزت و اکرام کا حق دار سمجھتا ہوں یہ خدمت سرانجام دینا چاہتا ہوں، سبھی لوگ دعوت میں شریک ہوئے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اپنی نوخیزی اور نو عمری کی وجہ سے وہیں ساز و سامان کی دیکھ بھال میں مصروف رہے۔

جب بحیرہ نے ان لوگوں کو دیکھا اور وہ علامت نہ دیکھی، جس نے اسے دعوت پر مجبور کیا تھا یعنی اہل قافلہ میں سے ایک شخص پر بادل کا سایہ لگن ہونا، تو اس نے پھر غور کے ساتھ دیکھنا شروع کیا مگر بادل ان میں سے کسی پر سایہ لگن نظر نہ آیا۔ بلکہ اس نے دیکھا کہ وہ پیچھے کھڑا رسول اللہ ﷺ پر سایہ لگن ہے۔ بحیرہ نے کہا اے معشر قریش، تم میں سے کسی کو بھی میری دعوت سے الگ تھلک نہیں رہنا چاہئے۔ انہوں نے کہا اور کوئی شخص پیچھے تو نہیں رہ گیا ہے البتہ ایک نوخیز بچہ رہ گیا ہے، جو ساز و سامان کی دیکھ بھال کر رہا ہے، وہ کہنے لگا اس کو بھی بلاؤ تاکہ میری دعوت میں شرکت کرے۔ یہ کتنی بری بات ہے کہ تم سارے لوگ شرکت کرو اور ایک شخص الگ تھلک رہے حالانکہ وہ بھی تمہیں لوگوں میں سے ہے۔

سب نے کہا بخدا وہ ہم سب میں نسب کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ ہیں اور ابوطالب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ ان کے بھتیجے ہیں اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہیں۔ حارث بن عبدالمطلب بولے ہمارے لئے واقعی شرم کی بات ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا فرزند پیچھے رہے، وہ اٹھ کر گئے اور آپ کو اٹھا کر لے آئے، اور دسترخوان پر بٹھا دیا، وہ بادل آپ کے اوپر سایہ کرتے ہوئے آ رہا تھا، بحیرہ آنحضرت ﷺ کو بڑے غور و انہماک کے ساتھ دیکھنے لگا اور وہ جسمانی علامات جو آپ کی اپنے یہاں کتب آسمانی میں لکھا ہوا پاتا تھا، اس کو تلاش کرتا رہا، جب سارے لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تو راہب اٹھ کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا، اے بچے میں تمہیں قریش کے معبودات لات و عزی کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، لہذا جو کچھ پوچھوں صاف

صاف بتلانا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے لات و عزی کا واسطہ اور قسم نہ دو، میں ان سے زیادہ کسی شے کو بغض و ناپسند نہیں سمجھتا۔

راہب نے کہا آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ اور اس کے نام اقدس کی قسم، میں جو کچھ پوچھوں ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا ہاں اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔ پھر جو اس نے پوچھا آپ ﷺ نے بتایا، اور وہ سب کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق تھا۔ پھر اس نے آپ کی آنکھوں کے درمیان غور سے دیکھا، پھر دونوں کندھوں کے درمیان علامت نبوت کو دیکھا اور اسے اسی حالت اور جگہ پر موجود پایا، جس طرح ان کی کتابوں میں مرقوم تھا، پھر خاتم نبوت کو بوسہ دیا۔

قریش نے کہا محمد ﷺ کا راہب کے نزدیک بڑا قدر و مرتبہ ہے۔ اور ادھر ابوطالب راہب کا طرز عمل دیکھ کر آنحضرت ﷺ کے متعلق اندیشوں میں گھر گئے۔ راہب نے پوچھا یہ بچہ تمہارے رشتہ میں کیا لگتا ہے۔ ابوطالب نے کہا۔ بیٹا، اس نے کہا نہیں بیٹا تو نہیں، اور نہ ہی اس کی یہ شان ہے کہ اس کے باپ زندہ ہوں، اس وقت انہوں نے کہا، یہ میرے بھتیجے ہیں، راہب نے پوچھا، ان کے باپ کو کیا ہوا۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ اپنی ماں کے پیٹ ہی میں تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا، اس نے پوچھا اور ان کی والدہ، انہوں نے جواب دیا وہ بھی تھوڑا عرصہ ہوا اس دنیا سے چل بسیں۔ راہب نے کہا تم نے سچ کہا ہے، اپنے اس بھتیجے کو لے کر واپس اپنے شہر چلے جاؤ اور یہود سے ان کو محفوظ رکھا، اگر یہود کو ان کے متعلق وہ چیزیں معلوم ہو گئیں، جو کچھ میں نے جانا ہے تو ایذا رسانی میں ہر ممکن کوشش کریں گے یقیناً جانو تمہارے اس بھتیجے کی عظیم شان ظاہر ہونے والی ہے، ہمیں یہ باتیں اپنی کتابوں سے معلوم ہوئی ہیں، اور جان لو میں نے اپنا حق نصیحت ادا کر دیا۔

جب یہ لوگ تجارت کے کاروبار سے فارغ ہوئے تو ابوطالب آپ کو لے کر فوراً وطن واپس ہوئے۔ چند یہودیوں نے آپ کو دیکھا اور ان صفات و علامات کو دیکھ کر پہچان لیا اور اچانک وار کر کے آپ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ بحیرہ کے پاس جا کر آپ کے متعلق بات چیت کی تو اس نے ان

کو اس ناپاک ارادہ سے سخت منع کیا اور ان سے پوچھنے لگا کہ کیا واقعی ان کے اندر وہی کتب منزل میں مذکورہ صفیں پاتے ہو، انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا پھر تم ان کو شہید نہیں کر سکتے۔ یہ سن کر وہ اس برے ارادہ سے باز آ گئے اور اس کی رائے سے اتفاق کیا۔ ابوطالب آپ کو صحیح سالم واپس لے آئے اور اس کے بعد پھر کبھی آپ کو ساتھ لے کر شام کی طرف نہیں گئے کہ کہیں آپ کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

قیصر روم ہرقل کی خبر

حاکم اور بیہقی کی روایت ہے کہ ہشام بن عاص بیان کرتے ہیں کہ مجھے اور ایک دوسرے قریشی کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہرقل قیصر روم کی طرف بھیجا تا کہ اسے اسلام کی دعوت دیں، ہم مدینہ منورہ سے نکلے اور غوطہ دمشق میں جلد بن اسیم کے پاس پہنچے اس کو دیکھا کہ اپنے تخت و تاج پر بیٹھا ہوا ہے اس نے ہمارے پاس ایک قاصد بھیجا تا کہ ہم اس سے بات کریں۔ ہم نے کہا خدا کی قسم ہم قاصد سے ہرگز بات نہیں کریں گے۔ ہمیں بادشاہ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ اگر اس نے بات کرنے کی اجازت دی تو بات کریں گے، ورنہ قاصد سے ہم بات نہیں کریں گے۔ قاصد جلد کے پاس گیا اور اس کو ان لوگوں کی باتیں بتائیں، پھر ہمیں اس نے بات کرنے کی اجازت دی، چنانچہ ہشام بن عاص نے اس سے بات کرنا شروع کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی، اس نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت عاصم نے اس سے پوچھا کہ یہ سیاہ کپڑا تم نے کیوں پہن رکھا ہے۔ اس نے کہا ہم نے یہ سیاہ لباس اس نذر کے تحت پہنا ہے کہ جب تک تمہیں اپنے علاقہ شام سے باہر نہیں نکال دوں گا یہ لباس نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا اپنے اہل مجلس کو ذرا سنبھال اور ہمارے ساتھ تعرض سے انہیں روک رکھ۔ خدا کی قسم ہم شام کا علاقہ تجھ سے اور تیرے ملک اعظم سے چھین کر رہیں گے کیونکہ اس کی خبر ہم کو نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔ اس نے کہا نہیں تم شام کے فاتحین نہیں ہو، شام کے فاتحین وہ لوگ ہیں جو دن کو روزہ رکھیں گے اور رات میں افطار کریں گے،

پھر اس نے دریافت کیا کہ تمہارا روزہ کیسا ہے، ہم نے کیفیت صیام اس کو بتائی اسے سن کر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا، جلد بن اسیم نے ہم سے کہا، اٹھو اور ہمیں بادشاہ اعظم کی طرف ایک قاصد کے ساتھ جانے کا حکم دیا، ہم وہاں سے نکلے جب شہر سے قریب پہنچے تو اس قاصد نے ہم سے کہا کہ تم ان سوار یوں کو لے کر بادشاہ کے شہر میں نہ جاؤ، اگر پسند کرو تو تمہارے لئے ترکی گھوڑے اور شجر میا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں ان چیزوں کی ضرورت نہیں بلکہ جس پر سوار ہیں اسی پر بیٹھ کر بادشاہ کے پاس جائیں گے، اس نے بادشاہ کے پاس اطلاع بھیجی کہ یہ لوگ قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہم اونٹنیوں پر سوار ہو کر اس لئے نکلے ہوئے بالا خانے تک پہنچ گئے اور اپنی سوار یوں کو بٹھایا۔ وہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا، ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہمیں یہ کلمہ کہنے کے بعد یوں لگا کہ اس کا بالا خانہ یوں لرز رہا ہے جیسے کہ کھجور کا خوشہ ہوا کے تھپڑوں سے۔ بادشاہ نے ہماری جانب آ دی بھیج کر کہلویا کہ تمہیں یہ مناسب نہیں کہ اپنا دین میرے یہاں اس طرح ظاہر کرو، پھر ہمیں اندر داخل ہونے کا حکم دیا جب ہم داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بستر پر بیٹھا ہوا ہے اور روم کے پادری اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے ہیں اور اس کی مجلس کے ارد گرد حقشی چیزیں ہیں سبھی سرخ ہیں اور وہ خود سرخ لباس پہنے ہوئے ہے۔ جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم مجھ سے اگر اس طریقہ کے مطابق سلام کرتے جو تم میں رائج تھی تو کون سی چیز تمہیں مانع ہوتی، وہ فصیح عربی بولنے پر قادر تھا، ہم نے کہا کہ ہمارا تحیہ و سلام تیرے لئے درست نہیں ہے اور تحیہ و سلام کا جو طریقہ تمہارے یہاں ہے، وہ ہماری شریعت میں حلال نہیں ہے اس نے کہا تمہارا باہم تحیہ و سلام کیا ہے، ہم نے کہا السلام علیکم اس نے کہا کہ تم اپنے بادشاہ کو سلام کیسے کرتے ہو، میں نے کہا وہی ہدیہ سلام ان کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ وہ تمہارے سلام کا جواب کیا دیتے ہیں، میں نے کہا یہی چیز وہ بھی کہتے ہیں۔ اس نے کہا تمہارے نزدیک سب سے عظمت والا کلام کون سا ہے۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ کلمہ کہا تو اللہ ہی حقیقت بہتر جانتا ہے بالا خانہ کی چھت لرزنے لگی اور وہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے لگا، اس نے کہا کہ یہ کلمہ جب تم نے کہا تو ایسا لگا کہ

بالا خانہ لرز گیا ہے کیا جب بھی یہ کلمہ تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو تمہارا گھر لرز جاتا ہے۔ ہم نے کہا نہیں، ایسا تو ہم تمہارے پاس ہی دیکھتے ہیں، اس نے کہا میں نے سمجھا تھا کہ جب بھی تم یہ کلمہ کہتے ہو گے تو تمہارے اوپر ہر چیز لرز جاتی ہوگی۔ اب میری آدمی بادشاہت نکل گئی، ہم نے کہا کیوں اس نے کہا کہ اس کلمہ کی شان تو اس سے زیادہ بڑی ہے کہ ایسا ہوا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبوت کا معاملہ نہ ہو بلکہ لوگوں کا حیلہ ہو، پھر اس نے ہم سے کچھ چیزیں دریافت کیں۔ ہم نے اس کا جواب دیا، اس نے پوچھا تمہاری نماز اور روزہ کی کیا کیفیت ہوتی ہے، ہم نے اس کو نماز روزہ کی حالت بتائی۔ پھر اس نے کہا کھڑے ہو جاؤ، ہم کھڑے ہو گئے، اس نے ہمارے لئے خوب خاطر مدارات کرنے اور بہترین رہائش کا بندوبست کر دیا حکم دیا تین دن ہم وہاں ٹھہرے رہے ایک رات اس نے ہمیں بلوایا اور ہم سے دوبارہ اپنی باتیں کہنے کیلئے کہا۔ ہم نے اپنی گفتگو دہرا دی۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا سنہرہ صندوق تھا جو عظیم منزل اور مکان کی طرح معلوم ہوتا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے گھر تھے اور ان گھروں میں دروازے تھے۔ اس نے ایک گھر کا دروازہ کھولا اور اس سے ایک سیاہ ریشمی کٹڑا نکالا اور پھیلا دیا، اس میں ایک سرخ رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی اور اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں اور چوڑے خوب بڑے تھے، اس کے مثل لمبے گردن کا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا، اس کی داڑھی نہیں تھیں، البتہ اس کے ایسے دو خوبصورت ناخن تھے جو کسی کو نہیں دیئے گئے، اس نے کہا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بہت زیادہ بال تھے۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کٹڑا نکالا، جس کے اندر ایک سفید تصویر تھی، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ایسے شخص کی تصویر ہے جس کے بال بڑے گھٹکھریالے، آنکھیں سرخ دھاری دار تھیں نیز جسم خوب موٹا تھا اور داڑھی بڑی خوبصورت تھی، اس نے دریافت کیا کیا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا جس سے سیاہ رنگ کا ریشمی کٹڑا نکالا اس پر سفید رنگ کی تصویر بنی ہوئی تھی، کیا دیکھتا ہوں کہ

وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر ہے جو خالص سفید رنگ، خوبصورت آنکھوں والا، کشادہ پیشانی، بھرا ہوا چہرہ اور سفید داڑھی والا آدمی ہے اور ایسا لگتا ہے کہ وہ مسکرا رہا ہے۔ اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر اس نے ایک دروازہ کھولا اور ریشم کا ایک کٹڑا نکالا اس پر ایک سفید تصویر بنی ہوئی تھی اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس کی تصویر ہے؟ ہم نے کہا ہاں، یہ محمد ﷺ ہیں، اس نے کہا بخدا یہ محمد ﷺ ہیں۔ واللہ اعلم اس کا مقصد کیا تھا، وہ ایک بار اٹھا اور پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کیا یہی تمہارے نبی ہیں، ہم نے کہا ہاں یہی ہمارے نبی ہیں، گویا کہ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں، پھر تھوڑی دیر تک کردہ اسی تصویر کو دیکھتا رہا اور کہنے لگا کہ یہ دروازہ تو آخری تھا اور حضرت نوح والی تصویر اور اس تصویر کے درمیان بہت سی تصویریں تھیں لیکن میں نے اس بناء پر اس کے دکھانے میں جلدی کی تاکہ تمہاری رائے معلوم کروں، پھر اس نے ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے کالے رنگ کا ایک ریشمی کٹڑا نکالا، اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی، جس کا رنگ گندم گون تھا، اور اس کی عالی ظرفی ظاہر تھی، اس کے بال گھٹکھریالے تھے، آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، نگاہیں تیز تھیں، دانٹ ایک دوسرے کے ساتھ بڑی مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔ دونوں ہونٹ ذرا سکڑے ہوئے تھے اور تیور چڑھے ہوئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ غصہ میں ہیں۔

اس نے پوچھا کیا تم جانتے ہو یہ کس کی تصویر ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ موسیٰ بن عمران ہیں۔ ان کے پہلو میں ایک دوسری تصویر تھی جو ان کے مشابہ تھی، البتہ آدمی کے سر میں تیل ملا ہوا تھا پیشانی کشادہ تھی اور اس کے دونوں آنکھوں کی نظر ایک دوسرے کی طرف مائل تھی، اس نے پوچھا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، اور ایک سفید رنگ کا ریشمی کٹڑا نکالا وہ ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جو سیدھے بالوں والے اور درمیانہ قد کے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ غصہ میں ہیں اس نے کہا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور

ریشم کا ایک سفید ککڑا نکالا اس میں ایک ایسے شخص کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا رنگ سفید سرخی مائل تھا، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک تھی۔ تھوڑی داڑھی والا تھا اور چہرہ خوبصورت تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم اس تصویر کو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت احمق علیہ السلام ہیں۔ پھر دوسرا دروازہ کھولا، اور اس سے ایک سفید ریشم کا ککڑا نکالا، جس میں حضرت احمق کے مثل ایک تصویر تھی، البتہ ان کا نچلا ہونٹ الگ تھا اس نے پوچھا اس شخص کو پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس سے سیاہ رنگ کا ریشمی ککڑا نکالا جس کے اندر ایک ایسے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی جس کا چہرہ بڑا خوبصورت اور سفید تھا، بلند بانسہ اور تنگ نتھنوں والی ناک تھی، قد و قامت مناسب تھا۔ اس کا چہرہ نورانی تھا اور خشوع و خضوع کی علامت پائی جاتی تھی، جو سرخی مائل تھی، اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، پھر دوسرا دروازہ کھولا اور ایک سفید رنگ کا ریشمی ککڑا نکالا جس میں آدم علیہ السلام کے مثل ایک آدمی کی شکل تھی اور اس کا چہرہ سورج کے مانند تھا۔ اس نے پوچھا کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو، ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے سفید رنگ کا ریشمی ککڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جو سرخ رنگ کا تھا اور اس کی پنڈلیاں سخت تھیں، آنکھیں تنگ تھیں، پیٹ بھاری تھا، قد متوسط تھا اور تلوار لکائے ہوئے تھے، اس نے پوچھا کیا تم اس کو پہچانتے ہو؟ ہم نے لا علمی ظاہر کی اس نے کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور اس سے ایک سفید رنگ کا ریشمی ککڑا نکالا جس میں ایک ایسے آدمی کی تصویر تھی جس کے چوڑے خوب بڑے تھے ناگیں لمبی تھیں اور گھوڑے پر سوار تھا اس نے پوچھا کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے لا علمی ظاہر کی اس نے کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں پھر دوسرا دروازہ کھولا اس سے ایک کالا ریشم کا ککڑا نکالا جس میں ایک سفید تصویر تھی فوراً سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک نوجوان شخص ہے جس کی داڑھی انتہائی سیاہ اور بال ملائم ہیں چہرہ اور آنکھیں خوبصورت ہیں اس نے پوچھا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو؟

ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ہم نے اس سے پوچھا کہ یہ تصویریں تمہیں کہاں سے ملیں، ہمیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ تصویریں بالکل انبیاء کی صورتوں کے مطابق ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی تصویر بھی ہمیں بھی آپ کی شکل و صورت کے مثل نظر آتی ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے التجا کی تھی کہ انہیں اپنی اولاد میں پیدا ہونے والے ہر نبی کی صورت دکھادیا جائے۔ چنانچہ اللہ نے ان کی تصویریں حضرت آدم کے حوالے کر دیا۔ ذوالقرنین نے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کے خزانہ میں غروب شمس کے مقام پر پایا۔ پھر وانیال علیہ السلام تک یہ تصویریں پہنچ گئیں۔

پھر کہنے لگا خدا کی قسم، میرا دل اپنے ملک سے باہر جانے پر بخوشی آمادہ ہو گیا ہے اور اس بات پر رضی ہو گیا ہے کہ میں تم میں سے ایک زور آور اور مضبوط شخص کا غلام بنوں۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں میرا انتقال بھی ہو، پھر اس نے ہمیں بہت ہی اچھا انعام و عطیہ دیا اور رخصت کر دیا۔ جب ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس واپس ہوئے اور ہر قل کے متعلق تمام باتوں کو بتایا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی و بہتری کا ارادہ فرماتا تو وہ ضرور اسلام لے آتا۔

یہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے متعلق وہ بیانات تھے جو مسلمانوں نے علماء اہل کتاب اور ان کے عوام کی زبانی سنی تھیں، اس سے پہلے اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کی نبوت کی پیشین گوئیاں بیان کی گئیں تھیں جس سے ان کے خلاف حجت قائم ہو گئی تھی۔ پھر ان کے علماء کے اعتراف و اقرار کے بیان سے آپ کی نبوت کی مزید توثیق ہو گئی، وہ یا تو ان کے معزز و مکرم لوگوں میں سے تھے، یا وہ لوگ جو دنیا سے بے رغبت، مال و دولت سے مستغنی ہو کر ایمان کو اختیار کر چکے تھے اور باطل کو ٹھکرا چکے تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے علماء آپ کو اچھی طرح پہچانتے تھے، البتہ جاہلوں کو اس کا علم نہیں تھا۔

اگلی کتابوں میں آپ کی بعثت کی بشارت کی چار دلیلیں جن کا یہود و نصاریٰ نے غرور و تکبر کی بناء پر انکار کیا ہے!

یہ دعویٰ کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کی بشارت اگلی کتابوں میں موجود ہے، چار طریقوں سے ثابت ہوتا ہے۔

(۱) پہلی دلیل یہ کہ صراحتاً خود ان کی کتابوں میں آپ کی نبوت کی بشارت موجود ہے جس کے چند اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں۔

(۲) دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم ﷺ نہایت ہی یقین کے ساتھ دعویٰ کرتے تھے کہ تم اپنی کتابوں میں میرے متعلق پوری تفصیل لکھی ہوئی پاتے ہو اور میں وہی نبی ہوں جس کی بشارت تمہاری کتابوں میں دی گئی ہے اور تم مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو، اگر بالفرض آپ کی نبوت کی بشارتیں ان کتابوں میں مذکور نہ ہوتیں تو علماء یہود بر ملا آپ کی تردید کرتے اور یہ کہہ کر آپ کے تبعین کو نفرت دلاتے کہ یہ ایسی چیزیں بیان کرتے ہیں جس کا کوئی وجود ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی تکذیب کرنے میں زمین و آسمان سر پر اٹھالیتے، جس سے آپ کا دعویٰ خود آپ کے خلاف موجب تکذیب و تکفیر بنتا۔ چہ جائیکہ اس سے آپ کے نبوت کی تائید ہوتی۔ لہذا یہود و نصاریٰ کا اس دعوے پر خاموش رہنا اور تردید نہ کرنا ہی آپ کی صداقت پر دلیل ہے۔

(۳) تیسری دلیل یہ کہ یہود و نصاریٰ خود اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ان کی کتابوں میں ایک ایسے عظیم الشان نبی کی بشارت دی گئی ہے جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوگا اور جن کی یہ صفات ہوں گی لیکن جب آپ تشریف لائے تو مسلمانوں نے آپ کی تصدیق کی اور نور ایمان سے منور ہو گئے اور علماء یہود کی ایک جماعت نے آپ کو پہچاننے کے باوجود بھی بغض و حسد کی بناء پر نبی ماننے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ ابھی تک ان کا ظہور نہیں ہوا لیکن پھر بھی ان کے علماء حق

کی ایک بڑی جماعت مشرف باسلام ہوئی۔

اور نصاریٰ توراۃ اور اس کے بعد کی کتابوں میں مذکور پیشین گوئیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منطبق کرنے کی کوشش کرنے لگے، اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض پیشین گوئیاں حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں تھیں لیکن بعض پیشین گوئیاں ایسی ہیں جو حضرت مسیح پر کبھی منطبق نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کو، ان کے حواریوں پر منطبق کرنے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی اور جب کسی پیشین گوئی کے منطبق کرنے سے عاجز رہے تو تحریف کرنے لگے یا اس سے خاموش رہے اور کہنے لگے کہ ہمیں معلوم نہیں اس سے مراد کون ہے۔ (۴) چوتھی دلیل یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے جو لوگ ایمان لائے انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ آپ کے متعلق ہماری کتابوں میں پیشین گوئیاں واضح طور پر موجود ہیں، جیسے کہ کعب احبار، عبداللہ بن سلام وغیرہ۔

چنانچہ اہل کتاب میں ایمان لانے والے کبھی ایک زمانہ ایک شہر کے نہیں تھے بلکہ الگ الگ زمانہ اور شہر کے رہنے والے تھے لیکن پھر بھی لفظی اتفاق کے ساتھ انہوں نے آپ کی صفات کا تذکرہ کیا ہے پھر مسلمانوں کو یہ باتیں انہیں کی زبانی معلوم ہوئیں چنانچہ انہوں نے اس پر آمنا و صداقت کہا۔ لہذا صرف تنہا یہی دلیل قطعی طور پر ثابت کرتی ہے کہ آپ کے متعلق پیشین گوئی اگلی کتابوں میں موجود ہے۔ خواہ تمام اہل کتاب اس کا اعتراف کریں یا نہ کریں، حالانکہ اہل کتاب بھی بشارت کی تصدیق کرتے ہیں، لیکن اس کے مراد کی تعین میں تاویل و تحریف سے کام لیتے ہیں۔

توریت میں تحریف اور انبیاء پر یہودیوں کی بہتان طرازی کا بیان
توراۃ کے ۱۳ حرفوں کے بدلنے پر ۷۰ کاہنوں کا اجتماع

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ توراۃ و انجیل میں تحریف بالکل نہیں ہوئی ہے لیکن وہ بھی اس بات

کے قاتل ہیں کہ تورات کے تیرہ حرفوں کو بدلنے کے لئے ۷۰ کا ہن جمع ہوئے تھے۔

دوسری جماعت کا کہنا ہے کہ تورات اور انجیل میں یہودیوں نے بہت سے الفاظ مختلف اغراض کے تحت رد و بدل کئے ہیں اور تمام جگہوں کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کے متعلق پیشین گوئیوں کو بڑے پیمانے پر بدلنے کی کوشش کی ہے لیکن چونکہ آپ کے متعلق بشارتیں اتنی زیادہ تھیں کہ وہ تمام کو بدل یا چھپا نہ سکے، پھر جن مقامات میں تبدیلی کرنے یا چھپانے سے وہ عاجز رہے انہیں کے ذریعہ ان کے مزید کتمان علم اور تحریف و تبدیلی کا اندازہ ہوا جس سے انہیں رسوائی اٹھانی پڑی۔

مغرض انبیاء کے قاتل اور ان پر بہتان طراز یہودیوں کی جانب اگر اس بات کو منسوب کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی صفات و علامات کو چھپانے اور رد و بدل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھا ہے۔ تو یہ ان کی جانب سے کوئی محال بات نہیں ہے کیونکہ یہ تو اس کے خوگر ہو چکے ہیں، انہوں نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی یہی طریقہ اپنایا تھا کہ آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں اگلے انبیاء کی جو بشارتیں تھیں اس کو چھپا لیا تھا اور متفقہ طور پر ان کی تکذیب کے درپے ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ خود آپ کی ذات اور حضرت مریم پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی تھی۔ لہذا جب ان کی یہ حالت ہے تو نبی کریم ﷺ کی صفات کے چھپانے میں انہیں کون سی جھجک ہو سکتی ہے بلکہ آپ کی صفات کے چھپانے کی تو انہوں نے بدرجہ اولیٰ کوشش کی ہوگی کیونکہ آپ کی ذات سے انہیں زبردست تکلیفیں پہنچی تھیں۔ انہیں قتل کیا گیا، قیدی بنایا گیا، ان کے اموال مال غنیمت بنائے گئے، انہیں جلا وطن کیا گیا، ظاہر بات ہے کہ انہوں نے آپ کی صفات کے چھپانے کی خود ہی کوشش نہیں کی ہوگی بلکہ اپنی اولاد کو بھی اس کی وصیت کر دی ہوگی۔

ان کی یہی وہ خصلت ہے جس پر اللہ نے بارہا ان کو لعن طعن کیا ہے تعجب کی بات یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تورات بنی اسرائیل کے پورے عہد سلطنت میں تنہا سب سے بڑے کاہن الہارونی کے پاس تھی اور یہودی اس کا بھی اقرار کرتے تھے کہ تورات کے تیرہ

حرفوں کو بدلنے کے لئے ستر کاہن جمع ہوئے تھے یہ واقعہ حضرت مسیح کے بعد عہد قیصرہ میں ہوا تھا۔ جنہوں نے زبردست طریقہ سے یہودیوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا تھا۔ ان کی پوری مملکت چھین لی تھی حتیٰ کہ ان کے بادشاہوں کا نام و نشان مٹ گیا۔ ان کا کوئی بادشاہ نہ تھا جو ایسے نازک وقت میں ان کی مدد کرتا اور جس سے وہ خوف کھاتے، لہذا جو لوگ ایک جگہ اللہ کی کتاب میں تبدیلی کر سکتے ہیں وہ دوسرے مقامات پر بھی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

یہود اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ سامرہ نے تورات کے متعدد مقامات میں تبدیلی کی ہے اور سامرہ بھی اسی چیز کا دعویٰ یہودیوں کے خلاف کرتے ہیں۔

اور انجیل کی حقیقت یہ ہے کہ وہ چار آدمیوں کی تصنیف کردہ چار مختلف کتابیں ہیں۔ وہ چار اشخاص یہ ہیں: یوحنا، متی، مرقس، لوقا۔

لہذا اس میں تحریف و تبدیلی ناگزیر ہے۔ البتہ جو بشارتیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہاں بیان کی گئی ہیں وہ ان کی تغیر و تحریف سے محفوظ ہیں اور اللہ نے انہیں یہ موقع نہیں دیا کہ اس کے اندر تحریف و تبدیلی کر سکیں۔ اگرچہ ان پیشین گوئیوں کو انہوں نے عوام الناس اور تبعین سے ایک حد تک چھپائے رکھا۔

تورات کا جو نسخہ یہودیوں کے یہاں پایا جاتا ہے وہ تحریف و تبدیلی کا شکار ہے اور اس میں اس قدر غلط اور بے سرو پا باتیں ہیں جو حضرت موسیٰ پر نازل کردہ تورات کی باتیں کبھی نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی کسی بھی نبی کی طرف ایسی باتوں کو کوئی عاقل منسوب کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر تورات میں حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ شہر سے نکلے اور ایک پہاڑ کے کھوہ میں سکونت پذیر ہوئے، آپ کے ساتھ آپ کی دو بیٹیاں بھی تھیں، چھوٹی لڑکی نے بڑی لڑکی سے کہا، ہمارے باپ بوڑھے ہو چکے ہیں لہذا ہمیں ان کے پاس سلا دو تاکہ ان سے ہماری کوئی نسل پیدا ہو، چنانچہ آپ کے ساتھ پہلے بڑی لڑکی سوئی، پھر چھوٹی لڑکی۔ دوسری رات بھی انہوں نے ایسا ہی کیا پھر دونوں حاملہ ہو گئیں ان میں سے ایک کے بچے کا نام مواب تھا اور دوسرے کے بچے کا نام عمون تھا۔

کیا حضرت لوطؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ان سے آخری عمر میں ایسے گھناؤنے فعل کا ارتکاب کرایا تھا، پھر اس کا تذکرہ تمام لوگوں سے کر رہا ہے۔

دوسری جگہ ہے کہ اللہ رب العالمین حضرت موسیٰ کے لئے طور پر روشن ہوا، اور ان سے ایک لمبی گفتگو کرنے کے بعد فرمانے لگا کہ تم اپنے ہاتھ کو اپنی گود میں داخل کرو، جب اسے نکالو گے تو وہ بالکل سفید برص کی بیماری کا شکار ہوگا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے روشن نہیں ہوا تھا، بلکہ اس نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو یہ معجزہ دکھلاؤ کہ اپنے ہاتھ کو پہلے اپنے گریبان میں ڈالو پھر جب اسے نکالو گے تو وہ بغیر برص کی بیماری کے بالکل سفید چمکتا ہوا دکھائی دے گا۔

ایک جگہ ہے کہ ہارون نے سونے کا چھڑا ڈھال کر بنایا، چونکہ سامری کا نام ہارون تھا اس لئے ان کا کہنا صحیح ہے، لیکن انہوں نے ہارون کہہ کر لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون کو سمجھ لیں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پہلے بیٹے حضرت اسحاق کو ذبح کرو۔

یہ ان کی غایت درجہ کی بہتان طرازی اور کتاب اللہ میں زیادتی ہے۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے لڑکے تھے نہ کہ حضرت اسحاق بلکہ حضرت اسحاق بڑھاپے کی حالت میں قربانی کے واقعے کے بعد پیدا ہوئے۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ نے دیکھا کہ زمین میں انسان بڑا فساد مچائے ہوئے ہے وہ ان کو پیدا کر کے پچھتانے لگا اور کہنے لگا کہ میں زمین پر پائے جانے والے انسانوں اور کیڑوں کوڑوں نیز فضاء میں اڑنے والی چیزوں کو ہلاک کر دوں گا کیونکہ ان کو پیدا کر کے میں بہت شرمندہ ہوں۔

ایک جگہ ہے کہ اللہ رب العزت کی حضرت یعقوبؑ سے کشتی ہوئی تو حضرت یعقوبؑ نے اسے زمین پر بٹھ دیا۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا نے اپنے بڑے لڑکے کی شادی ایک عورت سے کی جس کا نام تمار تھا۔ وہ لڑکا عورت کے در میں طلی کرتا تھا۔ اللہ کو یہ بات ناپسند تھی جس کی وجہ سے اس نے ناراض ہو کر اس کو موت دے دی۔ پھر یہودا نے اپنے دوسرے لڑکے سے اس کی شادی کر دی، وہ لڑکا اس عورت سے جب جماع کرتا تو منی زمین پر گراتا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس عورت سے جو پہلا بچہ پیدا ہوگا وہ اس کے بھائی کی طرف منسوب ہوگا۔ اللہ کو اس کا یہ فعل سخت ناگوار گزرا، چنانچہ اس نے اس کو بھی مار ڈالا۔ پھر یہودا نے اس عورت کو حکم دیا کہ تم اپنے باپ کے یہاں اس وقت تک پڑی رہو جب تک کہ میرا لڑکا سن شعور تک پہنچ جائے اور بالغ ہو جائے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہودا کی بیوی کا انتقال ہو گیا یہودا ایک دن اپنے گھر میں ایک بکری کاٹنے کے لئے گیا جب تمار کو یہ خبر پہنچی تو وہ زانیہ عورت کا لباس پہن کر اس کے راستے میں بیٹھ گئی۔ جب یہودا اس کے پاس سے گزرا تو اس نے اس کو زانیہ عورت سمجھا۔ پھر اس کو زنا پر آمادہ کیا، اس عورت نے اس سے اجرت کا مطالبہ کیا۔ یہودا نے بکری کا ایک پہلا بچہ اسے دینے کا وعدہ کیا اور اس کے پاس اپنی لائچی اور انگوٹھی پھینک دیا۔ پھر ہمسری کی جس سے اس عورت کو حمل ہوا، پھر اسی ولد الزنا لڑکے کی نسل سے حضرت داؤد علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔

اس طرح انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ولد الزنا کہا ہے۔ پھر داؤد اور تمام انبیاء کرام کو حضرت لوطؑ کے انہیں دونوں لڑکوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور مزید یہ کہ ان باتوں کو تورات کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

کیا یہ وہی کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں پر نازل کرتا ہے، اس کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ تورات میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اب انہوں نے اللہ اور اس کے انبیاء پر جو بہتان طرازی اور افتراء پردازی کی ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اللہ کے بارے میں انہوں نے کہا کہ وہ آسمان و زمین پیدا کرنے کے بعد ساتویں دن آرام کرنے لگا اس پر ان کی تکذیب کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۚ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ ۝ (ق-38)

اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکاوٹ نہیں پہنچی ہے۔

اسی طرح انہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے، ہم غنی ہیں۔

انہوں نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَذَّالِلُ اللَّهُ مَغْلُوبَةً ۖ غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۚ بَلْ يَذَّالِلُ الْمَسْكُوتِينَ ۝ (المائدہ-64)

یہ یہود کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے بلکہ انہیں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان پر لعنت کبھی لگی ہے جو وہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں بلکہ اس کے دونوں ہاتھ تو کھلے ہوئے ہیں۔

ایک جگہ قرآن نے ان کی افتراء پر دازی کا انکشاف اس طرح کیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ عِندَ الْيَسَاءِ لَا نُؤْمِنُ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْآنٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ (ال عمران-183)

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے اس بات کا عہد لیا ہے کہ ہم اس وقت تک کسی نبی پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس کوئی ایسی قربانی پیش نہ کر دیں جس کو آگ جلا کر شرف قبولیت بخشے۔

ایک دوسری جگہ ہے:

لَنْ نَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَجَامًا مَّغْلُودَةً (البقرة-80)

ہم کو آگ نہیں تکلیف پہنچائے گی مگر چند دنوں تک۔

ان کی خدا پر افتراء پر دازی کی یہ مثالیں قرآن سے پیش کی گئی ہیں۔ اب توراۃ میں مذکور ان کی اللہ پر اور اس کے رسولوں پر گھڑی ہوئی باتیں ملاحظہ ہوں۔ ایک جگہ کہتے ہیں کہ:

اللہ طوفان کو دیکھ کر اس قدر رویا کہ اس کی دونوں آنکھیں آشوب زدہ ہو گئیں اور فرشتوں

نے اس کی عبادت کی۔ دوسری جگہ ہے:

اللہ تعالیٰ بنی آدم کو پیدا کر کے سخت شرمندہ ہوا۔

لو ط علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ مذکور ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں بچپوں سے زنا کیا ان سے دولہا کے پیدا ہوئے جن کی طرف وہ تمام انبیاء کو منسوب کرتے ہیں۔ یہود اپنی نماز میں بعض دعا کے اندر یہ کہتے ہیں۔ اے رب تو نیند سے بیدار ہو جا، تو کتنا سونے گا، اس طرح وہ اللہ سے سرگوشی کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کی تعریف کر رہے ہیں اور اس کو عار دلا رہے ہیں تاکہ وہ غفلت کی حالت سے متنبہ ہو جائے اور اپنی عظمت فوراً ظاہر کرنے کیلئے اٹھ کھڑا ہو۔

یہود کے بعض اکابرین نے اسلام قبول کر لینے کے بعد یہ بیان دیا کہ نماز میں یہ جملہ جب یہود کہتے ہیں تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت یہ ایسی بات بھی ہے کہ اللہ پر اس کا زبردست اثر ہو، اور اس کی شان جلال بھڑک اٹھے۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت کے چند مشائخ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھے پھر ان تمام لوگوں نے اللہ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں کے نیچے ایک کرسی تھی، جس کی شکل بلور کے شکل کی تھی۔

دوسری جگہ ہے اللہ رب العالمین نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو فساد مچاتے ہوئے اور برائی کرتے ہوئے دیکھا تو انسان کی تخلیق پر اسے ندامت ہوئی اور زمین میں ان کا وجود اس پر شاق گزرا۔

ایک جگہ ہے اللہ تعالیٰ اسرائیل کے اوپر شاؤل کو بادشاہ بنا کر سخت نادم ہوا۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت نوحؑ جب کشتی سے نکلے تو انہوں نے ایک قربان گاہ تعمیر کیا اور اس میں اللہ کیلئے چند قربانیاں پیش کیں۔ اللہ کے ناک میں پکی ہوئی چیزوں کا یو پیچہ تو وہ کہنے لگا کہ 'اب میں انسانوں کی وجہ سے زمین کو لعنت میں دوبارہ مبتلا نہیں کروں گا کیونکہ انسان کے دل پر خرابی و بربادی کی مہر لگا دی گئی ہے لہذا اب میں اس طرح تمام حیوان کو نہیں ہلاک کروں گا۔

تورات کے بدلنے کا سبب

اہل کتاب کے جو جلیل القدر علماء اسلام میں داخل ہوئے۔ انہوں نے یہ بیان دیا ہے کہ یہ تمام خرافات اور کفریات توراۃ موسوی میں نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ یہودیوں نے اس کے بدلنے کا قصد کیا تھا۔ البتہ ہم توراۃ کے بدلنے کا سبب لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں جس سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے خود واضح ہو جائے گی۔ یہ بات تمام یہودی علماء جانتے ہیں کہ توراۃ کا جو نسخہ ان کے یہاں رائج ہے وہ عین موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل کی تحریفات اور اس کی تاویلات بیان کرنے میں گروہ درگروہ بٹنے کا شدید خطرہ تھا، اسی لئے آپ نے اس کو اپنے ہی خاندان بنو لاوی کے سپرد کر دیا، اس کی دلیل تورات کی یہ عبارت ہے۔

موسیٰ نے اس تورات کو لکھا اور اس کو بنو لاوی کے ائمہ کے حوالے کر دیا اور بنو ہارون یہودیوں کے قاضی اور حکام تھے۔ اس لئے کہ امامت اور قربانی نیز بیت المقدس کی خدمت انہیں کے سپرد تھی اور موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل کے سامنے توراۃ کی صرف آدھی سورۃ ظاہر کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سورۃ کے بارے میں کہا کہ یہ سورۃ میرے لئے بنی اسرائیل کے خلاف گواہی ہوگی۔ اس لئے اس سورۃ کو ان کی اولاد کے منہ سے نہ بھولو۔

اور بقیہ تورات کو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کی اولاد کے حوالہ کر دیا تھا۔ تاکہ وہ لوگوں کی تحریف و تبدیل سے محفوظ رہے۔ اس لئے اولاد ہارون حقیقت میں تورات کو پہچانتے تھے اور اس کے اکثر حصوں کو انہوں نے یاد کر لیا تھا لیکن بخت نصر کو جب بیت المقدس پر غلبہ حاصل ہوا تو اس نے ان تمام لوگوں کو قتل کر دیا اور یہودیوں کے بیکل کو جلا دیا، ان ائمہ میں کسی نے بھی تورات یاد نہیں کیا تھا بلکہ ہر ایک نے چند فصلیں یاد کی تھیں۔

بخت نصر کے اس حملہ سے جب بیکل برباد ہو گیا یہودی سلطنت خاک میں مل گئی، ان کی

جنیت منتشر ہو گئی تو اس کا احساس عزیر نامی ایک شخص کو ہوا، اور اس نے توراۃ کو ضائع ہوتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ اس نے اپنی یادداشت سے اور بعض کاہنوں کی زبانی چند فصلوں کو سن کر توراۃ کو جمع کرنا شروع کیا، اسے جھوٹ سے خوب مزین کیا، اس لئے یہودیوں نے عزیر کی تعظیم میں خوب مبالغہ کیا ہے جس کا تذکرہ اللہ نے اپنی کتاب میں کیا ہے یہاں تک کہ وہ کہتے ہیں کہ اس کی قبر پر روشنی ابھی تک ظاہر ہوتی ہے جو عراق کے نالوں کے آس پاس ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ان کے لئے کتاب جمع کر کے ان کے دین کی حفاظت کی ہے، اس لئے یہ تورات جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے درحقیقت عزیر کی کتاب ہے جس میں اس نے حضرت موسیٰ کے تورات کی باتیں بھی ذکر کی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی ذات اس کی صفات وغیرہ کے متعلق ایسی ایسی من گھڑت اور خرافات باتیں کہی ہیں جس سے اس کی کمینگی اور جہالت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات ان خرافات سے بالکل منزہ اور مبرا ہے۔ اس آدمی کو یہود و نصاریٰ ”عازر الوراق“ کے نام سے جانتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نبی تھا اور قرآن کی یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ
اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ (البقرة-259)

یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی، اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشنے کا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور سو برس تک مردہ پڑا رہا، پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی۔

لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات ان کے توراۃ میں مذکورہ خرافات سے بالکل منزہ و مبرا ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ کی نماز ان کی نماز سے بالکل مختلف ہے کیونکہ وہ اپنی نماز میں یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے باپ تو تمام روئے زمین کا بادشاہ بن جا، تاکہ ہر ذی روح یہ

کہنے لگے کہ اسرائیل کا معبود تمام روئے زمین کا بادشاہ ہے۔ وہ یہ بھی نماز میں کہتے ہیں کہ مغرب بادشاہت اللہ کو ہوگی اس دن اللہ ایک ہوگا اور اس کا نام ایک ہوگا۔

ان کے اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی وحدانیت اس وقت ظاہر نہیں ہوگی جب تک کہ بنی اسرائیل کی حکومت قائم نہ ہو جائے اور جب تک حکومت دوسروں کے ہاتھ میں ہے اس وقت تک اللہ کی ذات گوشہ گمنامی میں ہے اس کی وحدانیت مشکوک ہے اور اس کی بادشاہت معطل ہے۔

کیا ایسی نماز موسیٰ اور ہارون جیسے جلیل القدر پیغمبر کی ہو سکتی ہے، ہرگز نہیں۔

یہود کا مسیح برحق کا انکار کرنا اور ضلال و گمراہ مسیح کا انتظار کرنا، مسیح اور ان کے اصحاب کا ان یہودیوں کو بری طرح قتل کرنے کا بیان

یہود نبی کریم ﷺ کی نبوت کو اپنی کتاب میں ماننے سے اسی طرح انکار کر رہے ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انہوں نے انکار کیا تھا، حالانکہ صراحتاً حضرت مسیح کا نام ان کی کتاب میں مذکور تھا، جیسے کہ تو رات کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

”آل یہود اسے بادشاہت زائل نہیں ہوگی اور حاکم انہیں میں سے ہوگا۔ یہاں تک کہ مسیح آجائیں اور درحقیقت بادشاہت انہیں کے ہاتھ میں تھی لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا، تو انہوں نے ان کی تکذیب کی، ان پر اور حضرت مریم پر بڑی بڑی بہتان طرازی کی، جس کے نتیجے میں بادشاہت ان سے چھین لی گئی، اور اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا۔

دوسری جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ طور سینا سے نمودار ہوا اور ساعیر سے اس کی روشنی پھوٹی اور جبال فاراں سے اس کا ظہور ہوا۔

ہم ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ حضرت مسیح کے علاوہ وہ کون ہے جس کی نبوت ساعیر سے چکی

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود اس گمان میں ہیں کہ اولاد داؤد میں سے ایک شخص نمودار ہوگا جس کی دعاؤں سے تمام آسمانی ہلاک ہو جائیں گی اور صرف یہود روئے زمین پر باقی رہ جائیں گے، ان کے یہاں یہی شخص مسیح موعود ہے، جس کا وہ شدت سے انتظار کر رہے ہیں اور اس مسیح کذاب کے ظہور کی علامتیں یہ بتلاتے ہیں کہ اس وقت بھیڑ یا اور بکرا ایک ساتھ بیٹھیں گے اور گائے اور بھیڑ یا ایک ساتھ چریں گے اور شیر گائے کی طرح بھوسا کھائے گا۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کر دیا اور اس مسیح کذاب کے انتظار میں دیکھ رہے ہیں کہ شیر کب بھوسہ کھاتا ہے۔ ان کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ یہ مسیح جب نمودار ہوگا تو سارے یہودیوں کو بیت المقدس میں جمع کرے گا اور حکومت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی اور صرف وہی دنیا میں باقی بچیں گے اور موت ان کے مضبوط پہلوؤں سے ایک لمبی مدت تک کے لئے روک دی جائے گی، لیکن وہ حقیقت میں مسیح برحق کے بجائے مسیح کذاب کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ اسی کے لشکر اور قبیع ہیں اور اسی کے زمانہ میں یہودیوں کو غلبہ و سلطنت ملے گی پھر جب مسیح برحق کا ظہور ہوگا تو وہ اور ان کے ساتھی مل کر اس مسیح کذاب اور اس کے متبعین کو بری طرح قتل کریں گے یہاں تک کہ یہود درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے تو وہ درخت اور پتھر پکاریں گے کہ اے مسلمان یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، اسے تو قتل کر دے پھر جب ان مغضوبین اور صلیب پرستوں سے روئے زمین پاک ہو جائے گی اس وقت حضرت اشعیا کے بیان کے مطابق بھیڑ یا اور مینڈھا ایک ساتھ بیٹھیں گے، گائے اور بھیڑ یا ایک ساتھ چریں گے، شیر بھوسہ کھائے گا اور عالم میں امن برپا ہو کر رہے گا، بعینہ اسی معنی و مفہوم میں نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو وہ مسیح دجال کو قتل کریں گے اس کے بعد یا جوج و ماجوج نکلیں گے ان کو بھی وہ قتل کریں گے پھر دنیا میں صرف امن ہی امن باقی رہ جائے گا۔ یہاں تک کہ بھیڑ یا اور بکری ایک ساتھ چریں گے اور سانپ اور درندے انسان کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

غرض کہ مسلمان یہود و نصاریٰ سبھی مسیح کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن یہودیوں کا مسیح دجال ہے

اور نصاریٰ کے مسیح کی کوئی حقیقت نہیں، اس لئے کہ وہ جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ لوگوں کو پیدا کرنے والا اور مارنے والا ہے۔ آسمان و زمین کا بادشاہ ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اتنا بے بس ہے کہ یہودیوں نے پکڑ کر سولی دے دی اس پر کیلیں نصب کیں، اس کی کانٹوں سے تاج پوشی کی، اس کو طمانچہ سے زد و کوب کیا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکا۔

اور مسلمان جس مسیح کا انتظار کر رہے ہیں وہ اللہ کا بندہ اور رسول ہے اس کے کلمے اور روح ہیں، اور نبی ہونے کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے بھائی ہیں۔ جو اللہ کا دین اور اس کی توحید غالب کریں گے۔ اپنے دشمن صلیب پرستوں کا قتل عام کریں گے، جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر ان کو اور ان کی ماں کو معبود بنالیا ہے۔ وہ اپنے دشمن یہودیوں کا بھی صفایا کر بس گئے جنہوں نے ان پر اور ان کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرازیوں کی ہیں۔ وہ دمشق میں مشرقی کنارے پر نازل ہوں گے اپنے دونوں ہاتھوں کو دو فرشتوں کے کندھے پر رکھے رہیں گے۔ لوگ انہیں آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ آپ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ ظالموں، فاجروں اور خائضوں نے نبی کریم ﷺ کے دین کا جو حصہ ضائع کر دیا ہوگا اسے نافذ کریں گے۔ ان کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی اور صرف اسی ملت اسلام کا بول بالا ہوگا جو حضرت محمد ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام انبیاء کی ملت ہے اور جس کو چھوڑ کر دیگر ملت کا اپنانے والا آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے جو لوگ حضرت عیسیٰؑ کا زمانہ پائیں وہ میرا سلام ان تک پہنچادیں، ان کے نزول کا زمانہ، نزول کی حالت و کیفیت، نزول کا مقام سب کچھ اس قدر واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ان کی پوری تصویر آگئی ہے۔ یہ ہیں مسلمانوں کے منتظر جو مغضوب یہود، گمراہ نصاریٰ اور روافض کے غلط فہمی سے بالکل مختلف ہیں اور جب اس ہستی کا ظہور ہوگا تو ان گمراہ مغضوب لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں گی اور وہ جان لیں گے کہ آپ نہ تو سیفِ نجاہ کے بیٹے ہیں، نہ والدِ اترنا ہیں، نہ ماہرِ طبیب ہیں، اور نہ ہی

جسٹے جادوگر ہیں۔ نہ ہی آپ کو سولی دی گئی تھی نہ کیلیں نصب کی گئی تھیں، نہ طمانچہ مارا گیا تھا اور نہ قتل کئے گئے تھے۔ نہ خدا ہیں، نہ خدا کے بیٹے ہیں بلکہ ابن البشر ہیں اور اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور نبی کریم ﷺ کے دین کی بشارت دینے والے ہیں اور آپ کی شریعت کا حکم دینے والے ہیں، یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کے دشمن ہیں اور موحدین اسلام کے دوست کیونکہ انہوں نے ان کو اور ان کی ماں کو یہود و نصاریٰ کی تمام بہتان طرازیوں سے منزہ کیا ہے نیز اللہ کی ذات کو بھی بت پرستوں کی افتراء پر دازی سے منزہ کیا ہے۔

یہود نے معانی و مفہوم کو بدلنے کے ساتھ ساتھ تورات کے الفاظ میں بھی تحریف و تبدیل کیا ہے ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ دنیا کے تمام تورات کے نسخوں میں تبدیلی ہوئی ہے اور کوئی بھی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ پوری دنیا میں موجود ہر ایک تورات کے متعلق کسی کو علم نہیں، اس لئے ان میں ایسے نسخے بھی ہو سکتے ہیں جو تحریفات سے محفوظ ہوں، لیکن بہر حال بعض نسخے جو منظر عام پر آئے ہیں ان کے الفاظ میں تغیر و تبدل سے کام لیا گیا ہے۔ مثلاً عازر اور اراق نے جو تورات لکھی ہے اس کے بارے میں ثابت ہو چکا ہے کہ یہ حضرت موسیٰؑ پر نازل کی ہوئی تورات نہیں ہے اور اس کے اندر ایسی بے سرد پائیاں ہیں جو خدا کا کلام نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کی گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔

انجیل میں باہم تناقض کا بیان

انا جیل چار ہیں۔ جس کو چار شخصوں نے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کے بعد تصنیف کی ہیں ان میں مرقس اور لوقا نے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو دیکھا تک نہیں ہے، صرف یوحنا اور متی نے آپ کو دیکھا ہے۔ یہ انا جیل حضرت عیسیٰؑ کی انجیل سے مختلف ہیں ان میں باہم کی بیشی اور بہت سے امور میں تناقض پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے کہا اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں تو میری گواہی غیر مقبول ہے لیکن میرے علاوہ دوسرا شخص میرے لئے گواہی دے گا۔

دوسری جگہ ہے کہ اگر میں اپنے نفس کے لئے گواہی دوں تو میری گواہی جی ہے کیونکہ میں زیادہ بہتر جانتا ہوں کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہا جاؤں گا، ایک جگہ ہے کہ جب انہیں یہ یسوس ہوا کہ یہودی ان پر حملہ کر دیں گے تو وہ گھبرا گئے اور کہنے لگے اب میں گھبرا گیا ہوں پس میں کیا کہوں، ہائے میرے باپ مجھ کو اس وقت سے بچا اور جب سولی پر چڑھنے لگے تو بڑے زور سے چیختے لگے، اے میرے معبود تو نے کیوں مجھے ان کے حوالہ کر دیا۔

دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کے لئے خود کو یہودیوں کے حوالہ کر دیا تھا تا کہ وہ انہیں سولی دے دیں اور قتل کر دیں، اور ان کی یہ قربانی ان کے بندوں کی خطاؤں کا فدیہ بن جائے۔ اس طرح انہوں نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء کرام کو ابلیس کے خلاف حیلہ کر کے جہنم سے بچالیا، کیا جو دنیا کا معبود ہوگا وہ اس مصیبت سے گھبرائے گا اور جب اس نے خود اپنے لئے اسے پسند کیا ہے تو سلامتی کس چیز کی مانگ رہا ہے اور جب خود اپنے نفس کو اس نے حوالہ کر دیا ہے پھر اس کا باپ جو خدا اور قادر مطلق ہے وہ کیسا باپ ہے جو قدرت رکھنے کے باوجود اس کو نجات نہیں دلاتا ہے اور صلیب پرستوں کو ہلاک نہیں کرتا ہے یا وہ عاجز اور یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا مارا ہوا رب ہے جو مدد کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا کہ تم اپنے مسیح ہونے پر دلیل ظاہر کرو انہوں نے کہا تم بیت المقدس کو گرا دو، میں اس کو تین دن میں بنادوں گا، انہوں نے کہا کہ جس عمارت کی تعمیر میں پینتالیس برس لگے ہیں اس کو صرف تین دن میں تم بنادو گے۔

دوسری جگہ ہے کہ یہودیوں کو جب حضرت عیسیٰ پر غلبہ حاصل ہوا تو وہ ان کو اٹھا کر عامل قیصر کے قلعہ میں لائے، اس نے ان کے خلاف اس بات کی گواہی طلب کی کہ دو جھوٹے گواہ اس کے پاس آ گئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ وہ کہتا ہے کہ میں بیت المقدس کو صرف تین دن میں بنادینے پر قادر ہوں۔

تعجب ہے اس تضاد جیانی پر کہ ایک جگہ تو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بتاتے ہیں دوسری جگہ کہتے ہیں کہ اس چیز کے بیان کرنے والے دو جھوٹے آدمی تھے۔
لوقا کی انجیل میں ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے اپنے دو شاگردوں سے کہا کہ تمہارے سامنے جو قلعہ ہے اس میں داخل ہو جاؤ وہاں ایک گدھے کا بچہ بندھا ہوا ہے جس پر کسی نے سواری نہیں کی ہے، پہلے اس کو بچہ کرو اور پھر اسے کھول کر میرے پاس لے آؤ۔

یہی واقعہ متی کی انجیل میں ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ اس قلعہ میں ایک گدھی ہے جس پر خوب سواری کی گئی ہے، اسے میرے پاس لے آؤ۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں دنیا والوں کے درمیان صلح کرانے آیا ہوں، بلکہ میں ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے آیا ہوں، تا کہ باپ اور اس کے بیٹے کے درمیان، ماں اور اس کی بیٹی کے درمیان اختلاف پیدا کر دوں، یہاں تک کہ آدمی کا دشمن خود اس کے گھر والے ہو جائیں۔

دوسری جگہ ہے کہ میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہاری نیکیاں خوب زیادہ ہو جائیں اور میں لوگوں کے درمیان صلح کروں۔

ایک جگہ ہے کہ حضرت مسیح نے کہا کہ جو شخص تمہارے دائیں گال پر طمانچہ مارے، اس کے لئے بائیں گال بھی پیش کر دو۔

دوسری جگہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ اے شمعون کی جماعت کے سردار، تیری بھلائی ہو، میں کہتا ہوں کہ تم ابن الحجر ہو، اور اسی حجر پر میری بیعت ہوگی، جب میں اسے زمین میں کھولوں گا وہ آسمان میں بھی کھلی رہے گی اور جب میں اسے زمین میں باندھ دوں گا، وہ آسمان میں بھی بندھی رہے گی پھر اس میں چند سطروں کے بعد یہ مذکور ہے ”اے شیطان تو چلا جا، اور تعارض نہ کر کیونکہ تو جاہل ہے۔“

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک جاہل شیطان کی آسمان میں اطاعت کی جائے، ایک جگہ متی کے

انجیل میں ہے کہ عورتوں نے یحییٰ کے مثل نہیں جتنا۔

یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یہودیوں نے حضرت یحییٰ کے پاس ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا، انہوں نے جا کر ان سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ کیا تو مسیح ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا تو ایسا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا کیا تو نبی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر تو کون ہے؟ ذرا ہمیں بتا۔ انہوں نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں۔

حضرت یحییٰ کے متعلق ان کے یہ بیانات ہیں حالانکہ کسی نبی کے لئے جائز نہیں کہ حضرت یحییٰ کی نبوت کا انکار کرے اگر کوئی ان کی نبوت کا انکار کر رہا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔

تعب کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح کے متعلق متی کے انجیل میں ہے کہ وہ یوسف نجار کے بیٹے ہیں ان کا نسب نامہ اس نے حضرت ابراہیم تک ملا دیا ہے اور بیچ میں ۳۹ آباء کا نام لیا ہے۔ اور لوقا نے بھی اپنے انجیل میں حضرت مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا کہا اور ان کا نسب نامہ حضرت ابراہیم تک ملایا ہے لیکن حضرت مسیح اور حضرت ابراہیم کے درمیان پچاس سے زائد آباء کے نام گنائے ہیں، غرض کہ انہوں نے حضرت مسیح کی حقیقت بیان کرنے میں اس قدر تضاد بیانی سے کام لیا ہے کہ کبھی ان کو مکمل الہ مانتے ہیں کبھی خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور کبھی یوسف نجار کا بیٹا مانتے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی موافقت سے بعض نسخوں کے بدلنے کا امکان

انا جیل کے جو اقتباسات بیان کئے گئے ہیں، ان کے بیان کرنے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ انا جیل میں باہم کس طرح تضاد باتیں پائی جاتی ہیں، جو اس بات پر کھلم کھلا شہادت دے رہی ہیں کہ ان کے اندر ضرور تحریف ہوئی ہے، کیونکہ خدا کے کلام میں اسی طرح تضاد بیانی ممکن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ یہ باتیں کچھ لوگوں کی گڑھی ہوئی ہیں۔

غرض کہ تورات و انجیل اور زبور کے جو نسخے آج یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں ہیں، وہ

تحریفات سے مامون و محفوظ نہیں ہیں۔

یہ دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ تورات و انجیل کے نسخوں کو یہود و نصاریٰ کے علماء نے ہمیشہ ان کے عوام الناس سے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے وہ نسخے صرف علماء کے طبقہ میں محدود رہے اور بقیہ عوام الناس اس سے محروم رہے۔ اس لئے اگر ایک محدود طبقے کے لوگ اس کے بدلنے میں اتفاق کر لئے ہوں تو یہ محال نہیں بالکل عین ممکن ہے۔ جس کا علم عوام الناس کو قعطا نہیں ہوا ہوگا، پھر قرآن مجید کی طرح لوگوں کے سینوں میں یہ کتابیں محفوظ نہیں تھیں، جس کے ذریعہ مصاحف سے تحریفات کو دودھ پانی کی طرح الگ کر دیتے۔

پھر ایسی قوم جو حق پوشی کی نوگر ہو چکی ہو اور ان کے تحریفات کی زندہ مثالیں منظر عام پر آ چکی ہوں، ان کے لئے یہ فعل محال کیسے ہو سکتا ہے۔ انہیں یہودیوں نے تو حضرت عیسیٰ کی نبوت کو چھین لیا تھا۔ آپ کے متعلق بشارتوں کا انکار کیا تھا۔ ان میں تحریف کیا تھا، اور پھر ان گڑھی ہوئی باتوں کو اس طرح لوگوں میں شائع کیا کہ مشرقی کنارے سے لے کر مغربی کنارے تک ان کے تمام لوگ جان گئے اور متفقہ طور پر آپ کی نبوت کا انکار کر بیٹھے۔ آپ کو سارے کہنے گئے، آپ کو ولد الزنا کہنے لگے اور انتہائی بڑی بہتان طرازی آپ پر کرنے لگے، حالانکہ انہوں نے آپ کو پہچان لیا تھا، آپ کے اندر وہ تمام صفات و کمالات انہوں نے دیکھے، جو ایک نبی کے اندر ہوتی ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کی تہمت لگائی جن سے نعوذ باللہ وہ بچے پیدا ہوئے اور تمام یہودیوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے اللہ کے بارے میں یہ بہتان طرازی کی کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر اس قدر پشیمان ہوا کہ رونے لگا اور انگلیوں کے پور کاٹنے لگا۔

اور نعوذ باللہ حضرت یعقوب سے اس کی کشتی ہوئی تو حضرت یعقوب نے اس کو شکست دے دی اور نعوذ باللہ وہ سو جاتا ہے۔ پھر اس سے یہ لوگ اپنی نیند بیدار ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ ان کی فریادوں کو سنے اور یہ صرف چند یہودی نہیں کرتے ہیں بلکہ تمام دنیا کے یہودی اپنی نماز

میں ایسے ہی خدا کو مخاطب کر کے دعا کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے متفقہ طور پر اپنی سلطنت مٹ جانے کے بعد نماز میں ایسی دعائیں گڑھیں، جو نہ حضرت موسیٰؑ سے ثابت ہیں اور نہ ان کے کسی حقیقی پیروکار سے۔

مثلاً وہ اپنی نماز میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہماری آزادی کے لئے خوب بڑا انگل بجا کر اعلان کر دے اور ہم تمام کوزمین کے چاروں قطر سے سمیٹ کر بیت المقدس میں لایا جائے، تو پاک ہے، اے قوم اسرائیل کی پراگندگی کو جمع کرنے والے، ہم میں سے پہلے لوگوں کی طرح دوبارہ حاکم پیدا کر دے اور ہماری سیرت و خصلت پہلے کی طرح کر کے، ہمارے زمانے میں مقام بیت المقدس یوروشلم کو تو درست کر دے اور ہم کو اس کے تعمیر کرنے کا اعزاز عطا کر، تو پاک ہے اے یوروشلم کے بنانے والے، اسی طرح انہوں نے محرم کے عشرہ اول میں اپنی نمازوں میں ایک خاص دعا کرنے پر اتفاق کر رکھا ہے، جو بیان کیا جا چکا ہے۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے چند روزہ کے گڑھنے پر اتفاق کر رکھا ہے، مثلاً بیت المقدس کے جلانے جانے کے دن کا روزہ، صوم حصا، صوم کدلیا، صوم صلب ہامان اور اپنی اس تحریف و زیادتی پر دیدہ دلیری سے انہوں نے اقرار بھی کیا ہے اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی ہے کیونکہ اس میں ہے:

اے بنو اسرائیل جس چیز کی میں تم سے وصیت کرتا ہوں اس میں ذرا بھی زیادتی و کمی نہ کرنا، لیکن اس کے باوجود بھی بالاتفاق انہوں نے کمی و زیادتی کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے بالاتفاق فرضیت رحم کوزانیوں سے منسوخ قرار دے دیا اور نص تورات کی صراحتاً مخالفت کی۔

یہی وہ یہود ہیں جنہوں نے اللہ کی شریعت کو منسوخ مان کر دین یہودیت کو اختیار کر لیا جس کی تکذیب توراۃ اور تمام انبیاء کرتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو اللہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ طوفان نوح کے بعد اپنے اس فعل پر

نام و پیشانی ہوا اور انسان کو پیدا کر کے کچھتانا لگا، جیسے کہ نصاریٰ اللہ کے لئے یہودی بیٹا مانتے ہیں، حالانکہ اپنے راہبوں کو اس سے منترہ قرار دیتے ہیں۔

یہی وہ یہود ہیں جو متفقہ طور پر یہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا کہ بادشاہت یہودیوں کے ہاتھ میں ہوگی، تمام ملتیں مٹ جائیں گی اور دنیا کے تمام لوگ یہودیت کے پیرو ہوں گے اور تمام لوگوں پر ان کا غلبہ ہوگا۔

یہی وہ یہودی ہیں جنہوں نے بالاتفاق چند احکام کو چھوڑ کر بقیہ خدا کے تمام احکام کو باطل کرنے کی کوشش کی ہے جس کا اعتراف وہ خود کرتے ہیں بلکہ یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی بناء پر ان کو حکومت و سلطنت سے برطرف کر کے دنیا میں لایموت فیہا ولا یحییٰ کی سزا دی گئی ہے۔

لہذا وہ قوم جو انبیاء کی قائل مکر و فریب میں ماہر بہتان طراز و افتراء پرداز اور احکام شرعیہ کا متغیر ہو اس کے لئے کیونکر محال اور غیر ممکن ہو سکتا ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کے متعلق تورات میں مذکور پیشین گوئیوں اور صفات و علامات میں تغیر و تبدل نہیں کیا ہوگا، بلکہ یہ تو عین ممکن ہے اور جب اتنی بڑی بڑی بہتان طرازیوں پر ان کا اتفاق ہو سکتا ہے تو آپ کے صفات کے بدلنے اور چھپانے پر ان کا اتفاق کر لینا کوئی محیر العقول بات نہیں۔

گمراہ صلیب پرست، بت پرست، خنزیر کی اولاد نصاریٰ کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے اللہ کو کس طرح گالیاں دی ہیں اور کس طرح اس کو یہودیوں کے ہاتھوں ظلم کا شکار بتلایا ہے اور ایسی ایسی خرافات اور لائینی باتیں کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گدھوں اور چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ وہ اگر اللہ کے بارے میں بہتان طرازی کر رہے ہیں، اس کے نبی اور ان کے مقبوعین سے دشمنی پر تلے ہوئے ہیں، شیطان کی حمایت کرتے ہیں اور اس کی دوتی پر راضی ہیں تو ایسا کرتے ہیں، اللہ تو بالکل بے نیاز اور ان کی بہتان طرازیوں سے پاک ہے۔

اس ہستی سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمیں خالص اپنی عبادت کی توفیق دے اور ان صلیب

پرستوں کے افعال سے بچائے رکھے، یہ یہود و نصاریٰ کے متعلق مختصر بیان تھا جو اہل کتاب ماننے جاتے ہیں، لہذا جو غیر اہل کتاب ہیں، ان کی کیا حالت ہوگی۔

سائل کا کہنا کہ حضرت عبداللہ بن سلام صحیح نسخہ کیوں نہیں لائے؟

سائل کا کہنا ہے کہ اگر تم مسلمان یہ کہتے ہو کہ عبداللہ بن سلام، کعب احبار، وغیرہ نے ہم سے اس بات کی گواہی دی ہے کہ یہود نے تورات میں تحریف کیا ہے تو وہ کیوں نہیں ہمارے خلاف اپنا صحیح نسخہ پیش کر سکے۔

اس کا جواب ہم متعدد طریقے سے دیتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ کی نبوت پر گواہ صرف وہی صفات و علامات نہیں ہیں جو اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں بلکہ آپ کی نبوت مختلف طریقوں سے ثابت ہوتی ہے۔ انہیں مجملہ آیات و شواہد میں اہل کتاب کی کتابوں میں مذکور آپ کے صفات بھی ہیں اور تمام دنیا کے لوگ تورات و انجیل میں مذکور آپ کے نبوت کی گواہی سن کر اور دیکھ کر ایمان نہیں لائے ہیں بلکہ اکثر لوگوں کو تورات کا بالکل علم نہیں ہے۔ حقیقت میں ان کے اسلام کا محرک کچھ اور آیات و شواہد ہیں جس کو انہوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا، پھر اہل کتاب کے یہاں مذکور آپ کا تذکرہ ان میں سے بعض کے لئے مزید ایمان کی تقویت کا باعث بنا۔

لیکن اکثر اہل عرب کا اسلام صرف انہیں شواہد کے جاننے پر موقوف نہیں ہے جو اہل کتاب کے یہاں آپ کے متعلق پائے جاتے تھے بلکہ چند لوگ تھے مثلاً انصار جنہوں نے اہل کتاب کی زبانی نبی کریم ﷺ کے ظہور اور آپ کی صفات و علامات کا تذکرہ سن رکھا تھا، جس سے انہیں آپ کے پچپانے میں زحمت نہیں ہوئی اور فوراً ایمان لے آئے اور ان کے مقابلہ میں اللہ کے دشمن یہودیوں کا دم گھٹنے لگا، اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں، جن کے ظہور کی خبر ہم دیا کرتے تھے۔

غرضیکہ تمام انبیاء کے نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ انبیاء سابقین نے اس نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو اور اس آنے والے نبی کی نشانیاں لوگوں کو بتلائی ہوں بلکہ نبوت کا دار و مدار معجزات و علامات نبوت پر ہے جو مختلف قسم کی ہو سکتی ہیں۔ لہذا نبوت کی کوئی بھی علامت دیکھنے کے بعد نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا واجب ہے خواہ آپ کے متعلق سابقین انبیاء نے بشارت نہ دی ہو۔

دوسری بات یہ کہ اگر کسی نبی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے یہ لازم مانا جائے کہ انبیاء سابقین نے اس نبی کے آمد کی پیشین گوئی کی ہو (جیسا کہ یہود و نصاریٰ کا خیال خام ہے) تو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر انبیاء سابقین نے پیشین گوئیاں کی ہیں وہ ہر خاص و عام تک پہنچ جائیں، ضروری نہیں، لہذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں جو نسخہ ہے ان میں آپ کے متعلق کوئی پیشین گوئی نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہور کی بشارتیں دی ہوں، لیکن نقل نہ کیا گیا ہو، یا ہو سکا ہے ان نسخوں کے علاوہ جو یہودیوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں دوسرے نسخوں میں اس کا تذکرہ ہو کیونکہ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ دنیا کے اندر جتنے نسخے ہیں سب ان کے علم میں ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ جن بعض نسخوں میں پیشین گوئی موجود ہو، ان سے اہل کتاب نے بشارتوں کو مٹا دیا ہو، یا بدل دیا ہو، پھر انہیں محرف نسخوں سے موجودہ نسخے نقل کئے گئے ہو، اور یہ نسخے لوگوں میں اس قدر مشہور ہو چکے ہوں کہ اگلے نسخے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہ گئے ہوں یہ تمام صورتیں ہو سکتی ہیں اور یہ اس قوم کی جانب سے کوئی خلاف توقع بات نہیں ہوگی جو دین و شریعت میں اس طرح کی تحریف و تبدیل کا خوگر ہو چکی ہے۔

یہ تمام دلیلیں اس صورت میں دی جائیں گی جب آپ کے متعلق ان کی کتابوں میں کوئی پیشین گوئی نہ ہو۔ لیکن ہم نے ان پیشین گوئیوں کو بھی سامنے رکھ دیا ہے جو ان کے متعلق آپ کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، جس کو دیکھنے کے بعد کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے مگر ان کے جہلاء اور نا سمجھ لوگ اس میں تاویلیں کرتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہودیوں کی موجودگی ہی میں کہا کہ آپ کا تذکرہ ان کی کتابوں میں موجود ہے تو وہ یہودی جنہوں نے آپ کے متعلق یہ بیان دیا تھا کہ وہ ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے ہیں اور ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے ہیں وہی فوراً ان کو سب سے برا کہنے لگے۔ لہذا ان کا برا کہنا ان کی شہادت میں قاذح کبھی نہیں ہو سکتا، جیسے کہ کوئی شخص حاکم کے سامنے کسی آدمی کے عادل اور قائل اعتبار ہونے کا اقرار کر لے اور اس کی گواہی پر راضی ہو پھر جب وہ آدمی اس شخص کے لئے گواہی دے تو فوراً اس کو جھوٹا اور کاذب کہنے لگے تو یہ اس کی شہادت میں قاذح نہیں ہو سکتی۔

اسی طرح کعب احبار سابقہ کتب انبیاء کے سب سے بڑے عالم تھے، انہوں نے بھی نبی کریم ﷺ کے متعلق توراۃ میں مذکور ایک ایک پیشین گوئی کو بالتفصیل مسلمان، یہود، نصاریٰ سب کے سامنے بیان کر دیا ہے صحابہ نے تحقیق و تفتیش کے بعد یہ بیان دیا ہے کہ توراۃ کی جو باتیں کعب احبار سے منقول ہوں وہ سب سے زیادہ صحیح ہوتی ہیں اور اہل کتاب میں جو ایمان لائے انہوں نے بھی ان کی مخالفت نہیں کی، بلکہ من و عن ان کی باتوں کو باقی رکھا۔

اور آج عبداللہ بن سلام کی نیابت ہم کرتے ہیں ہم نے خود تمہاری کتابوں میں یہ بشارتیں دیکھی ہیں جو ہمارے لئے تمہارے خلاف گواہ ہیں، لہذا اگر تم سچے ہو تو اپنی کتابوں کو سامنے لاؤ اور تلاوت کرو، ہم میں وہ لوگ بھی ہیں جن کو اللہ نے یہودیت کے بعد اسلام سے نوازا ہے، وہ تم سے مقابلہ کریں گے اور حق منوالیں گے ورنہ تم گواہی دو کہ تم جھوٹے کافر سرکش و نافرمان ہو جس کی گواہی اللہ اس کے رسول اور تمام مسلمانوں نے تمہارے خلاف دی ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن سلام تم لوگوں کے سامنے کوئی ایسا نسخہ پیش کر دیتے، جس میں ہر چیز واضح ہوتی جب بھی تم دشمنی اور افترا پر دازی سے کام لے کر اس کی تاویلات و تحریفات کرنے لگتے، جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے تمہارے سامنے وہ باتیں رکھیں جو تمہارے مزاج کے موافق نہیں تھیں۔ تو تم نے صراحتاً کہہ دیا کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کی خبر ہم دیتے تھے۔ اس

لئے ہم توراۃ کے حکم کو چھوڑ کر نبی امی کی اتباع نہیں کریں گے۔ حالانکہ تمہارے بڑے اسلاف جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا، انہوں نے خود آپ کو پہچان کر اس بات کا اقرار کیا کہ آپ سچے نبی ہیں، جن کے متعلق ان کی کتابوں میں پیشین گوئی آئی ہے لیکن جب ان سے پوچھا گیا کہ پھر تم کیوں ایمان نہیں لے آتے تو کہنے لگے کہ ہمیں اس بات کا خطرہ ہے کہ یہود ہمیں قتل کر دیں گے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہی متعلق فرمایا ہے:

إِنَّ الدِّينَ حَقٌّ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۚ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ (یونس-96-97)

بیشک وہ لوگ جن کے اوپر تیرے رب کی جانب سے عذاب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ ایمان نہیں لائینگے اگرچہ ان کے سامنے تمام نشانیاں آجائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو بھی دیکھنے لگیں۔

تمہارے سامنے تو ایسی ایسی نشانیاں ظاہر ہوئیں جو سابقین انبیاء کی بشارتوں سے کہیں زیادہ بڑی تھیں اور جن کو دیکھنے کے بعد دنیا کے کسی بشر کو چوں و چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود بھی تم سرکشی پر جتے رہے تو اگر تمہارے سامنے آسمان سے فرشتہ اتر کر اور قبروں سے مردے نکل کر گواہی دیتے، تب بھی تم ایمان نہ لاتے بلکہ تمہاری حالت وہی ہوگی، جو اللہ رب العالمین نے تمہارے بارے میں کہہ دیا ہے۔

غرضیکہ تمہارے عقل مند اور بغض و حسد سے بالاتر رہنے والے اسلاف نے بھی یہی طریقہ اپنایا ہے کہ بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی سرکشی پر جتے رہے اور ان کے بعد کے لوگوں نے بھی جیسے کہ ایک دوسرے کو وصیت کر گئے ہوں، ارشاد خداوندی ہے:

كَذَلِكَ مَا آتَى الدِّينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجُنُّونٌ ۚ آتَوْا صُورَهُ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَآغُوتٌ. (الذہر-52-53)

یوں ہی ہوتا رہا ہے، ان سے پہلے کی قوموں کے پاس بھی کوئی رسول ایسا نہیں آیا، جسے انہوں نے یہ نہ کہا کہ یہ ساحر ہے یا مجنون، کیا ان سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کر لیا ہے، نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں۔

اچھا فرض کرو کہ میں ان بشارتوں کو بالکل چھوڑ دیتا ہوں، جو سابقین انبیاء نے آپ کے متعلق دی ہیں تو کیا آپ سے ایسے معجزات و براہین کا ظہور نہیں ہوا ہے جو آپ کی صداقت کے لئے کافی ہو، ہم ان کا بھی تذکرہ بطور حجت بعد میں کریں گے، جس سے تمہارا عذر اور تمہاری جنت منقطع ہو جائے گی۔

سائل کا کہنا کہ تم نے ان دو بڑی امتوں کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کے ایمان کے مقابلہ میں کفر اختیار کرنے کا محرک و سبب ریاست اور دولت کا طمع تھا تو عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب نے تو بدرجہ اولیٰ اسی غرض سے اسلام قبول کیا ہوگا، کیونکہ ان کی تعداد بہت کم تھی، اس کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان سے کہیں زیادہ تھی، اس کا جواب متعدد طریقے سے ہے۔

جواب نمبر ۱: ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اکثریت نے نبی کریم ﷺ کی دعوت پر لیک کہا تھا، اور ایمان نہ لانے والوں کی تعداد ان کے مقابلہ میں کہیں کم تھی۔ مصر، شام، جزیرہ موصل اور ان کے اطراف و مضافات اور اکثر بلاد مشرق و مغرب میں نصاریٰ کی آبادی تھی، لیکن چند ہی دنوں کے بعد یہاں کی پوری آبادی مسلمانوں میں بدل گئی اور تمام کے تمام لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے یہی نہیں بلکہ بت پرست مشرکین اور آتش پرست مجوس جو شان و شوکت و کثرت میں یہود و نصاریٰ سے کسی طرح کم نہ تھے، ان کی اکثریت بھی حلقہ گوش اسلام ہو گئی ہے۔ صرف چند لوگ جن کے پاس اسلام کی دعوت نہیں پہنچی تھی، اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے اور وہ معاندین جن کے پاس دعوت پہنچی، لیکن سرکشی پر جمے رہے، وہ بھی جزیہ دے کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے کفر اختیار کرنے کا محرک صرف سلطنت و دولت کا طمع نہیں تھا بلکہ یہ بھی جملہ اسباب میں سے ایک سبب تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے اسباب بھی تھے مثلاً کسی نے حسد کی بناء پر اسلام قبول نہیں کیا تو کسی نے تکبر کی بناء پر، کسی کو خواہشات نفس نے روک رکھا، تو کسی کو باپ دادا کی محبت اور خوش خیالی نے، کسی کے لئے اپنے پرانے دین کی

محبت مانع ہوئی جس کا چھوڑنا ان کے اوپر ایسے ہی شاق گزرا جیسے کہ انسان کے لئے اپنی فطرت و خصلت کا چھوڑنا شاق ہوتا ہے۔

اور خاص طور سے یہ سب یعنی اپنے پرانے رسم و رواج سے لڑنا اور نئی چیزوں کا اختیار کرنا، قوموں کی زندگی میں اتنی کٹھن منزل ہے جو اکثر لوگوں کو حق کے قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔

اس کے علاوہ کچھ لوگوں کو اندھی تقلید اور جہالت نے قبول حق سے باز رکھا اور یہ ان کے جاہل متبعین تھے، کچھ لوگوں کو کسی محبوب چیز کے فوت ہو جانے اور لوگوں کی طرف سے جو رستم کے اندیشے نے روک رکھا، لہذا صرف ایک ہی سبب اس امت کے لئے قبول حق میں مانع نہیں ہوئی۔ تیسرا جواب ہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان سے پہلے تمام امتیں جن کی تعداد ان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تھی اور جن کی عقلیں زیادہ صائب اور درست تھیں، ہر ایک نے امدہ چاہی اور مگر اسی پر ہدایت اور بصیرت کو ترجیح دی۔ اس لئے ان کے سلف بہت سے ہوئے یعنی تمام دنیا کے لوگ جنہوں نے ان سے پہلے اسلام قبول کیا۔

چوتھا جواب: عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ایسے نازک حالات میں ایمان لائے جبکہ مسلمانوں کی طاقت کمزور تھی، اور ساری دنیا کے لوگ مسلمانوں کی دشمنی پر کمر بستہ تھے۔

ان کے مقابلہ میں اقتدار و حکومت، سامان و افواج، اوزار و ہتھیار تمام چیزوں کے مالک یہود و مشرکین تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے خلاف ان تمام ساز و سامان سے مسلح ہو کر دشمنی کی اتنی زبردست مہم چلائی کہ وہ گھربار چھوڑ کر مدینہ منورہ پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ کے صحابہ کو وہ تلاش کرتے رہتے اور ظلم و تعدی کا پہاڑ توڑتے، خود نبی کریم ﷺ کے خون کے وہ اس قدر پیاسے تھے کہ جب گھر سے ہجرت کی نیت سے نکلے اور غار ثور میں پناہ گزین ہوئے تو انہوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی محمد ﷺ کا سر پیش کر دے گا اس کو سواونٹ دیئے جائیں گے، آپ اس خوف کی حالت میں غار ثور میں رہے، پھر رفیق غار حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ کے ساتھ چپکے سے نکلے اور راستہ بدل کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ

میں بھی مشرکین و یہودی کا غلبہ و اقتدار تھا۔ ایسے نازک حالات میں عبد اللہ بن سلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے اندر علامات نبوت دیکھ کر فوراً مشرف باسلام ہو گئے، انہوں نے سرداری دولت و اقتدار کی کوئی لالچ نہیں کی، یہود و مشرکین کی دشمنی کی کوئی پرواہ نہیں کی، حالانکہ آپ سمجھتے تھے کہ اسلام قبول کرنے سے ہماری سرداری چھین لی جائے گی، اسی لئے آپ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس بات کو بالکل واضح کر دیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد میرا یہ انجام ہونے والا ہے لیکن میں اپنی سرداری اور ریاست کو اس اسلام پر بچھاؤں جو قربانیوں اور صبر و استقامت کا طالب ہے۔

چنانچہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ مجھے گھر کے اندر چھپا دیں اور ان یہودیوں پر میرا ایمان ظاہر نہ ہو، پھر آپ ان سے میرے بارے میں پوچھیں کہ عبد اللہ بن سلام کا تمہارے یہاں کیا مرتبہ ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے بڑے عالم اور عالم کے بیٹے نیز سردار اور سردار کے بیٹے ہیں، اتنے میں عبد اللہ بن سلام محمودار ہوئے اور انہوں نے کھلم کھلا ان کے سامنے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے برحق رسول ہیں، اور تم بھی آپ کو خوب اچھی طرح پہچانتے ہو، اتنا کہنا تھا کہ وہ آپ کو برا بھلا کہنے لگے اور فوراً ریاست و سرداری سے آپ کو برطرف کر دیا۔

لہذا اگر عبد اللہ بن سلام کو ایمان کے مقابلہ میں دولت و ریاست کی خواہش ہوتی تو آپ بھی بقیہ یہود کی طرح اپنی سرداری کو بچانے کے لئے اسلام کی دشمنی پر اڑے رہتے اور یہود کے محبوب سردار بنے رہتے۔

یہ صرف عبد اللہ بن سلام کی حالت نہیں تھی بلکہ یہود کے جو لوگ بھی حلقہ اسلام میں اس وقت داخل ہوئے انہیں ان حالات کا مقابلہ کرنا پڑا اور جو لوگ اسلام نہیں لائے ان میں سے بعض نے اس بات کی صراحت کی کہ چونکہ ہمیں یہود کی سرداری اور عزت و اکرام حاصل ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد یہ سرداری ہم سے چھین لی جائے گی۔ اس لئے ہم اسلام نہیں

قبول کر سکتے، اس کا تجربہ ہمیں اپنے زمانہ میں اس وقت ہوا، جب یہود کے بعض علماء سے مناظرہ کرنے کی نوبت آئی۔ پہلے میں نے ان کے سامنے سچائی کی دلیل پیش کی۔ جب وہ اسے ماننے پر مجبور ہو گئے اور کوئی جواب نہ بن سکا تو میں نے اس سے تنہائی میں کہا کہ اب حق ظاہر ہو جانے کے بعد کیوں تم اسے نہیں مانتے ہو تو اس نے مجھے برجستہ یہی جواب دیا کہ جب میں ان گدھوں کے پاس آیا، تو انہوں نے ہماری سواری کے کھر کے نیچے گل و لالہ بکھیر دیا اور اپنا مال، اپنی بیویاں انہوں نے ہمارے حوالے کر دیا کہ جس طرح میں چاہوں تصرف کروں اور جس چیز کا میں نے ان کو حکم دیا، انہوں نے ہماری نافرمانی نہیں کی، لہذا اگر میں اسلام لے آؤں تو بازاروں میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھروں گا، کیونکہ میں نہ کوئی پیشہ جانتا ہوں، نہ ہی قرآن کا حافظ اور فقہ وغیرہ کا عالم ہوں، جس سے اپنی روزی حاصل کر سکوں۔ اس لئے کون اپنے لئے یہ پسند کرے گا، میں نے کہا ایسی بات نہیں ہوگی جب تم اللہ کی رضا کے لئے اپنی خواہشات قربان کر دو گے تو اللہ تمہیں رسوا نہیں کرے گا اور نہ تمہیں محتاج مرنے دے گا اور اگر بالفرض تمہیں یہ چیزیں لاحق بھی ہوئیں تو اس کا بڑا عوض تمہیں اس شکل میں ملے گا کہ اللہ کی خوشنودی، جہنم سے نجات اور حق کا راستہ مل جائے گا۔ پھر تم ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو جاؤ گے۔ اس نے کہا ہاں جب اللہ اجازت دے گا، اسی وقت ہم کامیاب ہوں گے، میں نے کہا تقدیر سے جھٹ نہیں پکڑی جاتی ہے، اگر تقدیر ہی کو جھٹ مانا جائے تو یہود بھی اپنی تقدیر سے جھٹ پکڑ سکتے ہیں جو انہوں نے حضرت عیسیٰ کو جھٹلایا اور مشرکین بھی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری تقدیر میں یہی لکھا تھا اور خاص طور سے تم لوگ تو تقدیر کا انکار کرتے ہو تو پھر اس کے ذریعہ جھٹ کیسے پکڑتے ہو، اس نے کہا ان تمام باتوں کو اب چھوڑیے اور زیادہ جھٹ نہ کیجئے۔

جواب نمبر ۵: تمہارا جواب خود تمہارے سوال میں موجود ہے کیونکہ تم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کی تعداد ان کے مخالفین کے مقابلہ میں کہیں کم تھی اور یہ بات بالکل متحقق ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کی موافقت و مدد کرتا ہے جو

طاقت و دشمنان و شوکت اور بڑی تعداد کا مالک ہے تو اس کے اندر اس کی کوئی نہ کوئی غرض ضرور پوشیدہ رہتی ہے لیکن اگر ایسی جماعت کی موافقت و مدد کی جائے جو کمزور و بے بس ہو تو یہ موافقت تمام دنیاوی اغراض سے بالاتر ہو کر کی جاتی ہے لہذا معاندین کے حق میں غرض کا مضبوط داعیہ پایا جاتا ہے اور عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے اندر غرض کا کوئی بھی داعیہ نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کی موافقت خالص اوجہ اللہ ہے، اور یہود سب غرض کے بندے ہیں۔

مسلمان نفع بخش اعمال و علوم میں تمام امتوں پر فوقیت رکھتے ہیں

سائل کا کہنا ہے کہ ہمیں عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے بارے میں ایک شبہ پیدا ہو رہا ہے وہ یہ کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ حلال و حرام اور امر و نہی کے متعلق ہماری شریعت کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو عام صحابہ سے منقول ہیں، وہ صحابہ تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بالکل ان پڑھ تھے۔ پڑھنے لکھنے کا علم انہیں ذرا بھی ملکہ نہیں تھا۔ ان کے مقابلہ میں عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی تمہارے نبی کی بعثت سے پہلے بھی صاحب علم و بصیرت تھے اور بعد میں انہیں پڑھنے لکھنے میں خوب مہارت حاصل تھی۔ اس لئے یہ لوگ زیادہ اولیٰ ہیں کہ حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق ان کی حدیثیں لی جائیں۔ حالانکہ ہم تمہیں اس کے برعکس دیکھتے ہیں۔ تم ان امیوں کی روایت تو لے لیتے ہو اور ان فاضلوں کی روایت حلال و حرام امر و نہی وغیرہ کے متعلق بہت کم لیتے ہو اور جو لیتے بھی ہو اسے ضعیف سمجھتے ہو اس کا جواب مختلف طریقوں سے دیا جاسکتا ہے۔

جواب نمبر ۱: تمہارا یہ اعتراض بالکل بہتان ہے کیونکہ حلال و حرام امر و نہی کے متعلق ہماری شریعت کی بنیاد صرف اس کتاب مجید پر ہے جس کے آگے کچھیاٹل کا گز نہیں ہو سکتا اور جو اللہ رب العالمین کی جانب سے محمد ﷺ پر نازل کی گئی ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس نے مختلف الاجناس و طبائع اور مختلف علوم کے حامل تمام اقوام عالم کو چیلنج کیا کہ اس کے مثل کلام لے آئیں، جس سے ان کی صداقت اور کلام اللہ کے جھوٹے ہونے کا اندازہ ہو جائے تو وہ عاجز رہے پھر

انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل دس سورتیں ہی لے آئیں اس پر بھی وہ عاجز رہے پھر انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کے مثل ایک سورت ہی لے آئیں اس سے بھی وہ عاجز رہے، جب کہ وہ فصاحت و بلاغت زبان و قلم میں مشہور تھے، لیکن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ پوری طرح کوشش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح اس کی تکذیب کے لئے کوئی شوشہ نکل آئے تاکہ وہ پوری طرح لوگوں کو نفرت دلانے، البتہ مسلمانہ کذاب نے اس کے مقابلہ میں سورۃ پیش کرنے کی کوشش کی بھی تو وہ اس قدر خرافات کا مجموعہ لایا جو کسی پاگل اور مجنون ہی کا کلام ہو سکتا ہے، مثلاً اس نے یہ آیتیں گڑھیں۔

”یا ضفدع بنت ضفدع عین فقی کما تنقین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین“۔

(۱) مینڈک جو دو مینڈکوں کی بیٹی ہے اپنے آپ کو پانی میں صاف ستھرا رکھ، جیسے کہ پہلے رکھا کرتی تھی نہ تو پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ پیئے والے کو روکتی ہے۔

اسی طرح ایک جگہ ہے۔

والطاحنات طحنا والعاجنات عجنا فالعاجنات خبز اھالة وسمنا

غرضیکہ مسلمانوں کے دین کی بنیاد اور حلال و حرام کا مبین وہ کلام اللہ ہے جس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اور جس میں ہر چیز کی تفصیل و بیان ہے اور جو دلوں کی بیماریوں کیلئے ہدایت و شفا ہے۔ جواب نمبر ۲: تم یہ کہتے ہو کہ مسلمانوں نے اپنے دین کی بنیاد ان صحابہ کی روایتوں پر رکھی ہے جو ان پڑھ اور امی تھے۔ یہ تمہاری بہت بڑی بہتان طرازی اور کذاب بیانی ہے کیونکہ وہ ضرور امی تھے لیکن اس وقت جب تک کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت نہیں ہوئی تھی۔ پھر جب آپ کی بعثت ہوئی اللہ رب العالمین نے انہیں کتاب و حکمت کا علم دیا، یہاں تک کہ انہیں اقوام عالم پر علم و عمل، معارف الہیہ اور علوم نافعہ دے کر فضیلت دی، جن کا مقابلہ کوئی بھی امت نہیں کر سکتی ہے۔ اگر تمام امتوں کے علم و ہدایت معارف و بصیرت ایک طرف رکھ دیئے جائیں تب بھی ان کے علم و

ہدایت کے مقابلہ میں ان کی کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ ہاں ہم یہ جانتے ہیں کہ بقیہ اقوام عالم دنیاوی علوم مثلاً علم حساب، علم ہندسہ، علم موسیقی، علم آرٹ، علم جغرافیہ، علم ہیئت، علم کیمیا، علم زراعت، علم فزکس، علم سائنس وغیرہ کے اعتبار سے ان سے زیادہ علم رکھتی تھیں۔ لیکن حقیقت میں یہ علوم چند روزہ مادی زندگی کے لئے ہیں اور حقیقی کامیابی اور اخروی زندگی کے لئے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے، اخروی کامیابی کا علم تو درحقیقت صرف صحابہ ہی کے پاس تھا اگر تم یہ کہتے ہو کہ اخروی علوم میں بھی وہ کورے تھے، مثلاً اللہ کی ذات، اس کے اسماء و صفات اس کے افعال و احکام، اس کی دین و شریعت کی تفصیل، یوم آخرت کی تفصیل، حیاۃ بعد الممات کی تفصیل، نفس کی سعادت و شقاوت، دلوں کی درنگی اور اس کے امراض کے متعلق انہیں علم نہیں تھا تو یہ غایت درجہ کا بہتان ہے لیکن جب نبی کریم ﷺ جن کی صداقت اظہر من الشمس تھی، تمہاری اس بہتان طرازی اور کذب بیانی سے محفوظ نہیں رہے تو پھر آپ کے صحابہ کیسے تمہاری اس الزام تراشی سے بچ سکتے ہیں اور کیونکر تم ان کے علم و فضیلت کا اعتراف کرو گے۔

لیکن ہم تمہاری یہ الزام تراشی کیسے تسلیم کر لیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی فطرت سے سلیم الفطرتہ اور ان سے زیادہ ذہین دنیا میں کوئی نہیں تھا، ان کی ذہانت یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ کی زبان سے نئی نئی باتیں سننے اور فوراً یاد کر لیتے اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حریص ہوتے، دن رات سفر و حضر ہر حالت میں نبی کریم ﷺ کے ذریعہ آسمانی خبریں ان تک پہنچتی رہتیں، جو مختلف مضامین اور نئے نئے اسلوب بیان پر مشتمل ہوتیں، کبھی آخرت کا ذکر کبھی تخلیق عالم اور احوال ماضیہ کا بیان کبھی گذشتہ انبیاء کرام کی میرت اور ان کے ساتھ ان کی امتوں کے برتاؤں کی تفصیل، کبھی عند اللہ ان کے درجات و منازل کی وضاحت کبھی ان کی تعداد اور کتابوں کا ذکر، کبھی ان کے دشمنوں پر عذاب اور متبعین کے انعامات کا تذکرہ، کبھی فرشتے اور ان کے انواع و اقسام اور ان کے کاموں کا ذکر، کبھی امور آخرت میں جنت جہنم کی تفصیل، کبھی یوم قیامت کی تفصیل، غرض کہ یہ کتاب حکیم تمام علوم اولین و آخرین پر مشتمل تھی، جس کے مثل دنیا میں کوئی کتاب نہیں

اتری، جن کا اعتراف حضرت مسیح نے بشارت دیتے ہوئے ان الفاظ میں کیا تھا۔

کہ وہ کتاب ایسی ہوگی کہ اللہ نے تمہارے لئے جو چیزیں بھی تیار کر رکھی ہے، ان تمام کی خبر دے گی دوسری جگہ ہے کہ وہ کتاب تمہیں حوادث و غیوب کی خبر دے گی، ایک جگہ ہے کہ وہ کتاب تمہیں ہر چیز سکھائے گی ایک جگہ ہے کہ وہ تمہارے لئے اسرار کو ظاہر کرے گی، اور ہر چیز کی تفسیر بیان کرے گی۔ میں تمہارے پاس امثال لایا ہوں اور وہ تمہارے پاس تاویل بیان کرے گی۔

دوسری جگہ ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب یعنی وہ سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام حق کی رہنمائی کرے گا، اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور جو کچھ باپ کے لئے ہے تمہیں اس کے متعلق خبر دے گا۔

غرضیکہ ایسی عظیم کتاب (جس کا اعتراف حضرت مسیح نے کیا تھا) کے یاد کرنے کی ذمہ داری صحابہ کرام نے اٹھائی، جو اس بات پر بین ثبوت ہے کہ وہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ذہین تھے اور کوئی بھی امت ان کے علوم و معارف کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

ان کی ذہانت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور صحابہ کرام کے سامنے ایک خطبہ دیا۔ یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔ پھر آپ منبر سے اترے، اور ظہر کی نماز ادا کی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر خطبہ دینا شروع کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو گیا، اس خطبہ میں آپ نے قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کے متعلق خبر دے دی۔ لیکن صحابہ کرام نے لفظ بہ لفظ آپ کی باتیں حفظ کر لیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا، جس میں تخلیق کی ابتداء سے لے کر جنت و جہنم کے دخول تک کی خبر دی، یہی نہیں بلکہ آپ ہر چیز کے متعلق اس طرح تفصیل کرتے کہ ایک یہودی نے حضرت سلمان سے کہا کہ تمہارے نبی تو تمہیں ہر چیز سکھاتے ہیں، یہاں تک کہ پاخانہ کرنے کے

طریقے بھی، حضرت سلمان نے کہا ہاں بات تو ایسے ہی ہے لیکن صحابہ کرام ان تمام باتوں کو من و عن رسول اللہ ﷺ سے سن کر اس طرح حفظ کر لیتے کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے حافظہ اور ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

صحابہ کرام تمام لوگوں میں سب سے بڑے عالم اور افضل تھے اس امت کے تمام علماء ان کے شاگرد ہیں

کبار صحابہ اور ائمہ کا بیان

عصر حاضر میں مسلمانوں کے درمیان جو مختلف قسم کے دینی علوم اتنے اعلیٰ و ہمہ گیر بیانے پر بکھرے ہوئے ہیں وہ درحقیقت صحابہ کرام ہی کے اقوال و فتاویٰ سے ماخوذ و مستند ہیں۔ لہذا صحابہ کرام کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ ان پڑھ اور جاہل لوگ تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس جو ان میں سچے اور نو عمر تھے، ان کے علم نے پوری دنیا کو ڈھانپ دیا اور تیس بڑی کتابوں کے قریب ان کے صرف فتاویٰ ہوں گے۔

وہ علم کے ایسے بحرِ بیکراں تھے جو کبھی خشک ہونے والا نہیں تھا، اور اگر ان کا علم تمام اہل دنیا پر تقسیم کر دیا جاتا تو پوری دنیا کے لوگوں پر بھاری ہوتا، اور انہیں ڈھانپ لیتا، جب آپ حلال و حرام اور فرائض کے متعلق احکام شرعیہ کو بیان کرنے لگتے تو سننے والے یہی کہتے کہ اس سے بہتر کوئی نہیں بیان کر سکتا، جب قرآن کے معانی و مطالب بیان کرنے لگتے اور گزشتہ امتوں کے قصہ و اخبار بیان کرتے تو سننے والے پھر یہی کہتے جب آپ عرب کے قبائل کا نسب نامہ اور ان کے اصول و فروع کا بیان شروع کرتے تو سننے والے پھر یہی کہتے کہ ان سے بہتر کوئی شخص نہیں بیان کر سکتا۔

مجاہد کا قول ہے کہ علماء محمد ﷺ کے صحابہ ہیں اور قتادہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ وَیُرِی الدِّینِ

أَوْفُوا بِالْعِلْمِ الَّذِیْ أَنْزَلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقُّ (سورۃ الباقہ - آیت 6) میں اصحاب محمد ﷺ مراد ہیں۔

جب حضرت معاذؓ کی وفات قریب ہوئی تو آپ سے کہا گیا کہ کچھ وصیتیں کیجئے آپ نے فرمایا کہ علم اور ایمان اپنی جگہوں میں پائے جاتے ہیں، جو ان کو تلاش کرے گا وہ چار آدمیوں کے پاس پائے گا۔ ایک تو میرا بود و داء کے پاس، دوسرے سلمان فارسی کے پاس، تیسرے عبداللہ بن مسعود کے پاس اور چوتھے عبداللہ بن سلام کے پاس، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ دس جنتی لوگوں میں سے ایک ہوں گے۔

ابو اخطب سمیعہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ دنیا میں تین بڑے عالم ہیں ایک شام میں ہیں اور ایک کوفہ میں اور ایک مدینہ میں۔ شام اور کوفہ والے، مدینہ والے کی طرف بہت سے مسائل میں رجوع کرتے ہیں، لیکن مدینہ کا عالم ان سے نہیں پوچھتا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کس صحابی کے بارے میں، لوگوں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود کے بارے میں۔ حضرت علیؓ بیان کرنے لگے کہ انہوں نے قرآن کی تعلیم حاصل کی، سنت کا علم حاصل کیا اور اس طرح ان کے بہت سے صفات بیان کئے، پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت حذیفہ کے بارے میں بیان کیجئے، حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سب سے زیادہ منافقین کو پہچاننے والے تھے، لوگوں نے پھر پوچھا کہ حضرت ابوذر کے بارے میں بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ لوگوں کے مددگار اور علم سے بھرے ہوئے آدمی تھے۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ حضرت عمار کے بارے میں بتائیے، انہوں نے کہا کہ وہ مومن آدمی تھے جو بہت زیادہ بھولتے تھے، جب یاد دلایا جاتا تو یاد کرتے، ان کے گوشت و خون میں خدا پر ایمان سرایت کئے ہوئے تھے، جہنم کی آگ انہیں نہیں چھو سکتی، لوگوں نے کہا کہ حضرت ابو موسیٰ کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا کہ وہ علم میں پوری طرح رنگے ہوئے تھے، لوگوں نے کہا

کہ حضرت سلمان کے بارے میں خبر دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت سلمان نے پہلے اور بعد کے دونوں علموں کو سیکھا تھا اور وہ علم کے ایسے سمندر تھے جو ختم ہونے والا نہیں تھا۔ ان کا شمار ہم اہل بیت میں کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اپنے بارے میں بتائیے۔ حضرت علیؑ نے کہا کیا تمہارا یہی مقصد تھا۔ جب میں سوال کرتا تو اس کا جواب مجھے دیا جاتا اور آپ ﷺ خاموش رہتے تو میں سوال کر کے ابتدا کرتا۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے بالمشافہ گفتگو کی، میں نے علم کا آخری درجہ اور انتہا ان میں سے چھ آدھیوں کے پاس پایا وہ حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عمر، زید بن ثابت، ابودرداء اور ابی بن کعب ہیں۔

مسروق کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، وہ پانی سے بھرے جھیل کے مانند تھے۔ جھیل ایک سوار کو بھی سیراب کرتا ہے اور دو سواروں کو بھی اور دس سواروں کو بھی اور اگر پوری روئے زمین کے لوگ اس پر وارد ہوں تو ان کو بھی سیراب کر دے گا اور عبداللہ بن مسعود انہیں جھیلوں میں سے تھے۔

صحیح بخاری میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سویا ہوا تھا، میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس کا بعض حصہ پیا، پھر دیکھا کہ پانی کا چشمہ میرے ناخن سے نکل رہا ہے، پھر اس کا بچا ہوا حصہ میں نے عمر کو دے دیا، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ نے اس کی تاویل کیا کی آپ نے فرمایا اس سے علم مراد ہے۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے دس حصوں میں تو حصہ لئے ہوئے تھے انہیں عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور پوری دنیا کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمرؓ کا پلڑا بھاری ہوگا۔ حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ گویا کہ لوگوں کا علم حضرت عمرؓ کے علم کے سامنے پتھر کے نیچے دبا ہوا ہے۔

شعی کا کہنا ہے کہ اس امت کے قاضی چار حضرات ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت

زید بن ثابت، حضرت ابو موسیٰؓ، قبیصہ بن جابر کہتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے زیادہ اللہ کی معرفت اس کی کتاب کا علم، تفسیر رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا، میں اس وقت کم عمر تھا اور علم قضاء سے ناواقف تھا میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی قوم کے پاس بھیج رہے ہیں، جہاں نئی نئی چیزیں پیدا ہوں گی اور مجھے قضاء کا علم نہیں، آپ نے میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ اللہ عنقریب تمہارے دل کو ہدایت دے گا اور تمہاری زبان کو ثابت رکھے گا، حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ میں نے اس کے بعد دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں کبھی شک نہیں کیا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ اتفاق سے میرے پاس سے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا گزر ہوا، آپ نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے کیا دودھ ہے، میں نے کہا ہاں لیکن میں امین بنایا گیا ہوں، آپ نے فرمایا کیا کوئی ایسی بکری ہے جس سے کسی نے جفتی نہ کی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ایک بکری آپ کے پاس لایا، آپ نے اس کا تھن چھوا اور دودھ اتر آیا، پھر آپ نے اس کو ایک برتن میں دوہا اور خود پیا اور حضرت ابوبکرؓ کو بھی پلایا، پھر آپ نے تھن سے کہا سکر جا، چنانچہ وہ سکر گیا، اس کے بعد میں آپ کے پاس پہنچا اور کہا اے اللہ کے رسول، وہ قول آپ مجھے بھی سکھا دیجئے، آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا تمہارے اوپر اللہ رحم کرے تم بڑے عالم اور معلم ہو۔

عقبہ بن عامر نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن مسعود سے بڑھ کر شریعت محمدیؐ کا عالم کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ تم جو بات کہہ رہے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی آپ کی باتیں سنتے تھے۔ جب ہم نہیں سنتے تھے اور اس وقت بھی آپ کے پاس پہنچے رہتے، جب ہم نہیں پہنچ پاتے۔

مسروق کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ بتنی سورتیں نازل ہوتی ہیں، میں سب کو جہاں ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کسی آدمی کے

پاس اللہ کی کتاب کا علم مجھ سے زیادہ ہے، تو اگر اس کے پاس پہنچنا ممکن ہے تو میں ضرور پہنچوں گا۔
عبداللہ بن بریدہ نے آیت کریمہ ”حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّهِ بُنَاؤُنَا مَاذَا قَالَ إِنفَا“ (سورہ محمد-16) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن مسعود ہیں۔ مسروق کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ علم فرائض میں بہت اچھی تھیں۔

خدا کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے متعلق سوال کرتے دیکھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ جب بھی ہم اصحاب محمد ﷺ پر کوئی مسئلہ دشوار گزرتا تو حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے اور اسکے متعلق ان کے پاس معلومات ہو جاتی۔
شہر بن حوشب کا بیان ہے کہ جب اصحاب محمد ﷺ آپس میں باتیں کرتے اور ان میں معاذ بن جبل موجود ہوتے تو وہ خوف سے حضرت معاذ کو دیکھتے رہتے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابو ذرؓ ایسے برتن ہیں جو علم سے بھرے ہوئے ہیں، پھر اس کا بندھن باندھ دیا گیا اور اس سے کوئی چیز نہیں نکل سکی، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔
مسروق کہتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو زید بن ثابتؓ کو راتین فی العلم میں پایا، ابو درداءؓ کے پاس جب حضرت عبداللہ بن مسعود کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اب ان کے بعد ان کے مثل کوئی نہیں رہ گیا۔

ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض کو علم دیا جاتا ہے، لیکن علم و بربادی نہیں دی جاتی اور شداد بن اوسؓ کو علم اور حلم دونوں سے نوازا گیا، جب زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو عبداللہ بن عباسؓ ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ دنیا سے عالم ایسے ہی اٹھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کو اپنے سے قریب کیا، اور آپ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ انہیں حکمت سکھا اور کتاب کی تاویل کا علم دے۔

جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا انتقال ہوا تو محمد بن حنفیہ نے کہا کہ اس امت کے سب سے بڑے عالم کی وفات ہو گئی۔

عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر سنت کا عالم، اصابت رائے کا حامل اور بالغ نظر رکھنے والا آدمی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ ان سے کہتے کہ میرے پاس کچھ پیچیدہ مسائل آگئے ہیں، ان مسائل کا حل تم ہی کرو، جب کہ حضرت عمرؓ نگاہ مسلمانوں کے لئے بڑی دور رس تھی، مسلمانوں کے معاملات میں جفاکش ہونے کے اعتبار سے بہت مشہور تھے۔

عطاء بن رباح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مجلس سے زیادہ معزز کسی مجلس کو نہیں دیکھا۔ آپ سب بڑے فقیہ اور عالم تھے۔ آپ کی مجلس میں اصحاب فقہ بھی رہتے اور اصحاب قرآن بھی اور اصحاب شعر بھی، آپ ان سب کو ایک وسیع وادی میں لے جاتے اور حضرت عمر بن خطابؓ اکابرین صحابہ کے ساتھ ان سے بھی دریافت کرتے، اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کے لئے علم و تفقہ میں زیادتی کی دعا کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہماری عمریں پالیتے تو ان کے علم کا دسواں حصہ بھی کوئی آدمی علم نہیں حاصل کر پاتا۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے جس شخص نے بھی کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ آدمی فقیہ ہے یا غیر فقیہ۔

ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا، آپ نے فرمایا کہ سانکوں کی زبان اور عاقلوں کے دل سے۔ آپ کو آپ کی کثرت علم کی بناء پر بحر کہا جاتا تھا۔
ملاؤس کا بیان ہے کہ میں نے تقریباً پچاس اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان سے کوئی چیز بیان کی، تو انہوں نے مخالفت کی، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے اس قول پر جیسے رہے اور ان کو قائل بنا کر چھوڑا۔

اعمش کہتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو دیکھا تو کہا کہ یہ سب سے زیادہ خوبصورت آدمی ہیں، جب انہوں نے بات کی تو میں نے کہا یہ سب سے زیادہ فصیح اللسان

آدی ہیں، پھر جب انہوں نے بیان کیا تو میں نے کہا یہ سب سے بڑے عالم ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ جب عبد اللہ بن عباس کسی چیز کی تفسیر بیان کرتے تو میں ان کے چہرے پر نور دیکھتا۔ ابن سیرین نے کہا کہ صحابہ کرام یہ خیال کرتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس جتنا علم ہے، اتنا تمام لوگوں کے پاس نہیں ہے۔

ابن عون کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھا گویا میں انکار کر رہا ہوں، پھر انہوں نے کہا کہ کیا ایسی بات نہیں کہ ابو بکر جو جانتے تھے، وہ تمام لوگ نہیں جانتے تھے، پھر عمر کے پاس جو علم تھا وہ تمام لوگوں کے پاس نہیں تھا۔

عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ اگر تمام قبائل عرب کا علم ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور حضرت عمر کا علم دوسرے پلڑے میں تو حضرت عمر کا پلڑا جھک جائے گا۔

اعمش کہتے ہیں کہ لوگوں نے یہ بات ابراہیم سے کہی، ابراہیم نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر علم کے دس حصوں میں نو حصہ لے گئے۔

سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے کسی کو حضرت عمرؓ سے بڑا عالم نہیں سمجھتا ہوں۔

شعبی کہتے ہیں لوگوں کے قضاۃ چار ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عائشہؓ، فرائض، سنن، احکام، حلال و حرام اور تفسیر کے علم میں مقدم تھیں۔

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ مجھے کبھی بھی کسی ایسے شخص کی مجلس نہیں ملی جو حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر علم قضا اور زمانہ جاہلیت کی تاریخ کا عالم ہو، ان سے زیادہ شعر کی روایت کرنے والا اور علم فرائض و طب میں ماہر ہو۔

عطاء کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ اور فقیہہ تھیں۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے آٹھ سو سے صحابی دنا ہوا۔

نے علم کی روایت کی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد ﷺ کے دل کو تمام لوگوں میں بہتر پایا، پھر آپ کے صحابہ کے دلوں کو تمام لوگوں سے بہتر پایا، تو ان کو آپ کا وزیر بنا دیا گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اصحاب محمد ﷺ مراد ہیں۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی (النمل-59)

کہہ دو کہ حمد اللہ کے لئے ہے، اور سلام اس کے ان بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔

ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جو شخص تم میں سے کسی کے طریقے پر عمل کرنا چاہتا ہو، وہ ان لوگوں کے طریقے کو اپنائے جو مرچکے ہیں، اس لئے کہ جو لوگ زندہ ہیں، وہ فتنے سے مامون نہیں ہیں۔ وہ اصحاب محمد ہی تھے۔ جن کے دل اس امت میں سب سے زیادہ نیک تھے، جن کا علم سب سے زیادہ گہرا تھا، جو سب سے کم تکلف کرتے تھے وہ ایسی قوم تھی، جس کو اللہ نے اپنے دین کی قیام کے لئے اور اپنے نبی کی محبت کے لئے چن لیا تھا، تو ان سے حق کو پہچانو۔ ان کی ہدایتوں کو پکڑو، اس لئے کہ وہ سیدھے راستے پر تھے۔

اللہ نے ان کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ایسی تعریف کسی امت کی نہیں کی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

وَحَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شٰهَدَآءَ عَلٰی النَّاسِ وَیَكُوْنُوْا الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شٰهِيْدًا. (البقرة-143)

اور اسی طرح ہم نے تم کو متوسط امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تمہارے اوپر گواہ رہیں۔

دوسری جگہ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (ال عمران-110)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم انہیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

ایک جگہ ہے:

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سُجَّدًا يُنْغَوْنَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَضَوْنَا سُيْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا (آل عمران: 29)

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں تم جب انہیں دیکھو گے تو رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے سجدے کے اثرات ان کے چہرہ پر موجود ہوں گے جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں یہ ہے ان کی صفت تو راق میں اور انجیل میں، ان کی مثال یوں دی گئی ہے، گو یا ایک بھتیجی ہے جس نے کوئیل نکالی پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے سنے پر کھڑی ہو گئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے پر طعنے، اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے۔

ایک جگہ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ: 119)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں میں سے ہو جاؤ۔

یہاں محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ مراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے اپنے امتیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم بہترین امتیوں کی تکمیل کرنے والے ہو، جن میں سب سے افضل اور اعلیٰ تم ہی ہو، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہو۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (التوبہ: 100)

مہاجرین و انصار میں سے جو سابقین اولین ہیں، اور جنہوں نے ان کی اتباع کی احسان کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے جنت تیار کر رکھا ہے، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

امام مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ ابن عباس اور ابن عمر حجابوں کے آنے کے وقت لوگوں کے لئے راستہ میں بیٹھ جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں کسی دن حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھ جاتا اور کسی دن ابن عمرؓ کے پاس، عبد اللہ بن عباس سے جو بھی پوچھا جاتا، اس کا جواب اور فتویٰ دیتے اور ابن عمر اکثر باتوں کو لوٹا دیا کرتے تھے۔

مالک نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ معاذ بن جبل قیامت کے دن تاحد نظر یا پتھر پھینکنے کی مقدار تک علماء کے امام ہوں گے۔

مالک کا کہنا ہے کہ ابن عمرؓ کی یہ حدیث کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے۔ وہ لوگوں کو موسم

جج میں اور اس کے علاوہ میں فتویٰ دیتے اور آپ ائمہ دین میں سے تھے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت جریرؓ سے فرمایا، اللہ تمہارے اوپر رحم کرے، تم جاہلیت میں سردار تھے

اور اسلام میں فقیہ۔

محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ عمران بن حصین سے افضل بصرہ میں کوئی نہیں آیا، اور جابر بن

عبد اللہ کا رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں ایک حلقہ ہوتا، جن سے لوگ علم حاصل کرتے، درحقیقت

آفاق عالم میں علم کی روشنی صحابہ کرام کے ذریعہ پھیلی انہوں نے ہی ملکوں کو جہاد سے فوج کیا اور دلوں کو علم و قرآن کے ذریعے اور پوری دنیا کو علم و حکمت سے بھر دیا اور آج کل کے لوگ حقیقت میں انہیں کے چھوڑے ہوئے علوم کی اتباع کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے اپنی کتاب "الرسالہ" کے اندر صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی بڑی تعریف کی ہے پھر فرمایا ہے کہ وہ علم اور اجتہاد، تقویٰ و عقل اور ہر اس امر میں ہم سے فوقیت رکھتے تھے جس سے علم حاصل ہوتا ہے، ان کے آراء ہمارے لئے قابل تعریف ہیں اور ہماری راہوں سے بہتر ہیں اور وہ لوگ جن سے ہم راضی ہیں اور ہمارے شہر میں جن سے روایت کی جاتی ہے اگر تمام صحابہ کے اقوال وہ نہ لیں تو انہیں ایک بھی سنت کا علم نہیں ہوگا اور اگر بعض صحابہ کے اقوال ان تک نہ پہنچیں تو انہیں بعض سنت کا علم نہیں ہو سکتا، اسی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ ہم ان تمام لوگوں کے اقوال سے نہیں نکل سکتے۔

امام شافعیؒ مزید فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے توراۃ انجیل اور قرآن میں صحابہ کرام کی تعریف کی ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی ان کے وہ فضائل بیان کئے ہیں جو ان کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہنچ جائے تو ہم اسے سر آنکھوں پر رکھیں گے اور جب صحابہ کا قول ملے تو ہم ان کے قول کو اختیار کریں گے اور اس سے نہیں نکلیں گے۔

ابن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ شام میں داخل ہوئے تو اہل کتاب کا ایک شخص انہیں دیکھ کر کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ ساتھی جنہیں آروں سے چیر دیا گیا اور سولی دے دی گئی وہ بھی ان سے زیادہ مجتہد نہیں تھے۔ خود صادق المصدق جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے علی الاطلاق صحابہ کے زمانہ کو سب سے بہترین زمانہ کہا ہے۔ جیسے کہ اللہ رب العالمین نے ان کے بارے میں مطلقاً خیر الائم ہونے کی گواہی دی ہے۔ ان

کے علماء اور تلامذہ ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو علم سے بھر دیا، تمام علماء اسلام ان کے شاگرد اور سلسلہ بسلسلہ شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

ان کے پاس صحابہ کی بیان کی ہوئی جو چیزیں ہیں وہی سب سے بہتر ہیں۔ صحابہ کی فقہ سب سے بہتر اور ان کی تفسیر سب سے اچھی مانی جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کی ذات اس کی صفات و افعال قضا و قدر کے باب میں صحابہ کے اقوال سب سے مقدم ہیں، اور جو شخص صحابہ کے بیانات اور انبیاء کے بیانات دونوں سے واقف ہو تو اسے اندازہ ہوگا کہ درحقیقت صحابہ کی تفسیر اور ان کی بیان کی ہوئی چیز انبیاء کے قول کی ترجمان ہوتی ہے نیز اسی سے ماخوذ مشتق ہوتی ہے اور تمام علوم نافعہ جو امت کے اندر رائج ہیں وہ انہیں کے کلام سے ماخوذ و مستنبط ہیں اور یہ علماء انہیں کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ جن کی تصانیف اور فتاویٰ سے روئے زمین بھر گئی ہے۔

امام مالک کے فتاویٰ متعدد موٹی موٹی کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں، اسی طرح امام ابو حنیفہ کے بھی اسی طرح امام شافعی کی تصنیفات سو کے لگ بھگ ہیں، اسی طرح امام احمد کے فتاویٰ اور ان کی تصنیفات تقریباً سو بڑی کتابوں کی شکل میں ہیں، جن میں صرف فتاویٰ بیس جلدوں میں ہمارے پاس موجود ہیں، اور ان کی اکثر تصنیفات کل کے کل رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ تابعین ہی سے ماخوذ ہیں۔

اور متاخرین میں امام ابن تیمیہؒ کو لے لیجئے، جن کے فتاویٰ ان کے شاگردوں نے تیس جلدوں میں جمع کئے ہیں جن کو میں نے دیا مصر میں دیکھا اس کے علاوہ بھی ائمہ اسلام کی اتنی تصنیفات ہیں، جن کا شمار کرنا مشکل ہے اور تمام کے تمام لوگ اول سے آخر تک صحابہ کے علم و فضل کا اقرار کرتے ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ان کا علم صحابہ کے مقابلے میں ایسے ہی ہے جیسے کہ صحابہ کرام کا علم رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں ہے۔ مروی ہے کہ کعب احبار نے ایک یہودی عالم کو آہ و بکا میں مبتلا دیکھا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سا امر رلا رہا ہے، اس نے کہا کوئی بات یاد آئی ہے جس سے یہ حالت طاری ہے۔

حضرت کعب نے کہا میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر میں تجھ سے وہ امر بیان کر دوں جو تجھے رلا رہا ہے تو تو میری تصدیق کر دے گا اور حقیقت کا اعتراف کر دے گا اس نے کہا ہاں۔ انہوں نے کہا میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے جب تورات کی تلاوت کی تو عرض کیا اے رب العالمین میں تورات میں ایسی امت کی نشاندہی پاتا ہوں جو سب امتوں سے سیرت و کردار میں بہتر ہوگی اور ان کو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا جائے گا، جو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے اور پچھلی سب کتابوں پر ایمان لائیں گے، مگر وہ لوگوں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ دجال امور کو قتل کریں گے، انہیں میری امت بنادے اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ وہ تو امت احمد ہیں۔

اس یہودی عالم نے کہا ہاں (میں نے یہ مضمون توراۃ میں دیکھا ہے)

کعب احبار نے فرمایا تجھے میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے تورات میں دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توراۃ پر نظر ڈالی تو عرض کیا اے اللہ میں ایسی امت کا یہاں تذکرہ پاتا ہوں جو بہت ہی حمد و ثناء بجالانے والے ہوں گے اور عبادت کا وقت معلوم کرنے کے لئے سورج کا خاص طور سے خیال رکھیں گے۔ منصب عدالت و حکومت پر فائز ہوں گے، جب کسی کام کا ارادہ کریں گے تو مشیت خداوندی کو مد نظر رکھ کر کہیں گے، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ایسا کریں گے ان کو تو میری امت بنادے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ یہ تو امت احمد ہیں۔ یہودی عالم نے کہا ہاں، کعب احبار نے پھر کہا میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا توراۃ میں مرقوم نہیں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کو دیکھا تو اللہ رب العالمین سے کہا کہ اے اللہ میں اس کے اندر ایسی امت کا حال دیکھ رہا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی شخص بلندی پر چڑھے گا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرے گا اور جب وادیوں میں اترے گا، تو الحمد للہ پکارے گا، پوری روئے زمین اس کے لئے (بطریق تہتم) موجب طہارت ہوگی اور ساری روئے زمین ان کے لئے نماز کی جگہ،

جناب سے طہارت حاصل کرنے والے ہوں گے اور پانی دستیاب نہ ہونے پر روئے زمین ان کے لئے پانی کی طرح موجب طہارت ہوگی، قیامت کے دن آثار و ضو سے ان کے چہرے ہاتھ پاؤں منور ہوں گے۔ اے اللہ تو ان لوگوں کو میری امت بنادے۔

اللہ رب العالمین نے فرمایا، اے موسیٰ وہ تو امت احمد ہیں، یہودی عالم نے کہا ہاں میں نے یہ مضمون توراۃ میں دیکھا ہے۔

حضرت کعب احبار نے پھر ان سے یہ کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب (توراۃ) میں تو نے دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ نے تورات میں امت مرحومہ کا حال ملاحظہ فرمایا تو عرض کیا اے رب! میں تورات میں ایسی امت کی شان دیکھتا ہوں جو رحم کی گئی ہے اور کمزور ہے۔ تو نے ان کو کتاب کا وارث بنایا ہے اور ان کو اپنے نفس کے لئے جن لیا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، اور کچھ لوگ میانہ روی اختیار کرنے والے ہیں اور کچھ لوگ بھلائی میں سبقت کرنے والے ہیں۔ میں ان میں تمام لوگوں کو موم دیکھتا ہوں، تو اے رب العالمین ان کو میری امت بنادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ وہ احمد مختار کے امتی ہیں، یہودی عالم نے کہا ہاں۔

حضرت کعب نے پھر اس سے کہا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں، کیا تو نے تورات کے اندر اس امر کا مطالعہ کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تورات میں امت مرحومہ کا تذکرہ دیکھا تو کہنے لگے، اے اللہ تعالیٰ میں تورات میں ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے مصاحف ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گے، نماز میں صف بندی ایسے ہی کریں گے جیسے کہ ملائکہ آسمانوں میں کرتے ہیں، مساجد میں ان کے الفاظ شہد کی کھینوں کی طرح محسوس ہوں گے، ان میں کوئی بھی آگ میں داخل نہیں ہوگا، ماسوا اس شخص کے جو نیکیوں سے اس طرح دور ہوگا جیسے نباتات پتھر پر اگنے سے۔ تو اے اللہ تو انہیں میری امت بنادے، اللہ رب العالمین نے فرمایا اے موسیٰ، وہ امت احمد علیہ السلام ہیں یہودی عالم نے کہا ہاں میں اس امر کو مانتا ہوں۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے اس خبر و برکت اور فضل و شرف پر تعجب کیا، جس سے اللہ نے محمد ﷺ اور آپ کی امت کو نوازا، تو کہا اے کاش میں بھی اصحاب محمد سے ہوتا تو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تین آیات نازل فرمائیں جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کو راضی کرنا مقصود تھا۔

پہلی آیت:

يَسْمُوْسِيْ اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلٰى النَّاسِ بِرِسَالَتِيْ وَبِكَلامِيْ فَخُذْ مَا اَنْتُنْكَ وَتَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝ (الاعراف- 144)

اے موسیٰ ہم نے تمہیں تمام لوگوں پر رسالت و ہمکاری کے لئے منتخب فرما کر فوایت دے دی ہے تو جو کچھ ہم نے عطا کیا ہے اسے لے لو اور شکر گزاروں میں شامل ہو جاؤ۔

دوسری آیت:

وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤَسَّى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَّعْدِلُوْنَ ۝ (الاعراف- 159)

اور موسیٰ علیہ السلام کی امت میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی طرف لوگوں کو بلاتی ہے اور حق کے ساتھ حکم دیتی ہے۔

تیسری آیت:

وَكُتِبْنَا لَهُ فِى الْاَلْوَا حِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۝ (الاعراف- 145)

ہم نے ان کے لئے الواح توراۃ میں ہر چیز درج فرمادی۔

تو موسیٰ علیہ السلام پوری طرح راضی ہو گئے۔

یہ فیصلہ بعض توراۃ میں ہیں بعض صحف شعیا علیہ السلام میں یعنی دوسری آسمانی کتابوں میں اور یہاں توراۃ سے مراد صرف توراۃ معینہ نہیں ہے جو ان کے ہاتھوں میں موجود ہے۔ اللہ رب العالمین نے حضرت موسیٰ کے لئے الواح تورات میں ہر چیز کو بطور فصاحت مفصلاً بیان کر دی تھی، لیکن جب اسے توڑ دیا گیا تو بہت سی چیزیں اٹھالی گئیں اور بہت سی خبریں باقی رہ گئیں۔ لہذا اگر اہل کتاب کو معلوم نہ ہو تو ان کا نہ جانتا اس کی صحت نقل میں قاصر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انبیاء علیہ السلام سے حاصل کردہ علوم میں بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جس کو چند لوگ یا صرف ایک آدمی

جانتا ہے، اور یہ امت یہود اپنے انبیاء کے زمانہ ہی سے اس علم کے وارث تھوڑے ہی مقدار میں رہے اور اکثر لوگ اس کے منکر اور جاہل رہے ہیں۔

حضرت کعب احبار نے ایک آدمی کو کہتے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میدان قیامت میں حساب کے لئے جمع کئے گئے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کو بلایا گیا اور ہر نبی کے ساتھ ان کی امت بھی آئی۔ میں نے ہر نبی کے ساتھ دو امت دیکھا اور ان کے ہر قبیح کے لئے ایک نور، جس کی روشنی میں وہ چلتے تھے جب محمد ﷺ کو بلایا گیا تو ان کے سر اقدس اور چہرہ انور کے ہر بال کی جگہ نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور آپ کے ہر قبیح کے لئے دو نور تھے، وہ اس کی روشنی میں چل رہے تھے۔

کعب احبار نے اس شخص سے پوچھا تمہیں یہ بات کس نے بتائی، اس نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کعب نے مزید اطمینان کے لئے کہا تو نے یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے، اس نے کہا ہاں تو کعب احبار نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو کچھ تو نے دیکھا ہے یہ نبی کریم ﷺ، آپ کی امت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اور ان کی ام کی صفات و کیفیات ہیں (جو توراۃ میں منقول ہیں) گویا کہ تو نے تورات سے ان صفات و کیفیات کی تلاوت کی ہے۔

بعض کتب قدیمہ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا اے اللہ کے روح، کیا اس امت کے بعد بھی کوئی امت ہے انہوں نے کہا ہاں۔ لوگوں نے کہا وہ کون سی امت ہے، آپ نے فرمایا امت احمد۔ لوگوں نے پوچھا امت احمد کون ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ علماء حکماء، ابرار اور اتقیا ہیں۔ وہ فقہ و علم میں انبیاء کے مانند ہیں، وہ اللہ کے تھوڑے سے رزق پر راضی رہیں گے اور اللہ ان کے تھوڑے عمل پر راضی رہے گا۔ ان کو جنت میں لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے سے داخل کرے گا، حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس امت کے علماء بنو اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں، اور اس کے متعلق ایک مرفوع حدیث بھی ہے جس کی صحت کا حال مجھے معلوم نہیں۔

ذرا مغضوب اور گمراہ امت اپنے علوم اور علماء کا جائزہ لیں

میں پوچھتا ہوں کہ تم تثلیث کے علمبرداروں، صلیب پرستوں، ملعونوں اور مغضوبوں کو علم و فقہ میں کون سا درجہ حاصل ہے جو تم نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو علم و فقہ سے کوراہن کرتے ہو جب کہ آپ کے اصحاب اور ان کے شاگرد بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند علم رکھتے ہیں اور ملعون و مغضوب تمہارے علماء خدا کے نزدیک گدھے کے مانند ہیں، جو صرف کتابوں کا بوجھلا دے ہوئے ہیں اور تم نے تو خدا کے بارے میں ایسی خرافات باتیں کہی ہیں کہ دنیا کی کسی قوم نے ایسی گستاخی باتیں نہیں کیں۔

لہذا جب تم دنیا کی تمام برائیوں اور اخلاقی گراؤں کے پیکر ہو تو تمہاری یہ مجال کہ تم اصحاب محمد ﷺ پر لعن طعن کرو، ان کو جاہل و ان پڑھ بتلاؤ، شناخت و تمیز عالم اور جاہل کے درمیان تو وہ کرے اور وہی شخص کر سکتا ہے جو انہیں کا ہم پلہ اور انہیں کے زمرے کا ہو۔

اور تم تو ایسے ہی ہو جیسے کہ کوئی خالی ہاتھ، نہتا آدمی کسی ایسے شخص سے مقابلہ کر رہا ہو جو ہتھیاروں سے لیس ہو، یا شیشہ کا گھر رکھنے والا آدمی پتھر کا قلعہ رکھنے والے شخص سے ٹکرائے۔ غرض کہ تم تو پوری دنیا میں سب سے بڑے جاہل ہو، تمہارے علوم کا سب سے بڑا سرمایہ ”المشنا اور تلمود“ ہے جس میں صرف اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی، موسیٰ علیہ السلام پر بہتان طرازی کی گئی ہے اور جس میں صرف احبار سوء اور علماء سوء کی نت نئی گڑھی ہوئی باتیں ہیں، جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تمہارا علم یہی ہے کہ اللہ کو انسانوں کی پیدائش پر ندامت ہوئی اور ان کا وجود ان پر سخت گزرا، اور طوفان نوح کے بعد اس سے متاثر ہو کر اس قدر رویا کہ اسکی آنکھیں پر آشوب ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اسکو تسلی دی اور عبادت کی۔

اسی طرح تمہارے بھائی امت ضلال نصاریٰ کا علم یہ ہے کہ انہوں نے تمام شرائع انبیاء کو چھوڑ دیا اور حضرت مسیح کی مخالفت کی، اپنے احبار اور علماء کی باتیں اور اللہ رب العالمین پر ایسی بڑی

بہتان طرازیں کیں کہ قریب تھا کہ آسمان و زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ڈھے جائے، اگر اللہ رب العالمین ان کو نہ روکتا۔

ان کے علم نے انہیں تثلیث کا تختہ دیا۔ صلیب پرستی اور بت پرستی پر ابھارا، یہاں تک کہ ان کے ایک عالم نے کہا کہ وہ ہاتھ جس نے حضرت آدم کی مٹی کا گار بنایا، اس کو سولی پر لٹکایا گیا اور اسی بالشت کو سولی پر تیر کا نشانہ بنایا گیا، جس کے ذریعے اس نے آسمانوں کو ناپا اور ایک عالم ”عریقودس“ نے یہ کہہ دیا کہ جس نے یہ نہیں کہا کہ حضرت مریم نعوذ باللہ اللہ کی والدہ ہیں وہ اللہ کی ولایت و دوستی سے خارج ہے۔

امت کے گناہ رسولوں اور انکی رسالت میں قاذح نہیں ہو سکتے

سائل کا کہنا ہے کہ ہم مسلمانوں میں زیادہ برائی، انہیں لوگوں کے اندر دیکھتے ہیں جو ان میں بڑے عالم اور فقیہ مانے جاتے ہیں۔ مثلاً زنا کاری، لواطت، خیانت، حسد و بخل، عذر و ظلم، فخر و تکبر، تقویٰ اور ایمان کی کمی، رحم و مروت سے عاری بے صبرا، دنیا کا حریص، نیکیوں میں پیچھے اور ست رہنے والا اور یہ برائیاں ایسی ہیں جو انسان کے اقوال کو ساقط الاعتبار بنا دیتی ہیں۔ اس کا جواب متعدد طریقوں سے ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اگر رسول کے امتی اور اتباع برائیاں کریں تو انبیاء علیہم السلام کیا کریں، ان کی کیا غلطی ہے، کیا یہ چیز ان کی نبوت میں قاذح ہوگی، یا ان کی رسالت میں کچھ نقص پیدا کرے گی، اور یہ بتلاؤ کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ وہ کون ہے جو گناہوں اور خطاؤں سے مبرا اور منزہ ہو اور اگر ان کے قبیح برائی میں ملوث ہوں تو کیا اس نبی کی تکذیب جائز ہوگی، بلکہ یہ تو بہت بڑے گناہ کی بات ہوگی، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی مریض آدمی کہ کسی ناصح طبیب نے کوئی ایسا نسخہ بتلایا، جس سے اس کو پوری طرح شفا حاصل ہو جائے لیکن وہ مریض کہنے لگے کہ اگر تم طبیب ہوتے تو فلاں فلاں شخص مریض کیوں ہوتے، کیا انبیاء کے اوپر یہ واجب ہے کہ تمام

مریضوں کو شفا دے دیں، یہاں تک کہ پوری دنیا میں کوئی مریض باقی نہ رہ جائے کیا لوگوں نے ایسی کوئی غلطی رسول کے لئے ثابت کی ہے۔

موحد مسلمانوں کے گناہ یہود و نصاریٰ کے بڑے گناہوں کے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے کہ سمندر میں کوئی بد بودار چیز یا تھوک پڑا ہو

دوسرا جواب یہ ہے ذنوب و معاصی تمام امتوں کے درمیان مشترک چیزیں ہیں اور دنیا کے تمام انسانوں میں خواہ عالم ہوں یا جاہل زائد ہوں یا دنیا دار، امیر ہوں یا مامور ہمیشہ سے پائی جاتی رہی ہیں، صرف اسی امت کے لئے خاص نہیں ہیں جس کی بناء پر ان کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائے، اور ان کے نبی کی نبوت کو جھٹلایا جائے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ذنوب و معاصی کا ارتکاب ایمان بالرسول کی نفی نہیں کرتا ہے بلکہ بندہ گناہ کر کے بھی اسلام و ایمان کے دائرہ میں رہتا ہے اس سے خارج نہیں ہوتا، البتہ گناہ اس کے ایمان کی تکمیل و اتمام میں قاصر ہوتا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ بندہ جب سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ اس کے گناہ آسمان کی بلندی تک اور زمین کے ذرات کے برابر کیوں نہ ہوں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

قُلْ يٰۤاَعْبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (الزمر-53)

اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتیاں کی ہیں، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوا اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، بیشک وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ تائب کے حق میں ہے غرض کہ توبہ ما قبل گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم اگر تو میرے سامنے روئے زمین بھر غلطیاں لے کر حاضر

ہوگا تو اگر تو نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا ہے تو میں زمین بھر بخشش لے کر حاضر ہوں گا۔

اس لئے اگر مسلمان توحید پرست ہوں، تو ان کے گناہ بالکل معاف کئے جائیں گے اور اگر معاف نہ کئے گئے۔ پھر بھی وہ اپنے گناہوں کا غمناک نہ بھگتنے کے بعد جہنم سے نکالے جائیں گے اس کے برخلاف مشرکین و کفار کی تمام نیکیاں ساقط الاعتبار قرار دی جائیں گی اور کسی بھی نیکی کے بدلے وہ اللہ سے نجات حاصل کرنے کی امید نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کا کوئی گناہ معاف کیا جائے گا۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (انعام-48)

بیشک اللہ شرک کو نہیں معاف کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔

اسی طرح کفار و مشرکین کے حق میں اللہ رب العالمین نے فرمایا۔

وَقَدْ مَنَّاۤ اِلَیْ مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَعَجَلْنٰہُۢمَاۤ اَنْتَٰوْرَا (الفرقان-23)

اور ہم ان کے عمل کی طرف متوجہ ہوئے تو ان کو پراگندہ غبار بنا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رب العالمین کسی مشرک کا عمل قبول نہیں کرے گا غرضیکہ سچے دل سے توبہ، خالص توحید، جمع کی ہوئی نیکیاں اور وہ مصائب جو کفارے کا باعث بنتے ہیں اور موحدین کے لئے حضور کی شفاعت وغیرہ ان کے گناہوں کو مٹا دیں گی، پھر اگر ان کے گناہ معاف نہ کئے گئے تو جہنم میں داخل ہونے کے بعد ان کی توحید ان کو جہنم سے نکال لے گی اس کے مقابلہ میں کفار و مشرکین کی تمام نیکیاں ضائع و برباد ہو جائیں گی اور وہ بالکل تہی دست ہوں گے۔

یہودی کی قابلِ ندامت غلطیوں اور برائیوں کا بیان

میں اس مفسوب اور بندہ کی اولاد سائل سے پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے ہوئے شرم نہیں آتی ہے، حالانکہ تم مفسوب و ملعون اسلاف کی اولاد ہو، جنہوں نے متعدد مرتبہ خدا کی ایسی نشانیاں دیکھیں کہ کسی امت کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا لیکن پھر بھی سرکشی کرتے

رہے، خدا نے ان کے لئے دریائے نیل کا پانی پھاڑ کر راستہ بنایا، اور فرعون سے نجات دلائی، لیکن اس کے باوجود بھی ابھی دریا کے پانی سے ان کے پاؤں خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنے لگے۔

يٰمُوسٰى اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِلٰهَةُ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝

(الاعراف- 138)

اے موسیٰ ان شرکین کے بتوں کی طرح ہمارے لئے بھی معبود بنادیتے، حضرت موسیٰ نے کہا تم لوگ بالکل جاہل قوم ہو۔

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انکار پر انہیں تسلی بھی نہیں ہوئی اور جیسے آپ کوہ طور پر ایک مقررہ مدت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے چھڑا بنا کر پرستش شروع کر دی اور حضرت ہارون علیہ السلام ان کو روک نہ سکے۔

یہی تمہارے وہ اسلاف ہیں، جنہوں نے بار بار نشانیاں دیکھنے کے باوجود بھی کئی مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جرم کرنے کا قصد کیا، حالانکہ وحی ان کے درمیان نازل ہو رہی تھی اور جب انہیں جہاد کی طرف بلایا گیا تو کہنے لگا۔

فَاَذْهَبَ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هُنَا فَعِدُّوْا ۝ (المائدہ- 24)

موسیٰ! تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم لوگ یہیں بیٹھے رہیں گے اور نہیں جائیں گے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں، یہاں تک کہ ان کے بارے میں مشہور کر دیا کہ یہ بغیر خبیثہ والے ہیں، اسی بناء پر تنہا نہاتے ہیں۔

اللہ نے آپ کو ان کی بہتان طرازی سے منزہ کرنا چاہا، چنانچہ آپ ایک دن غسل کر رہے تھے اور اپنا کپڑا نکال کر ایک حجر پر رکھے ہوئے تھے، اتفاق سے وہ حجر آپ کا کپڑا لے کر بھاگا آپ اس کے پیچھے ننگے دوڑے، اس وقت بنو اسرائیل نے آپ کی شرمگاہ دیکھی اور اس کو سالم الخلقیت پایا۔ تمہارے اسلاف وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت ہارون کے انتقال کے بعد

حضرت موسیٰ پر یہ الزام تراشی کی کہ ہارون کو موسیٰ ہی نے قتل کیا ہے اور چھپا دیا ہے، پھر ملائکہ نے ان کا تابوت آسمان و زمین کے درمیان اٹھایا اس وقت انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور یقین کیا اور من و سلویٰ کے مقابلہ میں گوشت، پیاز، لہسن، اور دال کھانے کے لئے مصر میں واپس آ کر غلامی کی زندگی پر راضی ہوئے اور میدان جنگ ہی میں دشمن کے سامنے اور حضرت موسیٰ کی موجودگی میں وہ اس قدر زنا کاری میں مبتلا ہوئے کہ کمزور ہو گئے اور دشمن کو مغلوب نہ کر سکے وہی تمہارے اسلاف ہیں۔ جنہوں نے یوشع بن نون کے بعد بت پرستی اپنالی اور سنہرے دن مچھلیوں کے شکار کے لئے ایک نیا حیلہ نکالا، جس کے بدلے میں بندر بنادیتے گئے۔

یہی وہ انبیاء کی قاتل جماعت ہے جنہوں نے ایک دن میں ستر بیویوں کو ناحق قتل کیا، صبح کے وقت اس جرم عظیم کا ارتکاب کیا اور شام کو اپنے خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے، اور ان کو ذرا بھی احساس نہ ہوا جیسے کہ انہوں نے بکریوں کو ذبح کیا ہے، یہاں تک کہ انہوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو آڑے سے چیر دیا، یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے گناہوں پر مصر رہے اور بہت سے احکام توراۃ کے بدلے پر متفق ہو گئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے اوپر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے کا الزام لگایا اور حضرت یوسف پر یہ الزام لگایا کہ وہ امراۃ عزیز سے زنا کاری پر آمادہ ہوئے اور بالکل تیار ہی تھے کہ دیوار بچھی اور حضرت یعقوب کی ہتھیلی نمودار ہوئی وہ اپنی انگلیوں کے پوروں کو کاٹ رہے تھے، یہ کیفیت دیکھ کر حضرت یوسف کھڑے ہو گئے اور بھاگے۔

تم انہیں ملعونوں کی اولاد تو ہو، جنہوں نے اولاد سلیمان کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کی اطاعت کی جس نے ان کے لئے سونے کا دو مینڈھا تیار کیا، پھر وہ اس کی پرستش کرنے لگے، یہاں تک کہ اولاد سلیمان کے اتباع کرنے والے مومنوں اور ان کے درمیان زبردست جنگ ہوئی، جس میں ہزاروں لوگ قتل کئے گئے، کیا تمہیں اپنا آباء و اسلاف کے ان افعال پر ذرا بھی شرم نہیں آتی۔

اے مینڈھا اور گائے کی پوجا کرنے والو اور انبیاء کے قاتلو، جو تم مجاہد مومنوں کو ان کے

گناہوں پر لعن و طعن کرنے چلے ہو، کہاں وہ ذریت جس کے اباؤ کا تلوار انبیاء کے خون سے رنگی ہوئی ہے اور کہاں وہ مجاہدین جن کی تلواروں سے کفار و شرکین کے خون چپکتے ہیں۔

تم وہی ہو جو اپنی نمازوں میں یہ شرم ناک باتیں کہتے ہو، اے رب تو اپنی نیند سے بیدار ہو جا تو کتنا سوئے گا، اس طرح اس کی تعریف کرتے ہو اور طیش دلاتے ہو۔

تو کیا تمہیں ایسے مومنین کے عیوب پر لعن طعن کرتے ہوئے شرم نہیں آتی جو اپنی نمازوں میں یہ کہتے ہیں تمام تعریف اللہ رب العالمین کیلئے ہے جو رحمن و رحیم ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کے گناہ زمین کی کنکری، ریت اور مٹی نیز تمام ذی روح کے برابر بھی ہو جائے، پھر بھی صرف ایک نبی کے قتل کے بدلہ اور تمہاری ان بہتان طرازیوں کے برابر گناہ نہیں پہنچے گا، جو تم کہتے ہو کہ اللہ فقیر ہے، ہم غنی ہیں، عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور تمہارا قول کہ اللہ طوفان نوح کے بعد اس قدر رویا کہ اس کی آنکھیں پڑ آ شوب ہو گئیں، یہاں تک کہ ملائکہ نے اس کو تسلی دی اور عبادت کی اور وہ افسوس سے اپنے انگلیوں کے پوروں کو کاٹنے لگا، وہ انسانوں کو پیدا کر کے پچھتاتے لگا اور ان کا وجود اس کے اوپر شاق گزرا، جب اس نے ان کو معاصی و گناہ میں مبتلا دیکھا۔

اور سب سے بڑی بہتان طرازی یہ کہ ان تمام باتوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کردہ تورات کی طرف منسوب کرتے ہو۔

پس اگر مسلمانوں کے گناہ انتہا تک پہنچ جائیں، پھر بھی تمہارے مقابلہ میں ایسے ہی ہیں جیسے دریائے اندر کوئی بدبودار چیز یا تھوک پڑا ہو۔

تم اپنے اسلاف کا وہ کارنامہ کیوں بھلاتے ہو جو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے مقابلہ میں شاول کے ساتھ مل کر لڑائی کی تیاری کی تھی، پھر جب وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اطاعت کی طرف لوٹے کہ ان کے دود اور لشکر معذرت چاہنے لگے اور توبہ کی غرض سے حضرت

داؤد علیہ السلام تک پہنچے اور سبقت کرنے میں جھگڑ رہے تھے اچانک اس وقت ایک شخص ان میں سے نکل گیا اور بلند آواز سے کہنے لگا کہ نہ ہمیں داؤد کی اطاعت کرنی ہے اور نہ شاول نبی کی، اس لئے تمام بنو اسرائیل اپنے خیمے میں چلے جائیں یہ کہنا تھا کہ تمام لوگ اپنے خیموں میں چلے گئے، پھر جب یہ آواز دینے والا شخص مارا گیا تو تمام لشکر حضرت داؤد کی خدمت میں حاضر ہوئے، غرض کہ اس قوم کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کینوں کو ٹیل بجا کر جمع کیا جائے اور پھر ڈنڈوں سے بھگا یا جائے۔

یہود کا الگ الگ متفرق راستوں پر چلنا اور ”علم الذباحتہ“

کتاب کا گھرنا

یوں تو یہود بہت سے فرقوں میں بدل گئے، لیکن دو فرقوں میں عام طور پر سبھی یہود شامل ہیں۔ ایک فرقہ کا نام ”قراہون“ ہے اور دوسرے کار بانیوں، ان کے علماء اسلاف نے ان کے لئے دو کتابیں لکھیں ایک کا نام ”السنہ“ ہے جو تقریباً ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری کتاب کا نام ”سنمو“ جس کی مقدار اور حجم تقریباً فجر کے آدھے بوجھ کے برابر ہے۔ اس کے لکھنے والے صرف ایک ہی زمانے کے نہیں تھے، بلکہ نسلا بعد نسل یہ کتاب مختلف زبانوں میں لکھی جاتی رہی، یہاں تک کہ ان کے متاخرین نے دیکھا کہ اس کتاب کے اندر ہر زمانے میں زیادتی ہوتی رہتی ہے اور بعد کی زیادتیوں میں اور پہلے کی بہت سی چیزوں میں تضاد پایا جاتا ہے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ اگر زیادتی کا یہ دروازہ بند نہ کیا گیا تو بڑا فساد برپا ہوگا، چنانچہ انہوں نے زیادتی کرنے سے اپنے فقہاء کو بالکل منع کر دیا اور اسے حرام ٹھہرایا، اس لئے یہ کتاب اسی حجم و مقدار میں محصور رہی۔ ان کتابوں میں ان کے فقہاء نے ان پر دیگر ملت کے متبعین کے کھانے کی چیزیں اور ان کا ذبیحہ حرام قرار دیا ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ مسلسل ذات و نکبت، غلامی و مظلومیت کی زندگی گزارنے سے ان کا دین بالکل مٹ چکا ہے اور اپنی ملت کی شناخت کی خاطر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ان

کو دیگر ملتوں کے افراد میں غلط ملط ہونے سے روکا جائے، ان سے نکاح اور ان کا ذبیحہ کھانے پر پابندی لگائی جائے اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے ایک گروہی ہوئی دلیل انہوں نے یہ پیش کی کہ اللہ نے ہم کو ایسا حکم دیا ہے اور یہ پابندیاں اس کی جانب سے ہیں۔

حالانکہ یہ خدا پر سراسر جھوٹ باندھنا ہے کیونکہ تورات میں اللہ نے انہیں غیروں میں شادی کرنے سے اس لئے منع کیا تھا کہ کہیں وہ اپنی بت پرست اور کافر بیویوں کی موافقت کرتے ہوئے بت پرستی اور کفر پر آمادہ نہ ہو جائیں اور ان امتوں کا ذبیحہ کھانے سے منع کیا تھا، جو اللہ کا نام چھوڑ کر بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے ہیں، البتہ جو ذبیحہ اللہ کے نام پر ہو تو توراۃ نے ہرگز اس کے کھانے سے منع نہیں کیا ہے، بلکہ اس کے کھانے کا حکم دیا ہے، خواہ وہ ان کے غیر کا ذبیحہ ہو، اور موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے صرف بت پرستوں سے شادی کرنے پر پابندی لگائی ہے اور بتوں کے نام پر جو ذبح کرتے ہیں صرف اسی کے کھانے سے منع کیا ہے۔

لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ توراۃ میں صرف بت پرستوں کے ذبیحے اور ان سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے اور وہ بھی ایک خاص غرض و مقصد کو سامنے رکھ کر، وہ یہ کہ کہیں یہ لوگ کفار و مشرکین کے ساتھ پوری طرح غلط ملط ہو کر اپنے دین کو ترک نہ کر دیں اور ان کے مذہب کے علمبردار نہ بن جائیں۔

تو انہوں نے ایک دوسری کتاب گھڑی جس کا نام ”ہکلت شحیطا“ تھا پھر علم الذبائح کے نام سے اس کی تفسیر لکھی اور اس کے اندر اپنی ذلت و نکبت کی وجہ سے احساس کتری میں مبتلا ہو کر اپنے اوپر طرح طرح کے قیود و بیڑیاں عائد کر لیں اور مختلف قسم کی تفسیریں کی، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے طریقہ کا کھانا حرام کیا گیا ہے۔

اور طریقہ کی تفسیر انہوں نے اس کے اندر مختلف طریقے سے بیان کی ہے، مثلاً یہ کہ آدمی پھپھورے کے اندر پھونک کر ہوا بھرے اور تھوڑی دیر رک کر دیکھے کہ کیا ہوا اس کے کسی سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے یا نہیں، اگر ہوا باہر نکل جائے تو حرام ہے اور اگر پھپھورے کا بعض حصہ بعض

سے ملا اور چپکا ہو تو وہ بھی حرام ہے، اسی طرح ذبیحہ کے پیٹ میں ہاتھ ڈالے اور انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھے کہ کیا دل پیچھے سے یا دونوں جانب کسی رگ سے ملا ہوا تو نہیں ہے، اگر ملا ہوا ہے تو خواہ وہ بال کی طرح یا رگ کی طرح ہی سے کیوں نہ ملا ہو حرام ہے۔

یہ ہے ان کے یہاں طریقہ کی تفسیر، جس کے معانی ان کے یہاں نجس و حرام چیز کے ہیں۔ حالانکہ طریقہ کے معنی لغت میں فریسیہ کے ہیں، یعنی وہ شکار یا ذبیحہ جس کو شیر یا دوسرے درندے پھاڑ ڈالیں جیسا کہ تورات میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جب خون میں رنگی ہوئی قمیص لے کر حضرت یعقوب کے پاس آئے تو انہوں نے کہا ”طاروف طوراف یوسف“ یعنی جنگلی جانوروں نے یوسف کو پھاڑ کر کھالیا۔

دوسری جگہ تورات میں ہے کہ صحرا میں پائے گئے فریسیہ کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو کتوں کے لئے ڈال دو لہذا معلوم ہوا کہ طریقہ توراۃ میں فریسیہ اور میت کو کہا گیا ہے، جس کو اس وقت ان کے اوپر حرام کیا گیا۔ جب کہ وہ مقام تیرہ میں گوشت کھانے کے شدید خواہش مند تھے، لیکن بعد میں انہوں نے مختلف خرافات تفسیریں کیں اور کہنے لگے کہ جو ذبیحہ ان شرائط پر نہ ہو وہ دنیا یعنی طاہر ہے اور جو ان شرائط پر ہو وہ طریقہ ہے یعنی نجس و حرام ہے اور تورات کے مذکورہ عبارت کی ایک گھڑی ہوئی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جب تم کوئی جانور ذبح کرو اور اس کے اندر مذکورہ شرط نہ ملیں تو اس کو نہ کھاؤ بلکہ اس کو اپنے غیر ملت سے قیمت لے کر بیچ دو، اس طرح وہ کتوں سے مراد اپنے غیر ملت کے لوگوں کو لیتے ہیں، جن سے فریسیہ کو بیچنے کا حکم دیتے ہیں، اور اس کی قیمت اپنے لئے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ ہے ان کی تحریف اور دروغ گوئی کا بیان جو انہوں نے اللہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کی۔ اسی لئے اللہ نے اس معاملہ میں قرآن کے اندر ان کی تکذیب کی اور فرمایا:

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللَّهُ هَلَالًا حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ. (النحل، 115-114)

اللہ نے جنہیں جو حلال اور پاک روزی دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کا کھانا حرام کیا ہے۔

سورۃ انعام میں ہے کہ اے نبی! ان سے کہو کہ جو وحی میرے پاس آتی ہے، اس میں تو میں کوئی چیز ایسی نہیں پاتا ہوں جو کسی کھانے والے پر حرام ہو، الا یہ کہ وہ مردار ہو اور بہایا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو کہ وہ ناپاک ہے یا فسق ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، پھر جو شخص مجبوری کی حالت میں (کوئی چیز ان میں کھائے) بغیر اس کے کہ وہ نافرمانی کا ارادہ رکھتا ہو اور بغیر اس کے کہ وہ حد ضرورت سے تجاوز کرے، تو یقیناً تمہارا رب درگزر سے کام لینے والا اور رحم فرمانے والا ہے اور جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی، ان پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری کی چربی بھی بجز اس کے جو ان کی پیٹھ یا ان کی آنتوں سے لگی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی رہ جائے۔

غرض کے بعد کی یہی چار چیزیں ہیں جو ان پر مزید حرام کی گئی تھیں۔ سورۃ نحل میں ہے:

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَمًا مَّا قُضِيَ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (النحل-118)

وہ چیزیں خاص طور سے ہم نے یہودیوں کے لئے حرام کی تھیں جن کا ذکر اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں۔

غرضیکہ توراۃ و قرآن کریم میں یہی مذکورہ چیزیں حرام کی گئی ہیں۔

جب قراہون یعنی اصحاب عایان اور بنیامین نے اصحاب تلمود کی ان دروغ گوئیوں اور تحریفات کا مشاہدہ کیا اور اس کے علاوہ ان کو یہ بھی کہتے سنا کہ ان کے فقہاء جب اس طرح کے کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں تو اللہ ان کی طرف آواز کے ساتھ یہ وحی کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں فلاں فقیہ کی بات مان لو اور اس آواز کو وہ ”بش قول“ (خبر دینے والی آواز) کہتے ہیں۔

تو انہوں نے ان خرافات و باطل کی مخالفت کی، ان کی باتیں لینے سے روگردانی کی اور علم

الذباحۃ میں ان کی کتاب (الطحاہیم) کے خرافات و اکاذیب کی بھرپور تردید کی، اور اسے لغو قرار دیا اور جن ذباہج پر انہوں نے پابندی عائد کی تھی، اس کو اپنے لئے حلال کیا، ان کے فقہاء نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ لیکن انہوں نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھنے میں خوب مبالغہ آرائی کی۔ متاخرین کی اس جماعت کو ہم اصحاب ظواہر کہیں گے اور معتقدین کو اصحاب استنباط و قیاسات۔

ان میں دوسرے فرقے یعنی رباہون ہی کی تعداد زیادہ ہے، جنہوں نے ہی اللہ پر جھوٹی باتیں گھڑی ہیں اور جن کا کہنا ہے کہ اللہ ہم تمام لوگوں کو کسی مسئلہ کی صحیح رہنمائی کرنے کی خاطر آواز کے ساتھ مخاطب کرتا ہے اور اس کی آواز کا نام ”بش قول“ ہے۔

یہی وہ جماعت ہے جو یہودیوں میں سب سے زیادہ غیر اقوام کے لئے خطرناک اور سخت دشمن ہے کیونکہ ان کی کتاب ”طحاہیم“ نے ان کو اس گمان میں ڈال رکھا ہے کہ وہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ افضل ہیں اور ان کے لئے وہی کھانا حلال ہے جو شرائط کے مطابق ہو اور بقیہ تمام لوگ ان شروط سے ناواقف اور جاہل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ دوسروں کو چوپائے سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہیں، اور ان کے ذبیحہ کو مردار سے بدتر مانتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ”قراہون“ فرقہ کے اکثر بیشتر لوگ اسلام میں داخل ہو گئے، سوائے چند لوگوں کے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے فقہاء کی کذب بیانی و افتراء پر دازی سے خوب واقف تھے اور ان سے بدگمان ہو چکے تھے، دوسری وجہ یہ تھی کہ انہوں نے ظاہری چیزوں کو پکڑے رکھا اور تاویل و تخریف سے گریز کرتے رہے۔

ان ربانیوں نے ان قیود و سختیوں پر مزید سختیاں اور بیڑیاں یہودیوں پر بکھڑ دیں، جو اللہ نے بطور سزا ان پر مسلط کر دیا تھا، جس کے صرف دو مقاصد تھے، پہلا یہ کہ غیر امتیوں کے مذاہب سے ان کا اختلاف بڑھ جائے، یہاں تک کہ وہ ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیں تاکہ اپنے مذہب پر پوری طرح باقی رہیں اور یہودیت سے نہ ٹکلیں۔

دوسرا مقصد یہ تھا کہ مشرق و مغرب شمال و جنوب کے تمام گوشوں میں یہود بکھیر دیئے جائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَطَعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أَمَّا (الاعراف- ۱۶۸)

ہم نے ان کو زمین کے مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا۔

یہود کے علماء و فقہاء کے بدترین حیلوں کا بیان

یہودیوں کی حالت یہ تھی کہ جب ان میں سے کسی جماعت کے پاس دو دروازے کوئی آدمی آتا ہے اور ان کے دین میں خوب سختی کا اظہار اور حد درجہ کا احتیاط کرتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا عالم ہے اور اگر وہ سختی کا اظہار نہ کرے تو کہتے ہیں کہ یہ بہت کم علم و فہم کا آدمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی عالم ان کے یہاں آتا ہے تو ان پر خوب سختیاں کرتا ہے، مثلاً ان کا کھانا نہیں کھاتا، ان کی چھریاں دیکھتا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں اپنے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤں گا اس میں فلاں چیز درست نہیں فلاں خرابی ہے، اس طرح وہ حیلہ کر کے اپنی فوقیت کا اظہار کرتا ہے جس سے یہود عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ یہی سب سے بڑا عالم و فاضل ہے۔

اس کے مقابلہ میں اپنے پرانے رئیس کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں اس کو جاہل اور نادان کہتے ہیں اس کی باتوں کو لینا چھوڑ دیتے ہیں اور اس آنے والے کی عزت و برتری ان کے دلوں میں بیٹھ جاتی ہے کیونکہ اس نے ان پر سختیاں کر کے اپنی شخصیت کا لوہا منوالیا ہے۔ چنانچہ جب وہ رئیس اپنی عزت و وقار کو ان کے نزدیک مٹا اور کم ہوتا دیکھتا ہے تو وہ اس کی حفاظت کے لئے ایک نیا حیلہ اختیار کرتا ہے اور اس آنے والے مہمان کی مدح سرائی میں رطب اللسان ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے اللہ آپ کے ثواب کو بڑھائے آپ کے آنے سے تو اللہ نے اس دین کی عزت ناموس کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کر دیا اور اس کی بنیاد کو مضبوط اور اس کی دیوروں کو مستحکم بنا دیا، ہمارے تمام اہل شہر کو مزین کر دیا اور اس جماعت کو سر بلندی عطا کی، یہ سن کر وہ آنے والا مہمان خوش ہو جاتا ہے اور اس رئیس کی خوب ان کے سامنے تعریف کرنے لگتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے کہ یہ تم میں سب سے بڑے توراۃ کے عالم اور فقیہ ہیں۔ اس طرح اس کی عزت بحال رہتی ہے اور جب ان میں آنے

والا شخص کوئی پادری ہوتا ہے تو وہ عجیب و غریب حیلہ کرتا ہے اور نئے نئے طریقے ایجاد کرتا ہے لیکن کوئی بھی شخص اس پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ تمام لوگ اس کے سامنے سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان کا دودھ و خون بالکل چوس لیتا ہے، تمام درام ان سے سمیٹ لیتا ہے اور اگر کسی شخص نے اس پر لعن و طعن کیا تو وہ اس وقت صبر کر لیتا ہے، لیکن بعد میں ہمیشہ بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اگر اس کو کسی سنیچر کے دن راستہ میں بیٹھا ہوا دیکھا، یا کسی مسلمان سے شراب و دودھ وغیرہ کا خرید و فروخت کرتے ہوئے پایا یا اس کے جانب سے "المشنا" اور تلمود کی کوئی حکم عدولی کرنے کی خبر ملی تو اس کو یہودیت سے بائیکاٹ کر دیتا ہے اور اس کے مال و عزت کو لوگوں کے لئے حلال کر دیتا ہے اور شہر میں چلنا پھرنا اس کا دشوار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شخص پادری کے سامنے گھٹنہ ٹیک دیتا ہے اور صلح و مصالحت پر مجبور ہو جاتا ہے، پھر وہ پادری یہودیوں سے اس کے متعلق کہتا ہے کہ فلاں شخص نے حق کی طرف رجوع کر لیا، اس لئے اب وہ یہودیوں میں شامل ہے، یہ سن کر پھر وہ لوگ اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگتے ہیں۔

یہود کی شریعت یہ ہے کہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرے یا ذلت و رسوائی برداشت کرنے پر تیار رہے

یہود کے یہاں ایک گھڑا ہوا مسئلہ "البیبا والجاموس" کے نام سے مشہور ہے۔ جس کو وہ تورات کی طرف منسوب کرتے ہیں، ہم اس کی تشریح قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک جگہ دو بھائی مقیم ہوں اور ان میں سے ایک انتقال کر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو میت کی بیوی غیر کے ہاتھ میں نہیں دی جائے گی، بلکہ اس کا دیور خود اس سے شادی کرے گا اور اس سے جو پہلا بچہ پیدا ہو گا وہ بے اولاد مرنے والے بھائی کی طرف منسوب کیا جائے گا، اور اگر اس کے دیور نے شادی کرنے سے انکار کر دیا تو وہ عورت اپنے قوم کے

سرداروں کے پاس شکایت لے کر جائے گی اور یہ کہے گی کہ میرے دیور نے اپنے بھائی کا نام بنی اسرائیل میں باقی رکھنے سے انکار کر دیا اور میرا نکاح نہیں لوٹایا، پھر قوم کے سردار اس کو حاضر کریں گے اور اس کو روک کر یہ کہیں گے کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، پھر عورت اس کے پاؤں سے جوتا نکالے گی، اس کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کے چہرے پر تھوگی اور یہ کہے گی کہ جو شخص اپنے بھائی کا گھر نہیں آباد کرے گا اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ شخص مخلوع العمل (جس کا جوتا نکالا گیا ہو) کے لقب سے پکارا جائے گا اور اس کے بیٹے بھی اسی برے لقب سے پکارے جائیں گے، اسی طرح وہ اس کو نکاح کے لئے مجبور کیا جائے گا، کیونکہ جب وہ اپنے اور عورت کے اس فریضہ کو جانے گا اور ساتھ ساتھ اس حکم عدولی کی سزا اور رسوائی سے واقف ہوگا تو سوائے نکاح کرنے کے اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہوگا اور شرم کھا کر مجبور ہو جائے گا لیکن اگر وہ زاہد ہے اور اس سے نکاح کرنا پسند کرتا ہے یہاں تک کہ اس سے بچنے کے لئے ان تمام رسوائیوں کے برداشت کرنے پر بھی راضی ہے تو اس کو شادی کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا پھر اسی مسئلہ پر قیاس کر کے انہوں نے ایک اور فرع نکالا ہے جس کا حکم حد درجے کے ظلم پر مبنی ہے۔

وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس عورت کا دیور حد درجہ اس عورت سے محبت کرتا ہے اور وہ عورت اس سے بے حد نفرت کرتی ہے تو جب وہ حاکم کے سامنے آئے گی تو اس کے ساتھ اس کو بھی حاضر کیا جائے گا اور عورت سے کہا جائے گا کہ وہ یہ کہے کہ میرا دیور اپنے بھائی کا نام بنی اسرائیل میں نہیں باقی رکھنا چاہتا ہے اور مجھ سے نکاح نہیں کرتا ہے حالانکہ وہ زبردست اس عورت کا عاشق ہے لیکن اس پر یہ گھڑی ہوئی جھوٹی بات لازم ہو جائے گی اور یہ مان لیا جائے گا کہ عورت چاہتی تھی اور یہ نہیں چاہتا تھا، پھر حاکم اس کو حکم دے گا کہ تم کھڑے ہو کر کہو کہ میں نے اس سے نکاح نہیں کرنا چاہا، حالانکہ اس کی دیرینہ اور بڑی آرزو یہ تھی کہ اس سے شادی کرے، لیکن اس کو جھوٹ بولنے کا حکم دیں گے، پھر اسی کا جوتا اس کے پاؤں سے نکالا جائے گا اور زد و کوب نہیں کیا جائے گا، البتہ اس

کے چہرے پر تھوکا جائے گا اور اس کے سامنے کہا جائے گا کہ بدلہ ہے ہر اس شخص کا جو اپنے بھائی کے گھر کو نہیں بنائے گا، اس طرح اس پر جھوٹ باندھ کر اس کو ذلت و رسوائی میں مبتلا کریں گے اس کو جھوٹ بولنے پر مجبور کریں گے، اس کے چہرہ پر تھوکیں گے حالانکہ اس کا اپنا کوئی جرم نہیں بلکہ غیر کے جرم کی سزا وہ بھگت رہا ہے، جیسے کہ شاعر کا کہنا ہے۔

وجرم جرمہ سفہاء قوم وحل بغیر جارمہ العذاب

قوم کے کچھ بے وقوفوں نے غلطی کی اور عذاب دوسروں پر نازل ہوا۔

لہذا جس مغضوب قوم کا یہ دین و شریعت ہوا سے مسلمانوں کو برا بھلا کہتے ہوئے اور ان پر عیب لگاتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

مختلف امتوں سے بندروں کے بھائی یہودیوں کی رسوائی کا بیان اور درحقیقت انہیں بنیادی سبب کی بناء پر ان کے دین و آثار مٹ گئے

اگر یہ مغضوب امت کسی حال کام مثلاً کفر و ضلال کے مختلف قسموں پر متفق ہو جاتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم کسی امت پر غلبہ پاتی ہے اور ان کی حکومت چھین لیتی ہے تو آہستہ آہستہ اس امت کے حقائق و اقدار اور دین کے آثار و علامات پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں پھر اس امت کے اسلاف کے دین و طریقہ کی صحیح آگاہی دشوار ہو جاتی ہے کیونکہ مسلسل حملے تخریب کاری، آتش زنی اور جلا وطن کرنے کے بعد ہی کسی امت پر پوری طرح غلبہ حاصل کیا جاتا ہے اور اس کی حکومت کا زوال ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں اس امت کے دین کے رسوم، اس کی شریعت کے اصول و قواعد بالکل معدوم و منضحل ہو جاتے ہیں اور خاص طور سے جو

یہود اپنی نمازوں میں صرف دیگر قوموں کی بددعا اور اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کرتے ہیں

امت بہت پرانی ہو اور ہر زمانہ میں مختلف اقوام کا نشانہ بنتی آئی ہو اور ان کے ہاتھوں ذلت و کبت سے مسلسل دوچار رہی ہو، اس کا دین و مذہب تو اور معدوم ہو جاتا ہے اور یہی حالت تو اس مغضوب امت کا ہے جو اتنی پرانی ہو چکی ہے اور ابتداء سے لے کر آج تک ٹکست پر ٹکست کھاتی چلی آ رہی ہے، اور کنہانین، کلدا تین، بابلیں، اہل فارس و اہل یونان اور نصاریٰ تمام امتوں نے ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا ہے اور ہر ایک امت نے ان کے شہروں کو ویران کرنے کی کتابوں کو جلانے اور ان کا یکسر قلع قمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہاں تک کہ ان کا کوئی بھی شہر، قلعہ، لشکر اور مستقل ٹھکانہ باقی نہیں رہ گیا، سوائے حجاز اور خیبر کے جہاں وہ باعزت زندگی گزار رہے تھے اور کچھ نصاریٰ اہل فارس کی پناہ میں تھے، لیکن اسلام نے ان کی رہتی سہی طاقت کا بالکل خاتمہ کر دیا۔ ان کو مختلف موقعوں پر قتل کیا، قید کیا، جلا وطن کیا، یہاں تک کہ وہ اسلام کی رعایا بن کر رہ گئے۔ البتہ انہیں جو تکلیف نصاریٰ، اہل فارس، اور بت پرستوں سے پہنچی وہ مسلمانوں سے کبھی نہیں پہنچی اسی طرح ان کو جو مصیبتیں سرکش بادشاہوں کی طرف سے پہنچی وہ مسلمانوں کی جانب سے نہیں پہنچیں کیونکہ ان کے بادشاہوں نے تو ان کے ایک نبی کو تلاش کر کے قتل کر دیا اور ان کے دین کے ڈھانچے ہی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ توراۃ اور حضرت موسیٰ سے اپنا رشتہ منقطع کر کے بت پرستی رائج کی، بتوں کی تعظیم میں پیکل اور گرجے کی تعمیر کروائی اس کے لئے خدمت گزار مقرر کئے اور مختلف رسم و رواج کو انہوں نے اپنے دل سے لگایا۔

لہذا جب ان کے بادشاہوں نے خود ان کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا تو پھر ان کے دشمن ان سے کس قدر سخت دشمنی کا جذبہ رکھیں گے، مثلاً نصاریٰ جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا ہے ان کو سولی دی ہے، ان کے چہرہ پر تھوکا ہے، کانٹے سے تاج پوشی کی ہے اور مختلف ذلت آمیز حرکتیں کی ہیں اسی طرح ان کے ساتھ اہل فارس اور کلدا انیوں کے دشمنی کی کیا حالت ہوگی۔

فارس کے بہت سے بادشاہوں نے یہودیوں پر ختمہ کرنے سے پابندی لگا دی تھی اور بہتوں کو بے ختمہ چھوڑا اور بہت سے بادشاہوں نے ان کو نماز پڑھنے سے روک دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود اپنی نماز میں ان بادشاہوں کی سلطنت کی ہلاکت و بربادی کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ البتہ صرف ارض کنعان کو استثناء کرتے تھے، جب بادشاہوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان پر نماز پڑھنے سے پابندی لگا دی، پھر جب یہود نے بادشاہوں کا یہ رویہ دیکھا تو انہوں نے ”الخزائن“ کے نام سے اپنی نماز میں ایک اور دعا گھڑی اور اس کے مختلف راگ و الحان بنائے اور پھر اکٹھا ہو کر اس کو پڑھنے اور لاپٹے لگے، نماز اور خزائن میں فرق یہ تھا کہ نماز تنہا اور بغیر الحان کے ادا کرتے اور خزائن ایک ساتھ مل کر اور راگ کے ساتھ پڑھتے۔ پھر جب شاہاں فارس نے ان کو ناپسند کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم صرف گاتے ہیں اور اپنے نفسوں پر نوحہ کرتے ہیں لہذا انہوں نے کوئی تعارض نہیں کیا، اور ان کو ایسا کرنے دیا پھر جب اسلام آیا تو اس کے سائے میں امن کی زندگی گزارنے لگے اور اپنے کینوں میں نماز پڑھنے لگے، اس کے بعد یہ خزائن ان کے یہاں خوشی اور عید کے موقع پر ایک سنت بن گیا اور نماز کے بدلے اس کو اختیار کر لیا گیا۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ یہود اپنا تاریک ماضی اور انجام دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ان کی حکومت و جماعت چھین کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں انہیں لایسموت فیہا ولا یحییٰ کی سزا دی جا رہی ہے، ان کے اسلاف کو احکام توراۃ چھوڑ دینے، انبیاء کے قتل کرنے، سبت کا احترام نہ کرنے کے نتیجہ میں کس طرح بندر بنا دیا گیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی روزانہ وہ اپنی ہر نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم ہی زمانہ کے محبوب ہیں، اس لئے اے ہمارے معبود اور باپ، تو ہم سے

محبت کر، تو ہی ہم کو بچانے والا ہے۔ وہ اپنے نفسوں کو انگور کا خوشہ کہتے ہیں اور تمام لوگوں کو اس کا کائنات، جو اس خوشہ کے ارد گرد انگور کی حفاظت کے لئے ہوتا ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ رب العالمین آل داؤد میں ایک ایسا نبی بھیجے گا جس کی دعا سے تمام امتیں ہلاک ہو جائیں گی اور صرف یہود باقی رہیں گے، وہ نبی مسیح موعود ہوں گے، یہی وہ یہود ہیں جو اپنی نماز میں یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نیند سے بیدار ہو جا، تو کتنا سونے گا۔ اس طرح وہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور طیش دلاتے ہیں۔

یہ ہے اس مغضوب امت کی گمراہی اور اللہ اس کے نبیوں اور اس کے دین پر بہتان طرازی اور افترا پردازی کا بیان، جس سے زیادہ اب بیان نہیں کیا جاسکتا، اس کے علاوہ حرام خوری، سود خوری، رشوت خوری، دغا بازی، حیلہ سازی، دنیا طلبی، سنگ دلی، ذلت و رسوائی، ہوس پرستی، بہتان طرازی، افترا پردازی تو ان کا شیوہ بن چکا ہے۔

اور انہوں نے جن برائیوں کے ساتھ مسلمانوں پر عیب لگایا ہے، وہ ان تمام مسلمانوں کے اندر اولاً پائی نہیں جاتیں اور ان کے نبی ان کی کتاب اور دین و شریعت تو اس سے بالکل مبرا ہے۔ پھر جو لوگ گناہ کریں گے وہ خود اس کے ذمہ دار ہوں گے اور خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے

نصاریٰ کے دین کی بنیاد اللہ پر دشنام طرازی اور شرک باللہ پر قائم ہے

اگر گمراہ، صلیب پرست، بت پرست، تصویر پرست نصاریٰ مسلمانوں پر عیب لگاتے ہیں تو کیا اس قوم کو شر نہیں آتی، جس کے دین کی بنیادی خرافات و لغویات پر ہے مثلاً ان کا اعتقاد ہے کہ اللہ رب العزت اپنے عرش اور عظمت کی کرسی سے اتر کر ایک عورت کے شرماگاہ میں داخل ہو گیا، جو عورت کھاتی، بیٹی، پیشاب پاخانہ کرتی ہے، حائضہ ہوتی ہے اس کے پیٹ میں اس نے نو ماہ کا

وقفہ گزارا، جہاں پاخانہ، پیشاب، حیض کے خون میں لوثا رہا، پھر ایک دور آیا کہ اس کی پیدائش ہوئی اور چار پائی پر پڑا رہنے لگا، اور جب جب رونا شروع کیا، ان کی ماں نے اپنی چھاتی اس کے منہ میں ڈال دی، پھر ایک دور آیا کہ وہ بچوں کے ساتھ کتب جانے لگا، اس کے بعد وہ نازک گھڑی آئی جب کہ اس کے چہرہ پر مارا گیا اس کے سر پر پٹائی ہوئی، اس کے چہرہ پر تھوکا گیا، اس کے سر کی کانٹوں سے تاج پوشی کی گئی، اس کے ہاتھ میں بانس دی گئی تاکہ خوب اس کی رسوائی ہو، پھر اسے سولی پر چڑھایا گیا، اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے گئے اور ان پر کیلیں نصب کی گئیں، پھر پھانسی دی گئی، وہ تکلیف سے چیخ رہا تھا اور لوگوں سے فریاد کر رہا تھا۔

ان کے نزدیک یہی وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے، جو روزی اور عمریں تقسیم کرتا ہے لیکن اس نے اپنے بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے اپنے آپ کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا، تاکہ وہ اس کو خوب تکلیفیں دے لیں اور جہنم کے عذاب کے مستحق ہو جائیں اور اس کے بدلے انبیاء و رسل اور اولیاء اہلبیت کے قید سے آزاد ہو جائیں کیونکہ ان کے نزدیک حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت نوح اور تمام انبیاء کی رو میں جہنم میں اہلبیت کی قید میں تھیں، مگر اللہ نے خود سے اپنے نفس کو سولی دلا کر اس کے بدلہ ان کو آزاد کرادیا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گدھے کے مثل نصاریٰ کے اعتقاد کا بیان

نصاریٰ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مسیح ابن اللہ کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے۔ حضرت مسیح صرف تنہا اس کے بیٹے ہیں، اور اللہ نے حضرت مریم کو تمام لوگوں میں اپنے لئے اور بچے کی پیدائش کے لئے چن لیا ہے کیونکہ اگر وہ تمام عورتوں کی طرح سے ہوتیں تو بغیر کسی مرد کے ہمبستری کئے ہوئے بچے پیدا نہ کرتیں، لیکن تمام عورتوں میں ان کا یہ خاص مقام دیا

گیا کہ انہوں نے ابن اللہ کو جہنم دیا، جو صرف تنہا اللہ کا بیٹا ہے، حضرت مریم اللہ کے بائیں جانب بیٹھیں ہیں اور حضرت عیسیٰ اس کے دائیں جانب اور یہ لوگ حضرت مریم سے ہر قسم کی دعائیں کرتے ہیں، ان سے روزی مانگتے ہیں، درازی عمر کی دعا کرتے ہیں، گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں تاکہ وہ اور حضرت عیسیٰ ان کے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جائیں اور ان کے لئے اللہ سے سفارش کریں، وہ اپنی دعائیں کہتے ہیں۔ اے معبود کی ماں ہمارے لئے سفارش کرو، جیسے، ان کا مرتبہ وہ فرشتوں اور تمام انبیاء و مرسلین سے بلند مانتے ہیں اور خدا سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں وہ ان سے مانگتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں یعقوبیہ نامی ایک فرقے کے لوگ ان سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔ ”اے مریم معبود کی ماں، تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا۔“

نسطوریہ نامی فرقہ کے لوگ کہتے ہیں۔ ”اے مسیح کی ماں تو ہمارے لئے سہارا اور جائے پناہ بن جا۔“ اور یعقوبیہ فرقہ سے کہتے ہیں کہ ”معبود کی ماں کہہ کر نہ پکارو، بلکہ مسیح کی ماں کہو“ یعقوبیہ نے انہیں جواب دیا کہ جب ہم اور تم دونوں انہیں معبود مانتے ہیں تو پھر معبود کی ماں کہنے میں کیا حرج ہے، بات وہی ہوئی لیکن لگتا ایسا ہے کہ تم لوگوں نے مسلمانوں سے توحید کے معاملہ میں سمجھوتہ کر لیا ہے۔

یہ بے شرم اور گندے لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اور اپنے بیٹے کے لئے حضرت مریم کو پسند کر لیا اور ان سے ایسے ہی جماع کی جیسے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے کرتا ہے۔ نظام نے ان کے ان اقوال و معتقدات کو بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ لوگ حضرت مریم سے اللہ سے جماع کرنے کی صراحت بھی ان لوگوں کے سامنے کر دیتے ہیں، جن پر اعتماد کرتے ہیں اور یہی ابن الاشد نے بھی اپنی کتاب ”الحونہ“ میں کہی ہے کہ وہ جماع کرنے ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

کیونکہ وہ یہ کہا کرتے ہیں کہ جو بچہ نہ پیدا کرے وہ بانجھ ہے اور بانجھ ہونا عیب ہے۔ غرض کہ جو بھی شخص ان کے اندر گھس کر ان کے ظاہر و باطن کا مشاہدہ کرے گا، وہ ان کی حقیقت اچھی

طرح جان لے گا کہ کس طرح وہ کفر و شرک کرتے ہیں، اور خدا کو گالیاں دیتے ہیں، اسی لئے خلفاء راشدین میں سے کسی غلیفہ نے ان کے متعلق کہا ہے کہ ان کی خوب اہانت کرو اور ظلم نہ کرو کیونکہ ان کی طرح اللہ کو کسی بشر نے گالی نہیں دی ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا۔ مجھے ابن آدم نے گالی دی ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اور مجھے جھٹلایا ہے، حالانکہ یہ اس کے لئے مناسب نہیں، اس کو گالی دینا یہ ہے کہ وہ میرے لئے لڑکا مانتا ہے، حالانکہ میں اکیلا بے نیاز ہوں، جس نے نہ کسی کو پیدا کیا اور نہ ہی پیدا کیا گیا اور اس کا تکذیب کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ ہرگز نہیں پیدا کرے گا، حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے، بنسبت پہلے پیدا کرنے کے۔

لہذا اگر موحدین مسلمانوں سے ہر قسم کے تمام گناہ سرزد ہو جائیں، پھر بھی ان کے اس کفر باللہ، دشنام طرازی اور بہتان طرازیوں کے نتیجہ میں جو گناہ ہوں گے اس کے مقابلہ میں اس کی حیثیت ذرہ برابر بھی نہیں ہوگی۔

اور قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے اللہ رب العالمین ان کی باز پرس کرے گا اور زبردست سزا دے گا، وہ پہلے حضرت مسیح سے مخاطب ہو کر کہے گا، اے عیسیٰ بن مریم، کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو، تو وہ جواب میں عرض کریں گے کہ سبحان اللہ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا، جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا، جو کچھ آپ کے دل میں ہے۔ آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں، میں نے ان سے اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے حکم دیا تھا یہ کہ اللہ کی بندگی کرو، جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ میں اسی وقت تک ان کا گمراہ تھا جب تک میں ان کے درمیان تھا، جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ ان پر گمراہ تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر گمراہ ہیں۔ (سورہ مائدہ)

نصاری نے اپنے دین کے تمام فروعات میں بھی حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے

اب تک ان کے دین کی اصل بنیاد کی حقیقت بیان کی گئی۔ اب فروعات کا حال سنئے۔ تمام فروعات میں بھی انہوں نے حضرت مسیح کی مخالفت کی ہے اور اکثر کے متعلق انہوں نے اس کا اقرار بھی کیا ہے لیکن ایک بہانہ وہ یہ کرتے ہیں کہ پادریوں اور راہبوں نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام عبادت کرنے سے پہلے طہارت حاصل کرتے، جنابت سے غسل کرتے، حائضہ پر بھی غسل واجب کرتے، لیکن نصاریٰ کے نزدیک ان میں کوئی بھی چیز واجب نہیں۔ پاخانہ، پیشاب، عورت سے جماع، کسی بھی ناپاکی سے طہارت حاصل کرنا ضروری نہیں، بلکہ ہر ناپاکی کی حالت میں آدمی نماز پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر وہ نماز کی حالت میں پیشاب اور پاخانہ کرنے لگے تو نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جناب پاخانہ، پیشاب کی حالت میں جو نماز ادا کی جائے وہ نماز طہارت کی حالت سے زیادہ افضل ہوگی کیونکہ اس میں یہود و مسلمان کے نمازی کی زیادہ مخالفت ہوگی۔ اسی طرح وہ اپنی نماز اس طرح شروع کرتے ہیں کہ پہلے اپنے دونوں آنکھوں کے درمیان صلیب لٹکا لیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ حضرت مسیح کی نماز ہے اور نہ ان کے کسی حواری کی، پھر راگ کے ساتھ نوہ کرنے کی طرح کچھ گھڑی ہوئی عبارتیں گاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص نے حضرت عیسیٰ کو نذر کیا ہے، اور یہ فلاں نے کیا ہے اور ہر ایک کا کلام اس کی طرف کرتے ہیں، حالانکہ حضرت مسیح تو راقہ و انجیل کی وہی چیزیں اپنی نماز میں تلاوت کرتے تھے جس کی تمام انبیاء اور بنوا اسرائیل کرتے آئے

ہیں۔ اسی طرح مشرق کی طرف یہ لوگ اپنا قبلہ بناتے ہیں حالانکہ حضرت مسیح نے مشرق کی طرف کبھی نماز نہیں پڑھی بلکہ آپ ہمیشہ مرتے دم تک بیت المقدس ہی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے، جو کہ حضرت داؤد اور ان سے پہلے تمام انبیاء اور بنوا اسرائیل کا قبلہ رہا ہے، اسی طرح حضرت مسیح نے خود تختہ کرایا ہے اور تختہ کو واجب قرار دیا ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور تمام انبیاء نے ان سے پہلے واجب کیا تھا، اسی طرح حضرت عیسیٰ نے سور کا گوشت حرام کیا اور اس کے کھانے والوں پر یہ لعنت بھیجی اس کی خوب مذمت بیان کی، جس کا اقرار خود نصاریٰ کرتے ہیں، یہاں تک کہ مرتے دم تک انہوں نے سور کا گوشت جو کے مقدار بھی منہ نہیں لگایا۔ لیکن نصاریٰ اس کا گوشت کھا کر ان سے قربت حاصل کرتے ہیں، اسی طرح نصاریٰ جو روزہ رکھتے ہیں، حضرت مسیح کا ان سے کوئی تعلق نہیں نہ انہوں نے خود وہ روزے رکھے اور نہ ان کے کسی حواری نے، نہ انہوں نے کبھی ”صوم غداری“ رکھا اور نہ ہی اپنے لئے ان چیزوں کا کھانا جائز سمجھا، جو وہ اپنے روزوں میں کھاتے ہیں۔ اور نہ ہی آپ نے ان چیزوں کو اپنے روزوں میں کبھی حرام کیا جن کو وہ حرام سمجھتے ہیں۔ نہ آپ نے کبھی ہفتہ کے دن تعطیل منائی اور نہ اتوار کے دن عید۔ اسی طرح نصاریٰ ایک طرف اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ سور کا گوشت نجس ہے جیسا کہ ان کے اس گڑھے ہوئے قصے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے حضرت مریم کا جھاڑ پھونک کیا تو سات شیطان نکلے، ان شیاطین نے کہا کہ اب ہم کہاں پناہ پکڑیں، حضرت عیسیٰ نے کہا کہ تم لوگ اس نجس جانور یعنی سور کے اندر داخل ہو جاؤ اور دوسری طرف سور کو سب سے پاک و صاف جانور مانتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت مسیح نے ذبیحہ، نکاح، طلاق، وراثت و حدود وغیرہ تمام احکامات میں اپنے پہلے انبیاء کی سیرت و طریقہ کو اپنایا تھا، لیکن یہ لوگ ان تمام چیزوں میں ان سے مختلف ہیں۔

بعد وہ دور آیا جب کہ انہوں نے ان کے احکامات میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف و تبدیلی کرنا شروع کر دیا، اس کی مخالفت کرنے لگے، یہاں تک کہ دین مسیح سے بالکل نکل گئے۔

انہوں نے دیکھا کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جادوگر، مجنوں، بیوقوف، ولد الزنا کہتے ہیں چنانچہ وہ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے، اسی طرح انہوں نے دیکھا کہ یہود ہفتہ کرتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ہفتہ کرنا چھوڑ دیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ طہارت میں خوب مبالغہ کرتے ہیں تو انہوں نے یکسر طہارت حاصل کرنا ہی چھوڑ دیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ حائضہ عورتوں کے ساتھ کھانے پینے ان سے ملنے جلنے سے اجتناب کرتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں ان سے جماع کرنا شروع کر دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود سور کا گوشت حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنے اوپر حلال کر لیا اور اس کا کھانا اپنے لئے ایک شرعی فعل قرار دیا، انہوں نے دیکھا کہ یہود بہت سے ذبیحہ اور حیوان کو حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے ان کی مخالفت میں باقی سے لے کر چھڑ تک تمام کو اپنے لئے حلال کر لیا، اور کہنے لگے جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو چھوڑ دو کوئی حرج و پابندی نہیں۔

انہوں نے دیکھا کہ یہود بیت المقدس کی طرف نماز میں قبلہ کرتے ہیں، تو وہ مشرق کی طرف قبلہ کرنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہود اللہ پر اپنی کسی شریعت کا منسوخ کرنا حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے اپنے پادریوں اور راہبوں کو پورا اختیار دے دیا کہ جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو اور جسے چاہو منسوخ کرو و انہوں نے دیکھا کہ یہود ہفتہ کی تعظیم کرتے ہیں اور اس میں دنیاوی کام و کاج حرام کر لیتے ہیں تو انہوں نے اتوار کے دن کی تعظیم کرنی شروع کر دی اور ہفتہ کو اپنے لئے حلال کر لیا، باوجود یہ کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خود ہفتہ کی تعظیم اور اس کی حفاظت کرتے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہود صلیب سے نفرت کرتے ہیں کیونکہ تورات میں ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جس نے صلیب لٹکائی تو وہ ان کی مخالفت میں صلیب کی عبادت کرنے لگے، غرضیکہ یہود کی مخالفت و دشمنی میں انہوں نے تورات کے تمام احکامات کی مخالفت کی

راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور ان کی عورتوں کو پاکیزہ بنا دیتے ہیں

نصاری کے نزدیک زانی، لوطی مسکر کیلئے نہ دنیا میں کوئی حد ہے اور نہ آخرت میں کوئی عذاب، اسلئے کہ راہب اور پادری ان کے گناہ معاف کر دیتے ہیں، لہذا جب بھی ان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو وہ پادریوں کو کچھ درہم یا تھو وغیرہ دے دیتے ہیں اور اپنا گناہ معاف کرا لیتے ہیں، اسی طرح اپنے پڑوس کے کسی راہب سے جب ان میں کسی کی بیوی بطور تبرک زنا کر کر اپنے شوہر کے پاس لوثی ہے تو اس کا شوہر یہ خبر سن کر خوش ہوتا ہے اور برکت سمجھتا ہے۔

حضرت مسیح نے پادریوں اور راہبوں کو احکام شرعیہ کا حاکم نہیں بنایا نصاریٰ کی مخالفت یہود سے

نصاری خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ تورات اور اپنے پہلے انبیاء کی وصیتوں پر عمل کروں، میں اس کو توڑنے اور ڈھانے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کو پورا اور مکمل کرنے آیا ہوں، آسمان کا زمین پر گر جانا، اللہ کے نزدیک زیادہ آسان ہے بنسبت اس کے کہ میں شریعت موسوی کا کوئی حصہ توڑ دوں اور جس نے بھی اس کا کوئی حصہ توڑا وہ آسمان کے فرشتوں کے درمیان ناقص کہلائے گا، اسی حالت میں آپ اور آپ کے اصحاب مرتے دم تک قائم رہے، آپ نے اپنے اصحاب کو نصیحت کی کہ جو کچھ تم مجھے کرتے دیکھو وہی تم بھی کرو اور جن چیزوں کو دے کر میں نے تمہیں خوش کر دیا ہے تم بھی ان کے ذریعہ دوسروں کو خوش کرتے رہو، اور جس چیز کی میں نے تم سے وصیت کی ہے اس کی وصیت دوسروں کو بھی کرو۔ ان کے ساتھ ایسے ہی رہو جیسے کہ میں تمہارے ساتھ رہا ہوں اور ان کے لئے ایسے ہی بنو جیسے میں تمہارے لئے ہوں، چنانچہ ان کے اصحاب تقریباً تین سو برس تک اسی حال میں باقی رہے اس کے

اور بالکل اس کے برخلاف کرنے لگے۔ حالانکہ تورات کے متعلق حضرت مسیح کے مذکورہ بیان سے وہ بخوبی واقف تھے اس سبب کے ساتھ ساتھ ان کے دین مسیح سے نکل جانے کا ایک اور سبب ان کی مشہور و معروف کتاب ”بافریسیس“ سے پتہ چلتا ہے جس میں ہے کہ نصاریٰ کے کچھ لوگ بیت المقدس سے نکل کر انطاکیہ اور شام کے دوسرے حصوں میں آئے، اور لوگوں کو صحیح دین مسیح کی طرف بلانے لگے، ان کو توراۃ پر عمل کرنے کی دعوت دینے لگے اور ایسے لوگوں کا ذبیحہ نہ کھانے اور حرام سمجھنے کی تلقین کرنے لگے جو توراۃ پر عمل نہ کریں، انہوں نے ختنہ کرنے اور ہفتہ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا، سور اور دیگر توراۃ کے حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھنے کی دعوت دی، نصاریٰ پر یہ تمام باتیں شاق گزریں اور انہوں نے بیت المقدس میں اکٹھا ہو کر یہ مشورہ کیا کہ کس طرح لوگوں کو اپنے مذہب کا دلدادہ بنایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے اندر داخل ہو جائیں، آخر کار رائے یہ طے پائی کہ لوگوں کے ساتھ خوب مل جل کر رہا جائے، ان کے ساتھ رخصت برقی جائے، ان کے اخلاق اپنے اندر پیدا کئے جائیں اور اس طرح انجیل کے احکامات اور لوگوں کے طور طریقہ دونوں کو لے کر ایک ملی جلی شریعت بنائی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر کتابیں لکھیں، اس سلسلہ میں ان کی یہ پہلی بڑی مجلس تھی۔ پھر مختلف موقعوں پر نئی چیزوں کے پیدا کرنے کے لئے مجالس منعقد ہوتی رہیں، یہاں تک کہ سب سے بڑی مجلس، ”قسطنطین الرومی ابن ہیلا نہ الحرائیہ الفنقیہ“ کے زمانہ میں منعقد ہوئی، جس کے زمانہ میں حضرت مسیح کے دین کو بالکل بدل دیا گیا اور گھڑے ہوئے نصاریٰ کے دین کی اس نے خوب پرچاری یہاں تک کہ اس دین کے ماننے والوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہو گئی، یہ لوگ کچھ دنوں تک اس پر باقی رہے پھر اس کو چھوڑ کر الگ ہو گئے، پھر دوبارہ تین سو اٹھارہ آدمیوں نے اس مذہب کو اپنایا، جن کو نصاریٰ آباء کہتے ہیں اور جنہیں کے نقش قدم پر وہ آج تک چل رہے ہیں، انہیں کا طریقہ تمام لوگوں کے نزدیک سب سے اہم بنیاد و اصل ہے، جس کو اختیار کئے بغیر کوئی نصرانی نہیں بن سکتا، اس کا نام وہ ”سنہودس“ رکھتے ہیں، جس کو امانت بھی کہا جاتا ہے۔

نصاریٰ کی امانت سب سے بڑی خیانت ہے

اس کے الفاظ یہ ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں، جو اکیلا باپ ہے، ان تمام چیزوں کا خالق ہے جو دکھائی دیتی ہیں اور جو نہیں دکھائی دیتی ہیں اور رب واحد، جسکی مسیح پر ایمان لاتے ہیں، جو اللہ کے سب سے پہلے اور اکلوتے بیٹے ہیں، جسے بنایا نہیں گیا ہے یعنی تمام مخلوقات کی طرح پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ وہ خود رب اور خالق ہے، وہ معبود برحق ہیں جو معبود برحق کی ذات سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ہر میں اپنے باپ کے مساوی ہیں، انہیں کے ہاتھوں آسمان و زمین اور تمام چیزوں کی تخلیق ہوئی ہے، انہیں کی ذات سے انسانوں کا وجود ہوا ہے، وہ ہم کو بچانے کے لئے آسمان سے اتر آئے، اور روح القدس اور مریم کے جسم میں داخل ہو گئے، پھر مریم حاملہ ہوئیں اور انہوں نے ان کو جنا، پھر انہیں گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی اور ”فیلاطس رومی“ کے زمانے میں مقتول ہوئے اور کفن و دفن کیا گیا، لیکن تین دن کے بعد قبر میں اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے، وہ پھر دوبارہ آنے کے لئے تیار ہیں تاکہ مردوں اور زندوں کے درمیان فیصلہ کریں، ہم ایمان لاتے ہیں، رب واحد، روح القدس پر جو حق کا روح ہے اور جس کی محبت کی روح اس کے باپ سے نکلی ہے۔ ہم ایمان لاتے ہیں ایک ہتھمہ پر گناہوں کو معاف کرانے کے لئے، اور مقدس، قاصد پادریوں کی جماعت پر اور اپنے ابدان کے دوبارہ قائم کئے جانے اور ہمیشہ کی زندگی پر۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے سرداروں نے کہا جس ہاتھ نے اس عالم کی تخلیق کی حضرت آدم کی مٹی گوندھا، ان کو پیدا کیا، آسمانوں کو ناپا اور موسیٰ کے لئے توراۃ لکھی، اس پر کلیں نصب کی گئیں اور تیر برسائے گئے۔

انہوں نے یہود کے متعلق یہ بیان دیا ہے کہ انہوں نے معبود کے چہرہ پر طمانچہ سے مارا ہے اور مسیح کی پٹائی کا ہے اور معبود کے متعلق انبیاء سے یہ بشارتیں نقل کی ہیں کہ اس کی پیدائش ایک

عذراء (شادی کی خواہش نہ کرنے والی) عورت کے لطن سے ہوگی اور اسے گرفتار کیا جائے گا، اور سولی دی جائے گی۔ وہ کہتے ہیں کہ ”سنو دس“ جس پر ہمارے سات سو رہنما آباء نے اتفاق کر رکھا ہے اس میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو حمل ہوا، پھر انہوں نے معبود کو جنا، اسے دودھ اور کھانا پانی کھلایا پایا۔

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہمارے نزدیک مسیح حضرت آدم کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی۔ اسی طرح حضرت ابراہیم کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب اور خالق و رازق بھی۔ اسی طرح اسرائیل کے بیٹے بھی ہیں اور ان کے رب و خالق و رازق بھی۔

ایک جگہ انہوں نے کہا ہے کہ ہمارے وہ علماء جو ہم تمام کے لئے قابل اسوہ اور نمونہ ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسیح ہمیشہ سے ایک کلمہ تھے اور کلمہ ہمیشہ سے اللہ ہے، اور اللہ ہی کلمہ ہے جس کو مریم نے جنا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، اور وہ لوگوں میں اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ کہلائے۔ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ خدائے لم یزل جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا، اسی کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ہاتھوں سے چھوا، اسی کا حمل حضرت مریم کو ہوا پھر ان کے پیٹ ہی سے لوگوں سے کلام کرنے لگا، اور ایک اندھے آدمی سے پوچھنے لگا، کیا تم اللہ پر ایمان لاتے ہو، اندھے نے کہا وہ اللہ کون ہے جس پر میں ایمان لاؤں، اس نے کہا وہ تمہارا مخاطب ابن مریم ہی ہے، اس نے کہا میں تجھ پر ایمان لایا اور یہ کہہ کر جہدے میں گر گیا، لہذا صرف مریم کا حمل وہی اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ ٹھہرا، جس کو مریم نے پیدا کرنے کے بعد دودھ پلایا اور چھڑایا، پھر ایک زمانہ آیا کہ لوگوں نے اس کو مختلف عذاب و تکلیت سے دوچار کیا اور پھانسی کی سزا دی اور یہ سب کچھ اس نے نصاریٰ کو بچانے کے لئے خود اپنے سرمول لیا۔ وہ کہتی ہیں کہ ہماری تینوں جماعتوں کے نزدیک مسیح نہ نبی تھے اور نہ ہی اللہ کے کوئی نیک بندے، بلکہ وہ خود تمام انبیاء کے رب، ان کے خالق و باعث، مرسل و ناصر تھے۔ اسی طرح تمام فرشتوں کے بھی رب تھے اور حضرت عیسیٰ کا حضرت مریم کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو پیدا کیا، ان کے

لئے حسن تدبیر کی، ان کے ساتھ مہربانی و مہد کی۔ یہ چیزیں تو تمام مادہ کو حاصل ہیں، لہذا یہ حضرت مریم کے فوقیت کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی، بلکہ حقیقت میں تمام اناث پر ان کی فوقیت کی وجہ صرف یہ اور یہ ہے کہ مسیح و احد اللہ ابن اللہ نو ماہ تک ان کے پیٹ سے چپے رہے اور وہ حالت حمل میں رہیں پھر ان کی پیدائش ہوئی اور اس حالت حمل و پیدائش میں بھی وہ اسی طرح تنہا معبود و مسیح رب و خالق تھے جیسے کہ پیدائش کے بعد حالت نوم، حالت مرض، حالت صحت، وغیرہ بعد کے تمام ادوار میں تنہا معبود و خالق تھے اور ان تمام حالات میں ان کی صفت خالقیت والوہیت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا۔

اس اعتقاد باطل پر اتفاق کر لینے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض لوگ صراحتہً یہ کہتے ہیں کہ مریم نے اللہ کو جنا اور پیدا کیا اور اللہ مر گیا، اور بعض لوگ ایسا کہنا نا پسندیدہ سمجھتے ہیں اور اس کے استعمال کرنے سے احتراز کرتے ہیں وہ اس طرح کہتے ہیں کہ مریم نے مسیح کو جنا ان کو ایک مدت تک کے لئے پیٹ میں رکھا، وہ مسیح کی ماں ہیں اور مسیح تنہا اللہ ابن اللہ اور کلمہ اللہ ہیں، لیکن معنی کے اعتبار سے دونوں قوموں میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں مسیح کو مکمل الوہیت کا درجہ دیتے ہیں، البتہ پہلے قول سے اختلاف لفظی کا سبب و حکمت یہ بتلاتے ہیں کہ اس کے اندر صراحتہً اللہ کے پیدا ہونے اور مرنے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ عوارض خود ان کے باپ اللہ کی ذات کو لاحق ہوئی ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں مسیح کو یہ چیزیں لاحق ہوئی ہیں، جو خود بھی مکمل معبود ہیں اور جو ہر میں اپنے باپ کے مساوی ہیں اور یہی بات ثابت کرنا ہم دونوں کا مقصد ہے اور یہی ہمارا بنیادی عقیدہ اور دین ہے، جس کی رہنمائی ہمیں ہمارے حقیقت شناس آباء نے کی ہے۔

غرضیکہ یہ مشابہ صلیب پرست قوم از اول تا آخر متفقہ طور پر حضرت مسیح کو اللہ کا نبی اور نیک بندہ نہیں تسلیم کرتی ہے، بلکہ ان کو مکمل الہ کا درجہ دیتی ہے اور آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا، مخلوقات کو رزق دینے والا، انہیں پیدا کرنے والا اور مارنے والا، دوبارہ اٹھانے اور محاسبہ کرنے

والا، سزا و جزا دینے اور معاملات کی تدبیریں کرنے والا سمجھتی ہے۔ اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اس نے مکمل طریقہ پر ان تمام امور کو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں دے کر خود کنارہ کشی اور علیحدگی اختیار کر لی ہے، اس دعوے کے اثبات میں ان کی امانت کا وہ اقتباس بیان کیا جا چکا ہے جس کو یہ قوم اپنے دین کی بنیاد مانتی ہے اور اپنی نمازوں میں یہ دعا کرتی ہے کہ اے یسوع مسیح تو ہمیں زندگی دے اور روزی دے اولاد دے تندرستی دے اور آخرت میں اچھا بدلہ دے۔

یہ نصاریٰ درحقیقت اپنے ان تمام اقوال و خیالات میں حضرت مسیح کی مخالفت کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی تصدیق و تائید کرتے ہیں، حالانکہ یہ صراحتاً ان کا گمان باطل ہے، کیونکہ حضرت مسیح نے کبھی اپنے والد و معبود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ ان سے یہی کہتے چلے آئے کہ ہمارا اور تمہارا رب و معبود صرف اللہ ہے اور تمام انسانوں کی طرح ہم بھی اس کے محتاج بندے ہیں اور گزشتہ تمام انبیاء کی طرح صرف ایک رسول ہیں جیسا کہ انجیل یوحنا میں ہے کہ حضرت مسیح نے اپنی دعا میں کہا کہ ابدی اور دائمی زندگی کے لئے لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ تو تمہارا حق ہے اور یسوع مسیح کا مرسل ہے اور درحقیقت یہ شہادت مسلمانوں کی شہادت کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی طرح ہے۔ اس طرح حضرت مسیح نے بنو اسرائیل سے یہ بھی کہا کہ تم مجھے قتل کر دینا چاہتے ہو حالانکہ میں ایک ایسا آدمی ہوں، جس نے تم سے وہی حق باتیں کہی ہیں جس کو خدا سے سن رکھا ہے اس میں بھی انہوں نے اپنے بشر ہونے کی گواہی دی ہے اور اللہ ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے، اسی طرح اپنے عدم اختیار اور اللہ کی جانب سے مامور و مرسل ہونے کی گواہی مختلف موقع پر انہوں نے اس طرح دی ہے۔

”میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ جو کچھ چاہوں اپنی طبیعت سے کروں بلکہ اس کی مشیت کے مطابق کروں گا جس نے مجھے بھیجا ہے، جو باتیں تم مجھ سے سنتے ہو وہ میری جانب سے نہیں ہیں، بلکہ اس خدا کی جانب سے ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔“

میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ لوگوں سے خدمت کراؤں بلکہ میں خدمت کرنے آیا ہوں،

میں نہ لوگوں کے اعمال کو اپنے دین کے تابع بنانے والا ہوں اور نہ ان کے اعمال کا محاسبہ کرنے والا بلکہ اس کا محاسب و نگران تو وہی ہستی ہے جس نے مجھے بھیجا ہے، اے رب وہ جان چکے ہیں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میں نے تیرا نام ان سے ذکر کیا ہے۔

بیشک صرف اللہ تنہا ہر چیز کا رب ہے اس نے انسانوں میں سے بعض لوگوں کو تمام دنیا والوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ حق کو اختیار کریں۔

میرے اللہ کی جانب سے دنیا کی طرف نبی مرسل ہونے کی دلیل وہ معجزات اور خرق عادت اعمال ہیں جن کا صدور مجھ سے ہوتا رہتا ہے۔

میں اس بات سے عاجز نہیں ہوں کہ اپنی طبیعت سے کچھ پیدا کروں، لیکن میں وہی کلام کرتا ہوں اور جواب دیتا ہوں جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے۔

اللہ نے مجھے مبارک پیدا کیا ہے اور رسول بنا کر بھیجا ہے، میں اللہ کا بندہ ہوں اور ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں نجات پانے والے دن کے لئے۔

اللہ نے نہ کبھی کوئی چیز تناول فرمائی ہے اور نہ فرمائے گا، نہ کبھی نوش فرمایا ہے اور نہ فرمائے گا، نہ کبھی سویا ہے اور نہ سوئے گا، نہ اس کا کوئی لڑکا ہے نہ اس کا کوئی لڑکا ہوگا، اور نہ ہی وہ کبھی پیدا کیا جائے گا، نہ اس کو کسی نے دیکھا ہے، اور نہ اسے کوئی دیکھے گا اور جس نے دیکھا وہ (اس کی تجلی سے) مر گیا۔

ان بیانات کو دیکھنے کے بعد آپ کی رسالت و نبوت کے متعلق قرآن کا یہ بیان کتنا مناسب و صادق معلوم ہوتا ہے۔

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۚ كُنَّا يَأْكُلُ الطَّعَامَ (المائدہ: 75)

مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہیں، جیسے کہ ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدیقہ ہیں، یہ دونوں (تمام انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے تھے۔

حضرت مسیح ہیں۔ باپ کا لفظ ان کے یہاں رب اور مربی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی یہ نہ کہو کہ تمہارا رب اور معبود زمین پر ہے بلکہ آسمان پر ہے اور اپنا مرتبہ آپ نے وہی بیان کیا جو اللہ کی جانب سے آپ کو عطا کیا گیا ہے یعنی صرف ایک معلم ہونے کی حیثیت بتلائی اور حقیقی معبود اس ذات کو بتلایا جو آسمان میں ہے۔ لوقا کی انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح نے جب اللہ سے دعا کی تو اللہ نے عورت کے بچہ کو زندہ کر دیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو بہت بڑے نبی ہیں اور اللہ نے ان کی گمشدہ امت کو تلاش کیا ہے۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ مسیح نے گھر میں اپنی آواز بلند کی اور یہودیوں سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھے اور میرے مقام کو پہچان لیا ہے، میں اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں، بلکہ مجھے حق سبحانہ نے بھیجا ہے اور تم اس سے جاہل ہو اور اگر میں اس سے اپنی لاعلمی ظاہر کروں تو تمہارے مثل جھوٹا ٹھہروں گا میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں جسے تم نہیں جانتے کہ میں اسی کی جانب سے ہوں اور اسی نے مجھے بھیجا ہے۔

غرضیکہ ہمیشہ آپ نے تمام انبیاء کی طرح محض ایک نبی اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا لیکن یہ مثلث ان کو الہ و معبود مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسیح کا یہ فرمانا کہ میں اسی کی جانب سے ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میں الحق ہوں الحق کی جانب سے۔

حالانکہ قرآن میں ہے (رسول من اللہ) اللہ کے رسول ہیں اور حضرت ہود علیہ السلام

نے فرمایا:

وَلِكَيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الاعراف- 67)

میں اللہ رب العالمین کی جانب سے رسول ہوں۔

اسی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی فرمایا۔ لیکن یہ لوگ اپنی کج فطرت کی وجہ سے

محکم آیات کو چھوڑ کر تشابہ آیات کے لینے کے خوگر ہیں۔

انجیل میں یہ بھی ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں تو

آپ نے جب اپنے رب سے مردے کو زندہ کر دینے کی دعا کی تو فرمایا، خدا میں تیرا شکر گزار ہوں اور تیری تعریف کرتا ہوں، تو ہی اس وقت اور تمام اوقات میں میری دعائیں سننے والا ہے خدا تو اس مردے کو زندہ کر دے تاکہ بنو اسرائیل جان لیں کہ میں تیرا رسول ہوں اور تو میری دعائیں سنتا ہے۔

اسی طرح انجیل میں ہے کہ حضرت مسیح سامریہ سے نکلے اور جلجال پہنچے تو فرمایا کسی نبی کی اس کے وطن میں عزت و تکریم نہیں کی گئی۔

لوقا کی انجیل میں ہے کہ آپ نے فرمایا کوئی نبی اپنے وطن میں قتل نہیں کیا گیا پس تم کیسے مجھے قتل کرو گے۔

مرقس کی انجیل میں ہے کہ ایک آدمی حضرت مسیح کے پاس آیا اور کہنے لگا اے صانع و معلم، مجھے آپ بتلائیے کہ وہ کون سا عمل ہے جس کو کر کے میں ابدی زندگی حاصل کروں، حضرت مسیح نے اس سے کہا کہ تم نے مجھے صانع کیوں کہا، صانع تو صرف اللہ ہے اور اس کے شروط تم جانتے ہو، تم چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، جھوٹی گواہی نہ دو، خیانت نہ کرو اپنے ماں باپ کی عزت و تکریم کرو۔

انجیل یوحنا میں ہے کہ یہود نے جب آپ کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور اللہ سے یہ دعا کی کہ اے میرے معبود وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ اب تو مجھے اپنے پاس عزت بخش اور میرے لئے کوئی راستہ نکال دے تاکہ میں دائمی حیات کا مالک بن جاؤں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ:

غیر فانی اور باقی رہنے والی زندگی یہ ہے کہ لوگ تجھ کو ایک معبود اور رب تسلیم کریں گے اور تیرے پیچھے گئے رسول مسیح پر ایمان لائیں۔ میں نے دنیا والوں کے سامنے تیری تعظیم بیان کی اور اس چیز کا بوجھ اٹھایا، جس کا تو نے مجھے حکم دیا، اس لئے تو مجھے عزت بخش۔

انجیل متی میں ہے کہ تم اپنے آباء کا نسب نہ بیان کرو، جو زمین میں ہیں، اس لئے کہ تمہارا باپ صرف وہی ہے جو آسمان میں ہے اور تم معلمین کہہ کر نہ پکارو اس لئے کہ تمہارے معلم صرف

آپ نے ان سے فرمایا، اگر اللہ تمہارا باپ ہوتا تو تم میری اطاعت کرتے، اسلئے کہ میں اسی کی جانب سے رسول ہوں میں آیا ہوں تو اپنی طرف سے نہیں آیا ہوں، بلکہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ لیکن تم میری وصیت قبول نہیں کرتے ہو اور میرے کلام کو سننے سے عاجزی ظاہر کرتے ہو، تم شیطان کی اولاد ہو، اور اپنی خواہشات کے بندے، جس کا پورا کرنا تمہارا مقصد ہے۔

انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ آپ کب تک اپنا معاملہ چھپائیں گے اگر آپ وہی مسیح ہیں جس کا ہم انتظار کرتے ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں، یہاں یہود نے حضرت مسیح کو یہ کہہ کر مخاطب نہیں کیا کہ اگر آپ اللہ اور ابن اللہ ہیں تو ہمیں اس کی خبر دیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ نے کبھی بھی خود ہی اللہ اور ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ کے متبعین و دشمنان میں سے کسی نے یہ نہیں سمجھا کہ آپ اللہ یا ابن اللہ ہیں۔

انجیل میں ایک جگہ ہے کہ یہود نے حضرت مسیح کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو اس کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجا وہ اپنے قائدین اور رؤساء کے پاس لوٹ آئے، انہوں نے ان سے دریافت کیا کہ تم انہیں پکڑ کر کیوں نہیں لائے، انہوں نے کہا کہ ہم نے ان سے زیادہ انصاف ور کسی کو نہیں سنا۔ یہود نے کہا کہ تم بھی دھوکہ میں پکڑ گئے، بھلا بتاؤ کہ اہل کتاب کے رؤسا اور قائدین میں بھی کوئی ایمان لایا ہے۔ ان کے کسی بڑے آدمی نے یہود سے کہا، اچھا تم ہی بتاؤ کیا تمہاری کتاب اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ کسی آدمی کی بات سننے سے پہلے اس کے متعلق حکم ورائے قائم کر دی جائے، یہود نے اس شخص سے کہا کہ کتاب کھولو اور دیکھو، اس میں ہے کہ بلجبال سے کوئی نبی نمودار نہیں ہوگا۔

غرض کہ یہود ہمیشہ آپ کے اسی مرتبہ کی تکذیب کرتے رہے جو اللہ کی جانب سے نبوت کا مرتبہ آپ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے کبھی اس بات کی تکذیب نہیں کی کہ آپ اللہ نہیں ہیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ آپ الہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس کی جانب سے محض نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اگر آپ اللہ ہونے کا دعویٰ کرتے تو اس کا ذکر ضرور ملتا اور اس کے ساتھ ساتھ یہود کی زبردست تکذیب و تحقیر کا بھی پتہ چلتا کیونکہ اس صورت میں عقلاء حسنا اور

انبیاء کے اقوال کی روشنی میں ہر اعتبار سے نصاریٰ کا کذب ان کے لئے ظاہر تھا جو ان کی تکذیب کا زبردست محرک و سبب بنتا۔

اور اگر اللہ رب العالمین کا عشا یہ ہوتا کہ وہ اپنی عظمت کی کرسی سے اتر کر بندوں کے سامنے نمودار ہو اور ان سے بالمشافہ بات کرے تو اس کے اوپر واجب تھا کہ وہ کسی عورت کے شرمگاہ میں نہ داخل ہو اور پاخانہ، پیشاب، حیض وغیرہ کی نجاستوں میں اپنا وقت نہ گزارے اور اس طرح وہ بچہ کی شکل میں پیدا ہونے دودھ پینے رونے دھونے، لوگوں کے ساتھ کھانے پینے اور سونے نیز پاخانہ پیشاب اور انسانوں کی تمام صفات نقص سے بری ہو جاتا کیونکہ وہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے اور اس کو کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے نہیں ہے، بلکہ اس کی کرسی پورے آسمان و زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ لہذا جس ہستی کی یہ حالت ہے اس کو عورت کی شرمگاہ کیسے احاطہ کر سکتی ہے اور یہ صفات نقص اس کی صفات کمال کے کس قدر منافی ہیں، جنہیں تم متفقہ طور پر اس کے لئے ثابت کر رہے ہو۔

نصاریٰ کی کتابوں میں ”باپ“، ”رب“ اور ”سید“ سے مشتبہ

ہونے کا کیا مطلب؟

مسیح کے الہ ہونے کے خلاف صلیب پرستوں کے جواب کا انتظار

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ جب آسمان و زمین کے خالق مالک کو سولی دی جا رہی تھی، اور اس کا ہاتھ پاؤں مضبوطی سے باندھ دیا گیا تھا اس وقت اس کائنات کا نظام کون چلا رہا تھا، کیا اس وقت آسمان و زمین بغیر کسی معبود کے تھے یا کسی کو اس نے اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا تھا تاکہ وہ اس کی جگہ اس کا نظام سنبھالے رہے اور وہ خود عرش سے اتر کر اپنے نفس پر عذاب اور لعنت مول لینے آیا تھا کیونکہ توراۃ میں ہے کہ جو سولی پر لٹکا یا گیا وہ ملعون ہے، یا اس

حالت میں بھی وہ کائنات کی تدبیر کر رہا تھا، لیکن جب وہ مر گیا اور دفن کر دیا گیا تو اس وقت کیا حالت تھی یا تم یہ کہتے ہو کہ ہمیں اس کا جواب معلوم نہیں، ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں ایسے ہی ہے اور ہمارے آباء اور رہبروں نے ایسا ہی کیا ہے اور اس کا جواب دینا انہیں پر فرض ہے، نہ کہ ہمارے اوپر۔

تو اے صلیب پرست نصاریٰ، ہم تم سے اور تمہارے آباء بھی سے پوچھتے ہیں کہ تمہیں کس چیز نے مسیح کے معبود ماننے کی رہنمائی کی ہے کیا اس بات نے کہ مسیح کو ان کے دشمنوں نے پکڑ کر سولی دی ہے ان کے سر کو کانٹوں سے تاج پوشی کی ہے، ان کے چہرہ پر تھوک اور طمانچہ سے زد و کوب کیا ہے، ان کے ہاتھ و پاؤں کو باندھ کر ان پر کیلیں نصب کی ہیں اور فریاد کرتے ہوئے ان کی روح پرواز کر جاتی ہے اور وہ دفن کر دیئے جاتے ہیں۔

کیا اس بناء پر وہ معبود ہیں اگر ان کے معبود ہونے پر تمہاری یہی دلیل ہے تو تم تمام دنیا میں سب سے زیادہ گرے ہوئے پست لوگ ہو اور چوپایوں سے بھی بدتر ہو اور تمہاری یہ دلیل انتہائی مضحکہ خیز اور تمام مخلوقات کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔

اور اگر تم ان کے معبود ہونے کی دلیل دیتے ہو کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں، لہذا اگر مخلوق ہوتے، تو ضرور کسی انسان کے نطفہ سے پیدا ہوتے، تو تم حضرت آدم علیہ السلام کو بھی مسیح کا خدا مانو کیونکہ وہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے، اس لئے وہ بدرجہ اولیٰ خدا ہونے کے مستحق ہیں اور اسی طرح حضرت حوا علیہ السلام کو بھی پانچواں خدا مانو، کیونکہ وہ بھی بغیر ماں کے پیدا ہوئیں اور دونوں کی تخلیق مسیح کے مقابلہ میں کہیں زیادہ حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ رب العالمین ہر طرح سے پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، حضرت حوا علیہ السلام کو بغیر ماں کے پیدا کیا، حضرت مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو ماں باپ دونوں کے نطفہ سے پیدا کیا، لہذا اس سب کے پائے جانے کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ ماننے کی کوئی وجہ ترجیح نہیں ہو سکتی۔

اگر تمہاری یہ دلیل کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا ہے اور مردوں کو زندہ صرف اللہ ہی کر سکتا ہے تو تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مانو، کیونکہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے مقابلہ میں کہیں زیادہ تعجب خیز معجزات اور نشانیاں دکھائی ہیں۔

مثلاً ایک لکڑی کو انہوں نے بہت بڑا زندہ سانپ بنا دیا تھا اور یہ معجزہ اس سے کہیں زیادہ تعجب خیز ہے کہ کسی مردہ جسم میں اس روح کو دوبارہ ڈال دیا جائے، جو اس کے اندر پہلے پائی جاتی تھی اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ مردوں کو زندہ کرنا نہیں ہے تو حضرت یوشع کو خدا مانو، کیونکہ تم خود اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا۔ اسی طرح ایلیاء نبی کو خدا مانو، کیونکہ انہوں نے بھی اللہ کے حکم سے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو زندہ کیا تھا اور اس طرح انبیاء اور ان کے حواریں کے متعلق تمہاری کتابوں میں بہت سے واقعات ہیں۔

تو کیا اس معجزے کی بناء پر ان میں کوئی خدا ہوا ہے اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے ہاتھوں سے عجیب و غریب چیزوں کا ظہور ہوا ہے، اس لئے وہ خدا ہیں تو سن لو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے بڑھ کر عجائبات پیش کئے ہیں۔

حضرت ایلیاء نے ایک بڑھیا کے آٹے اور تیل میں برکت کی دعا کی تو آٹا اس کی تھیلی اور تیل اس کی شیشی سے سات سال تک ختم نہیں ہوا اور اگر تم ان کو خدا اس بناء پر مانتے ہو کہ انہوں نے تھوڑے سے گندھے ہوئے آٹے کے بیڑے سے ہزاروں لوگوں کو کھلا کر آسودہ کر دیا، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خدا مانو، کیونکہ آپ نے چالیس برس تک من و سلویٰ اپنی امت کو کھلایا تھا اور حضرت محمد ﷺ نے بہت ہی قلیل توشہ سے اپنی امت کے پورے لشکر کو کھلایا تھا، یہاں تک کہ وہ خوب آسودہ ہو گئے اور اپنے برتنوں کو بھی بھرا، اسی طرح تھوڑا سا پانی جو لب بھر نہیں تھا، آپ ﷺ نے اس سے پورے لشکر کو سیراب کر دیا اور انہوں نے پانی سے تمام برتن بھر لئے۔ اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے دریا کو آواز دی، تو اس کی موجیں ٹھہر گئیں، اس لئے ہم خدا مانتے ہیں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بڑھ کر معجزہ دکھلایا، دریا میں

آپ کے لاشی مارنے سے پانی دونوں طرف دیوار کی طرح ٹھہر گیا اور بارہ راستے بن گئے، اور سخت چتر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے اور اگر تم کہتے ہو کہ وہ اس بناء پر خدا ہیں کہ انہوں نے پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کر دیا تھا تو مردوں کو زندہ کرنا تو اس سے زیادہ تعجب خیز ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے معجزات اس سے بھی بڑے تعجب خیز ہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے خود خدا ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس لئے ہم خدا مانتے ہیں تو یا تو تمہاری بات صحیح ہے یا انہوں نے اپنے مخلوق اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور تم جھوٹ ان پر باندھ رہے ہو، اگر ہم تمہارا دعویٰ صحیح مان لیں تو یہ ماننے پڑے گا کہ وہ نہ تو کوئی نبی ہے اور نہ کوئی مومن و صادق۔ بلکہ وہ مسیح و جال کا بھائی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌ مِنْ دُونِهِ فَلْيُكْفِرْ بِهِ ۖ فَكُفِّرُوا بَعْدَ ذَلِكَ نَعْلَمُ

(الانبیاء۔ 29)

ان میں سے جو یہ کہے گا کہ اللہ کے بجائے میں معبود ہوں، اس کو ہم جہنم کا بدلہ دیں گے۔

اور ایسا شخص فرعون و نمرود وغیرہ کی طرح اللہ کا بہت بڑا دشمن ہوگا۔

لہذا تم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کی کرامت اس کی نبوت و رسالت کے درجہ سے ہٹا کر اس کا سب سے بڑا دشمن ٹھہرایا، اس لئے تم محبت کی شکل میں ان کے سب سے بڑے دشمن ہو، کیونکہ جس چیز کا دعویٰ تم حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے کر رہے ہو، یہی مسیح کذاب کا سب سے نمایاں دعویٰ ہوگا، جس سے اس کو پہچانا جائے گا پھر اللہ رب العالمین اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا آپ اسے قتل کریں گے اور اس کا کذاب لوگوں کے لئے ظاہر ہوگا اور اگر عیسیٰ مسیح علیہ السلام معبود ہوتے تو انہیں قتل نہیں کیا جاتا، چہ جائیکہ ان پر تیر برساکر چہرے پر تھوک کر سولی دی جاتی، لیکن اگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے لئے بندہ، نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ انجیلوں سے پتہ چلتا ہے اور عقل و فطرت بھی جس کی گواہی دے رہی ہے اور اس کے باوجود بھی تم اس کو الہ مانتے ہو، تو تم صراحتاً ان کے دعوے کی تکذیب کرتے

ہو اور بغیر کسی دلیل کے ان کو اپنا خدا مانتے ہو اور یہ بالکل حقیقت اور تمہاری کتابوں سے ثابت شدہ امر ہے کہ آپ نے اپنے لئے ابن بشر، بندہ، مخلوق، نیز محض نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن تم نے انہیں الہ مان کر ان کی تکذیب کی ہے اس کے مقابلہ میں اللہ اور مسیح پر افترا پر دازی کرنے والوں کی تصدیق کی ہے اور اگر تمہارے الہ ماننے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے آئندہ آنے والے غیب کی باتوں کی خبر دی ہے تو ایسا تو تمام انبیاء نے کیا ہے، اور انبیاء کے علاوہ بعض لوگ مثلاً کاہن اور ساحر وغیرہ بھی مستقبل میں ہونے والے بعض جزئیات کی خبر دیتے ہیں اور ان کے بیان و خبر دینے کے مطابق ہی وہ امر وقوع پذیر ہوتا ہے، اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انہوں نے چونکہ خود اپنے کو انجیل میں متعدد مقام پر ابن اللہ کہا ہے، اس لئے ہم ان کو الہ مانتے ہیں، جیسے کہ اس میں ہے ”میں اپنے باپ کے پاس جانے والا ہوں“ میں اپنے باپ سے مانگنے والا ہوں، اور ابن اللہ ہی ہے۔

تو تم سبھی لوگ اپنے نفسوں کو بھی الہ مانو، کیونکہ انہوں نے متعدد جگہ اللہ کو اپنا باپ بھی کہا ہے، اور تمہارا باپ بھی، جیسے کہ ان کا قول ہے ”میں اپنے اور تمہارے باپ کے پاس جاؤں گا۔“ دوسری جگہ ہے تم اپنے باپ کا زمین پر نسب نہ بیان کرو بلکہ تمہارا باپ تمہارا وہ ہے جو آسمان میں ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ سے وہ لوگ رب مراد لیتے ہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ان کے شاگرد جو ان کے بارے میں زیادہ جاننے والے تھے۔ انہیں نے الہ کہا ہے، اس لئے ہم بھی الہ کہتے ہیں تو تم انجیل کی سراسر مخالفت کر رہے ہو، کیونکہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے متعلق وہی عبد و مخلوق ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جس کا دعویٰ آپ نے کیا تھا۔

متی اپنے انجیل کی نویں فصل میں کہتا ہے کہ شعیبا علیہ السلام نے حضرت مسیح کے متعلق بطور پیشین گوئی اللہ رب العالمین کا یہ قول بیان کیا ہے۔ ”یہ میرا بندہ ہے جس کو میں نے جن لیا ہے اور میرا حبیب ہے جس سے میں راضی ہوں۔“

نمبر ۸۲ مذکور داؤدی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کھڑا ہو گیا تمام معبودوں کے لئے عبرانی زبان میں اسی طرح ہے لیکن جس نے اس کو سریانی زبان میں منتقل کیا، اس نے اس میں اس طرح تحریف کر دی ہے۔

”اللہ تعالیٰ کھڑا ہوا فرشتوں کی جماعت میں۔“

اسی مذکور داؤدی میں ہے۔ ”میں نے گمان کیا ہے کہ تم الہ ہو اور سب کے سب اللہ کے بیٹے ہو۔ اس کے علاوہ اللہ رب العالمین نے بھی اپنے بندے کو ملک کہا ہے اور اس کا نام بھی ملک ہے۔ اسی طرح آپ کو رؤف و رحیم کہا ہے اور یہ اللہ کا نام ہے، اسی طرح عزیر کہا ہے، حالانکہ یہ بھی خدا ہی کا نام ہے۔

اور اس موجد امت کے درمیان رب کا لفظ غیر اللہ کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً رب المنزل (گھر کا مالک) رب الابل (اونٹ کا مالک) رب الحدہ المتارخ (اس سامان کا مالک) حضرت شعیا نے فرمایا، اس تیل نے پہچان لیا، جس کو اس کے رب (مالک) نے پالا اور بندھے ہوئے گدھے نے پہچان لیا، لیکن بنو اسرائیل نہیں پہچان سکے۔

اور اگر تم اس بناء پر معبود مانتے ہو کہ انہوں نے مٹی سے چڑیا کی شکل بنائی اور اس کے اندر پھونک کر حقیقی اڑنے والی چڑیا بنادیا اور یہ صرف خدا کر سکتا ہے تو موسیٰ بن عمران کو بھی خدا مانو کیونکہ انہوں نے بھی لاشعری پھینکا تو بہت بڑا اثر دہا بن گیا اور اس کو پکڑا تو پہلی حالت کی طرح لاشعری ہو گیا۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ انبیاء نے ان کے الہ ہونے کی گواہی دی ہے مثلاً جب بخت نصر نے بنو اسرائیل کو سرزمین بابل کی طرف چار سو بیاسی سال تک جلاوطن رکھا تو عذرانے کہا مسیح آئیں گے اور تمام امتوں اور جماعتوں کو چھٹکارا دلائیں گے۔ چنانچہ یہ مدت جب ختم ہوئی تو مسیح آئے اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو لوگوں کو چھٹکارا اور نجات دلانے کی طاقت رکھتا ہو۔

تو میں کہتا ہوں کہ تم لوگ تمام رسولوں کو خدا بناؤ، کیونکہ سبھی نے لوگوں کو کفر و شرک اور جہنم کے شعلوں سے خدا کے حکم سے نجات دلائی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام

اور آٹھویں فصل میں ہے میں تیرا شکر گزار ہوں، اے میرے آسمان وزمین کے رب۔
لوقا اپنے انجیل کے آخری حصہ میں کہتا ہے کہ حضرت مسیح اور ان کے کسی شاگرد کے سامنے راستے میں ایک فرشتہ نمودار ہوا، یہ دونوں رنجیدہ تھے اور فرشتے کو نہیں پہچان سکے، فرشتے نے ان سے پوچھا تم دونوں کیوں رنجیدہ ہو، انہوں نے فرشتے سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ تم بیت المقدس میں مسافر ہو اس لئے کہ یہاں اس وقت جو ناصری کا معاملہ ہوا ہے، وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔ وہ ایک قوی نبی اور اللہ اور اس کے امت کے نزدیک اپنے قول و فعل میں متقی و پرہیزگار آدمی تھے، ان کو لوگوں نے پکڑ کر قتل کر دیا۔

اور اگر تم اس بناء پر انہیں الہ مانتے ہو کہ وہ آسمان پر چڑھ گئے ہیں تو اخنوخ اور الیاس بھی آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور وہ دونوں باعزت زندہ ہیں نہ انہیں کسی قسم کی تکلیف پہونچی اور نہ کسی نے ان کے بارے میں کوئی لالچ کی، اور محمد ﷺ بھی تمام مسلمانوں کے نزدیک متفقہ طور پر آسمان پر گئے تھے، لیکن محض آپ ایک بندے ہی رہے۔ اسی طرح فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور مومنین کی روضیں بھی جسم چھوڑنے کے بعد آسمان کی طرف چڑھتی ہیں، لیکن ان میں کوئی بھی عبد کے مرتبے سے آگے نہیں بڑھتا، بلکہ بندہ ہی رہتا ہے اور اگر تم ان کو خدا اس بناء پر مانتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام نے ان کو الہ، رب اور سید وغیرہ کے نام سے موسوم کیا ہے تو اللہ کے بہت سے نام تمام امتوں اور قوموں میں مروج ہیں اور کافی لوگ اس کے نام سے موسوم ہیں۔

رومی، فارسی، ہندی، سریانی، قبطی اور ان کے علاوہ بہت سی قومیں اپنے بادشاہ کو الہ اور رب کہہ کر پکارتی ہیں۔

توراة کے سفر اول میں ہے کہ اللہ نے نبی الیاس کی بیٹیوں کے پاس آئے، ان کو بہت ہی خوبصورت دیکھا اور شادی کر لی۔

تورات کے سفر ثانی میں مصر سے نکلنے کا قصہ جہاں بیان کیا گیا ہے وہاں ہے میں نے تجھ کو فرعون کا خدا بنایا ہے۔

نے اپنے تہمین کو دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے چھکارا دیا ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون اور اس کے لشکر سے اور انہیں توحید اور آخرت کا عقیدہ دے کر جہنم کے عذاب سے چھکارا دیا ہے، اسی طرح اللہ رب العالمین نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ تمام امتوں کو اتنے اعلیٰ اور بڑے پیمانہ پر نجات دلائی، جو کسی نبی کے ذریعہ نہیں دلائی۔

لہذا اگر یہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الہ ہونے کا بنیادی سبب ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ بدرجہ کوئی اس کے مستحق ہیں۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الہ ہونے پر ارمیاء نبی کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے آپ کی ولادت کے بارے میں پیشین گوئی کی ہے کہ اس زمانہ میں حضرت داؤد کے ایک بیٹا پیدا ہوگا، جو نور کی طرح چمکے گا، ملکوں کا بادشاہ ہوگا، حق اور عدل کو قائم کرے گا، یہود، بنو اسرائیل اور اپنے تمام تہمین کو نجات دلائے گا، بیت المقدس میں خوزریزی نہیں ہوگی، اور اس کا نام الہ ہوگا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگلی کتابوں میں الہ حقیقت میں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، سید، ملک اور باپ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اگر حضرت مسیح علیہ السلام ہی اللہ ہوتے تو یہ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ ان کا نام اللہ رکھا جائے گا بلکہ صاف صاف وہ یہ کہتے کہ وہ اللہ ہوگا اور قطع نظر اس کے تمہارے خلاف سب سے بڑی دلیل تمہارا یہی استدلال ہے، کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک بیٹا پیدا ہوگا جس کا نام اللہ رکھا جائے گا، لہذا معلوم ہوا کہ یہاں یہ نام مخلوق و مولود کے لئے ہے، نہ کہ آسمان و زمین کے خالق کے لئے۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے الہ ہونے پر شعیا نبی کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں، انہوں نے لوگوں سے کہا، صہیون سے کہو، خوب خوش ہو جائے، اس لئے کہ اللہ آنے والا ہے جو تمام جماعتوں اور خاص طور پر مومنوں کو نجات دلائے گا اور بیت المقدس کو چھکارا دلائے گا، اس میں اللہ تمام متفرق امتوں کے لئے اپنا پاک باز و ظاہر فرمائے گا اور ان کو ایک امت بنائے گا، تمام

دنیا والے اللہ کی نجات کے پیارے ہوں گے کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور بالکل سامنے چلے گا اور اسرائیل کا معبود انہیں جمع کرے گا تو اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یقینی طور پر معلوم نہیں کہ حضرت شعیا علیہ السلام ہی کا قول ہے اور اس میں تحریف نہیں ہوئی ہے، لہذا پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ بغیر تحریف کے انہیں کا قول ہے اور اگر یہ قول انہیں کا ہو تب بھی اس میں اس پر کوئی دلیل نہیں کہ وہ مکمل خدا ہیں اور مخلوق نہیں ہیں بلکہ یہ تو ایسے ہی ہیں جیسے کہ توراۃ میں ہے "اللہ تعالیٰ طور سیناء سے آیا اور ساعیر سے چکا اور جبال فاراں سے اس کا ظہور ہوا، اور اس میں اس امر پر کوئی دلیل نہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ خدا ہیں بلکہ اس سے مراد اس کا دین اس کی کتاب اس کی شریعت و ہدایت کا نمود و ظہور ہے۔"

اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقدس باز و تمام متفرق امتوں کے لئے ظاہر ہوگا تو توراۃ میں بھی اس طرح کی بہت سی تبلیغ عبارتیں ہیں۔

اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ تمام دنیا والے اللہ کی نجات کے پیارے ہوں گے کیونکہ وہ ان کے ساتھ اور سامنے چلے گا تو توراۃ کے سفر خاص میں بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا ان کو ذر نہیں کیونکہ اللہ جو تم سبھی لوگوں کا رب ہے، تمہارے سامنے ہے اور وہ تمہاری جانب سے لڑنے والا ہے۔

ایک جگہ توراۃ میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جماعت تو تیری ہی جماعت ہے، اس نے کہا کہ میں تیرے آگے چلوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تو ہمارے آگے نہ چلا تو ہم کو یہاں سے نہ چلا تا، کیونکہ یہ جماعت اور میں کیسے جانوں گا کہ یہ تمام نعمتیں ہمیں تیرے ساتھ چلنے کی وجہ سے دستیاب ہوگی ہیں۔

توراۃ کے سفر رابع میں ہے میں نے ان لوگوں کو تیری قدرت سے چڑھایا ہے، یہ دونوں تمام زمین والوں سے وہ باتیں کہیں گے، جو لوگوں نے تیرے بارے میں سن رکھا ہے کہ اللہ اس قوم کے درمیان ہے، اس کو وہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور تیرا بادل ان لوگوں

کو ڈھانپے رہتا ہے اور پھر بادل دن میں ان کے آگے آگے چلتا ہے اور رات میں واپس لوٹ جاتا ہے۔

توراة میں ایک جگہ ہے کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا، میں تمہارے پاس گئے بادلوں کے اندر آؤں گا تاکہ قوم مجھے تم سے بات چیت کرتے ہوئے سن لے اس طرح کی بہت سی باتیں کتب الہیہ اور انبیاء کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث قدسی ہے کہ اللہ رب العالمین نے فرمایا میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی نگاہ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پھر اس کا سننا میرا سننا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا میرا دیکھنا ہوتا ہے، اس کا پکڑنا میرا پکڑنا ہوتا ہے اور اس کا چلنا میرا چلنا ہوتا ہے۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم زکریا علیہ السلام کے اس قول سے ان کے خدا ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں جو انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کے متعلق کہا ہے کہ صہیون میں تمہارے پاس آؤں گا اور تمہارے اندر اتروں گا اور نمودار ہوں گا، اس دن اللہ پر بہت سی امتیں ایمان لائیں گی اور اس کے لئے وہ سب ایک جماعت بن جائیں گے، وہ ان کے درمیان اترے گا اور وہ پہچان لیں گے کہ میں ہی وہ طاقتور خدا ہوں جو تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، اس دن اللہ بادشاہت یہود سے چھین لے گا اور بادشاہت ان پر دوسرے کو بادشاہ مسلط کر دے گا۔

تو ہم کہتے ہیں کہ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ کو بھی خدا مانو، کیونکہ تمام اہل کتاب یہ مانتے ہیں کہ اللہ رب العالمین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بھی ظاہر و نمودار ہوا ہے۔

اور اللہ کے اترنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی ذات کے ساتھ وہ بیت المقدس کی سرزمین

میں اترے گا، کیونکہ بیت المقدس میں آسمان و زمین اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور پھر ایسی جگہ وہ کیوں اترے گا جہاں اس کو برے لوگوں کے ہاتھوں ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑے، پھر اس میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ لوگ جان لیں گے کہ میں طاقتور ہوں اور تمہارے درمیان ٹھہرنے والا ہوں، تو کیا اس کی قوت کا مظاہرہ یہی ہے کہ اس کو پکڑ کر ہاتھ پاؤں باندھ دیا جائے ان پر کیلیں نصب کی جائیں اس کی کانٹے سے تاج پوشی کی جائے پھر سولی دے دیا جائے اور وہ فریاد کرتا رہ جائے، یہی تمہارے نزدیک اس کا قوی اور غالب ہونا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام تو جب بھی بیت المقدس میں داخل ہوئے تو اکثر مغلوب و مقہور رہی رہے اس لئے وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔

اور اگر یہ الفاظ اپنے معانی و ترجمے کے ساتھ بالکل صحیح ہوں، جو انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام سے نقل کیا ہے تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی معرفت، اس پر ایمان اس کا ذکر اس کا دین و شریعت مراد ہے جو اس خطے اور نکلے میں نمودار اور غالب ہونے والی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد سرزمین بیت المقدس میں جب حضرت مسیح علیہ السلام کا دین غالب ہوا، تو اللہ پر ایمان، اس کی معرفت جس اعلیٰ پیمانے پر لوگوں کو حاصل ہوئی، وہ اس سے پہلے نہیں حاصل ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ گذشتہ تمام نبوتوں اور کتب الہیہ میں کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی ہے کہ عیسیٰ ابن البشر خدا ہوں گے اور اللہ حق ہوں گے اللہ حق سے اور وہ مخلوق و مربوب نہیں ہو گے بلکہ آپ کے متعلق، آپ کے سب سے قریبی انسان جناب محمد ﷺ نے جو بیان دیا ہے کہ آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے کلمے اور روح ہیں، جس کو اللہ نے مریم کی طرف ڈالا ہے، وہی تمام انبیاء اور کتب سابقہ نے بھی خبر دی ہے، جن میں ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور صلیب پرست مثلاً نے اپنی کتاب کے جن الفاظ و کلمات سے حضرت مسیح علیہ السلام کے اللہ ہونے پر استدلال کیا ہے ان میں بعض الفاظ اور کلمات حضرت مسیح علیہ السلام کے ہیں اور بعض دوسروں کے، جیسے باپ، روح، حق اور اللہ کا لفظ ہے اور اسی طرح روح القدس کا ان کے اندر حلول

کرنے اور ان کی شکل میں نمودار ہونے کا مسئلہ ہے یہ تمام الفاظ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے غیر کے درمیان مشترک ہیں۔

انکے حلول کا عقیدہ بعض بدعتی صوفیاء اور جہمیہ نے بھی اختیار کیا ہے بعض نام نہاد مسلم جماعتوں نے بھی اس شرک و کفر میں نصاریٰ کی موافقت کی ہے

اور انہوں نے ان مقامات پر اللہ کی ذات کا حلول مراد لیا ہے، جہاں درحقیقت مومنین و عارفین کے دلوں میں اللہ پر ایمان و معرفت اس کے نور و ہدایت کا حلول مراد ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۷﴾

اللہ کے لئے مثل اعلیٰ ہے آسمان و زمین میں، اور وہ غالب اور حکیم ہے۔

یہاں مثل اعلیٰ سے فرشتوں، نبیوں اور مومنوں کے دلوں میں جو اللہ کا ایمان اس کی محبت و معرفت اس کی تعظیم و تکریم ہے وہ مراد ہے نہ کہ اللہ کی ذات کا حلول۔ اور یہ قول اللہ کے اس قول کے مثل ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا (البقرة-137)

اگر یہ تمہارے مثل ان چیزوں پر ایمان لے آئے جس پر تم لائے ہو تو یہ ہدایت پا گئے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے:

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۚ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ (الانعام-3)

اور وہ اللہ آسمان و زمین میں ہے تمہاری پوشیدہ اور ظاہر تمام چیزوں کو جانتا ہے اور جو تم عمل کرو گے اسے بھی جانتا ہے۔

اور جیسے اللہ کا یہ قول ہے:

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾ (الزخرف-84)

وہی وہ ذات ہے جو آسمان میں مجبور ہے اور زمین میں بھی اور وہ حکیم و علیم ہے۔

اور عام بول چال میں یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ان کے دلوں میں ہے، تم میرے دل اور آنکھ میں ہو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی محبت و معرفت لوگوں کے دلوں میں ہے، نہ کہ خود اس کی ذات میں۔ جیسے کہ شاعر کا قول ہے:

وَمَنْ عَجَبَ إِلَىٰ أَحْسَنِ الْبِهِمِ
وَأَسْأَلَ عَنْهُمْ مَنْ لَقِيتَ وَهُمْ مَعِيَ
وَتَطْلُبُهُمْ عَيْنِي وَهُمْ فِي سَوَادِهَا
وَيَشْفَاهُهُمْ قَلْبِي وَهُمْ بَيْنَ اضْطِلْعِي

تعجب کی بات یہ ہے کہ میں ان کا اس قدر مشتاق ہوں کہ ان کے بارے میں جس سے بھی ملاقات ہوتی ہے، پوچھتا رہتا ہوں، حالانکہ وہ میرے ساتھ ہوتے ہیں۔

میری آنکھیں انہیں تلاش کرتی رہتی ہیں، جب وہ اپنی بڑی جماعت میں ہوتے ہیں اور میرا دل ان کا مشتاق ہوتا ہے، حالانکہ وہ میری دونوں پسلیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

خَيْالِكَ فِي عَيْنِي وَذِكْرِكَ فِي فَمِي
وَمُشَاوَاكِ فِي قَلْبِي فَأَيْنَ تَغِيبُ

تمہارا خیال میری آنکھوں میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے، اور تیری منزل میرے دل میں ہے تو تو کہاں غائب ہے۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

ساکن فی القلب یعمره
لست انساہ فاذا کمره

دلوں میں ٹھہرنے والا اس کا آباؤ رکھتا ہے، میں نے اس کو بھلایا نہیں ہے کہ دوبارہ یاد کروں۔

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے:

ان قلت غبت فقلبی لا یصدقنی
اذ انت فیہ لم تغب
او قلت ما غبت قال الطرف اذا کذب
فقد تحیرت بین الصدق والکذب

اگر میں یہ کہوں کہ تم غائب ہو گئے ہو تو میرا دل اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے اس لئے کہ تم دل میں نہیں غائب ہوئے ہو اور اگر میں کہوں کہ تم نہیں غائب ہوئے ہو، تو آنکھ مجھے جھوٹا کہتی ہے، اس لئے میں صدق و کذب کے درمیان متحیر ہوں۔

ایک شاعر کا کہنا ہے:

احسن الیہ وهو فی القلب ساکن
فی اعجاز لمن یحزن لقلبه

میں اس کے لئے بھلائی کرتا ہوں اور وہ میرے دل میں رہتا ہے، پس کس قدر تعجب ہے اس شخص پر جو اس کے دل کا مشتاق ہے۔

لیکن جو شخص اس طرح کی باتیں صحیح نہ سمجھ سکے اگر وہ اللہ رب العالمین کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ بندوں کے اندر حلول کئے ہوئے ہے، خدا اور بندے ایک ہی ہیں اور دونوں کی ذات آپس میں ملی ہوئی ہے تو یہ اس کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہوگی۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم نے ان کو اللہ شعیاً علیہ السلام کے اس قول سے واجب مانا ہے، انہوں نے کہا سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فرشتوں کا رب انسان سے پیدا ہوگا، تو پہلے تم اپنے اس قول پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شعیاً علیہ السلام ہی کا قول ہے اور اس کے ترجمے کے درجہ بدرجہ نقل کرنے میں تحریف نہیں ہوئی ہے اور کلام منقطع ہے، جن کا سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہم اس کو صحیح بھی مان لیں تو اس میں بھی تو یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ ابن البشر اور مولود و مخلوق ہیں، نہ کہ خدا کے بیٹے اور اس کی ذات سے پیدا ہونے والے۔

اگر یہ کہتے ہو کہ ہم متی کے اس قول سے ان کے معبود ہونے پر دلیل پکڑتے ہیں اس کی انجیل میں ہے کہ ابن البشر اپنے فرشتوں کو بھیجے گا، وہ تمام بادشاہوں کو جمع کریں گے اور ان کو جہنم کی بھٹی میں ڈالیں گے۔

تو یہ تو اس سے پہلے شعیاء کے قول کی طرح ہے، یہاں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ مسیح تمام ارباب کے رب اور فرشتوں کے خالق ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ وہ فرشتوں کے رب ہیں، یہ تو بہت ہی قبیح جھوٹ اور بہتان ہے، بلکہ جو ملائکہ کا رب ہے، اس نے ملائکہ کو حضرت مسیح کی حفاظت و نصرت کا حکم دیا ہے جیسے کہ لوقا کے قول سے پتہ چلتا ہے، بیشک اللہ رب العالمین اپنے فرشتوں کو تمہارے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہے، تاکہ وہ تمہاری حفاظت کریں۔

ایک جگہ ہے بیشک اللہ نے آسمان سے فرشتہ بھیجا، تاکہ ان کو قوت بخشے، کتابوں سے تو یہ ثابت ہے لیکن ان کا ذیوں نے اس میں تحریف کر دی ہے اور انبیاء کی طرف یہ منسوب کر دیا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ کا رب کہا ہے، لہذا جب انجیل اور متفقہ طور پر انبیاء و رسل کی شہادت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے اپنے فرشتوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے تو یہ بات قطعی طور پر معلوم ہوگئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتے اللہ کے بندے اور اس کے حکم کو نافذ کرنے والے ہیں، نہ کہ رب اور معبود ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا جس نے تمہاری باتیں قبول کیں، اس

نے میری باتیں قبول کیں، اور جس نے میری باتیں قبول کیں، اس نے اس ذات کی باتیں قبول کیں جس نے مجھے بھیجا ہے۔

مزید یہ بھی کہا، جس شخص نے لوگوں کے سامنے میرا انکار کیا، میں نے اللہ کے فرشتوں کے سامنے اس کا انکار کیا۔

اسی طرح آپ نے اس شخص سے کہا، جس نے کانہوں کے رئیس کے غلام کو مارا تھا، اپنی تلوار میان میں کرلو، اور گمان میں نہ پڑو، کیونکہ میں اس بات کی طاقت رکھتا ہوں کہ اللہ سے دعا کروں اور وہ میرے لئے بارہ سے بھی زیادہ تعداد میں فرشتوں کو بھیج دے بھلا بتاؤ کہ جو ملائکہ کا رب اور خالق ہو گا وہ اس طرح کہے گا۔

اور اگر تم کہتے ہو کہ ہم ان کو الٰہ شعیٰ علیہ السلام کے اس قول سے مانتے ہیں، انہوں نے کہا نبی کے گھر سے ایک لاشی نکلے گی اور اس سے ایک روشنی ابھرے گی، اس کے اندر روح القدس، اللہ کا روح، کلمہ کا روح اور ان کی محبت، ہوشیاری اور قوت کا روح، علم کا روح اور اللہ کا خوف حلول کرے گا، لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے لئے تاج و کرامت ہوگی۔

تو تم پہلے اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت شعیٰ علیہ السلام ہی کا قول ہے اور لفظاً و معنیاً کسی اعتبار سے نقل کرنے میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ خود تمہارے خلاف دلیل ہے اور اس میں کوئی دلیل نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان و زمین کے خالق ہیں، بلکہ یہ تو قرآن کے اس بیان کے عین مطابق ہے کہ وہ اللہ کے روح اور کلمے ہیں، جن کو اللہ نے روح القدس کے ذریعہ تقویت دی ہے اور اس میں بھی یہی ہے کہ روح القدس، اللہ کا روح، اس کے کلمے کا روح، اس کی قوت و ہوشیاری کا روح اس کے علم و خوف کا روح، اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور یہ نہیں کہا گیا کہ اس کے اندر اللہ کی حیاۃ حلول کئے ہوئے ہے چہ جائیکہ اس کی ذات کو ہم حلول مانیں اور اتحاد اور لاہوت و ناموس کے

عقیدے پر استدلال کریں۔

بلکہ یہ روح تو تمام انبیاء و صدیقین کے ساتھ رہی ہے، توراۃ میں ہے کہ جو لوگ قبیۃ الزمان میں کام کرتے تھے، ان کے اندر حکمت کی روح حلول کئے ہوئے تھی۔

(قبیۃ الزمان) ایک خیمہ تھا جس میں یہود تابوت عہد کو چھپاتے تھے اور اس کو قبیۃ الشہادۃ عند الیہود بھی کہتے تھے۔ اور علم و فہم کی روح سے مراد جس سے ہدایت و نصرت اور تائید خداوندی حاصل ہوتی ہے اور یہاں روح اللہ سے مراد صفت بھی نہیں ہے چہ جائیکہ اس کی ذات ہو، بلکہ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح اللہ ہے، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی۔

دوسری بات یہ کہ مضاف جب کوئی ایسی ذات ہو، جو قائم بنفسہ ہو، تو مضاف الیہ کا وہ مملوک وہ ماتحت ہوتا ہے جیسے بیت اللہ (اللہ کا گھر) روح اللہ (اللہ کی روح) یہاں بیت اللہ سے مراد وہ گھر نہیں ہے جس میں اللہ رہتا ہے، اسی طرح روح اللہ سے مراد وہ روح بھی نہیں جو اس کی ذات سے وابستہ اور قائم ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ (الجمادۃ - 22)

وہی وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ رکھا ہے اور ان کی مدد کی ہے اپنے روح کے ذریعہ۔

دوسری جگہ ہے:

وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا (الشوری - 52)

اسی طرح ہم نے تمہاری جانب اپنے حکم سے روح کی وحی کی۔

یہاں روح سے مراد وہ چیز ہے جس سے اللہ رب العالمین نے اپنے مومن بندوں کو تقویت پہنچائی ہے۔ اسی طرح اس میں جو یہ کہا گیا ہے کہ لوگ اسی پر ایمان لائیں گے اور اسی پر بھروسہ کریں گے تو یہاں ضمیر اللہ کی طرف لوثی ہے، نہ کہ عصا کی طرف جو نبوت کے گھر سے ظاہر ہوگی، دیکھو، کس طرح اللہ نے ایمان و توکل دونوں چیزوں کو اس آیت کریمہ میں جمع کر دیا ہے۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ اِمْنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (الملك-29)

اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحمن ہے جس پر ہم ایمان لائے اور بھروسہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

يَسْقُومُ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ (یونس-84)

اے میری قوم اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم مسلم ہو۔

اسی طرح کی بہت سی آیتیں قرآن میں ہیں:

اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ نے ان کو طاقت روح العلم و خوف خدا کے ذریعہ دی ہے ان دونوں بنیادی چیزوں کو قرآن کی اس آیت کریمہ میں جمع کیا ہے۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر-28)

اللہ سے اس کے علماء بندے ہی خوف کھاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انما اعلمكم باللہ و اشدكم له خشية

میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور اس سے خوف کھانے والا ہوں۔

یہ خصلت اس شخص کی ہے جو محض بندہ اور محکوم ہے اور اللہ رب العالمین تو خالق اور الحق ہے جسے نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی ڈر اور نہ ہی وہ کسی کی عبادت کرتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ کی عبادت کی خاطر لمبے لمبے قیام کرتے تھے، لہذا وہ خالق اور رب کیسے ہو سکتے ہیں، اگر تم شیعا علیہ السلام کے اس قول سے ان کو الہ مانتے ہو، انہوں نے کہا، بیشک ہمارے ایک بچہ پیدا ہوگا ہم نے اس کو اتنی اتنی چیزیں دی ہیں اور اس کی ریاست و سرداری اسکے دونوں کندھوں پر سونپ دی ہوگی، اس کو ملک عظیم و عجیب، الہ قوی و مسلط اور رئیس کے نام سے پکارا جائے گا، ہر زمانہ میں وہ قوی السلام ہوگا اور اس کی بادشاہت کامل ہوگی، جو فنا نہیں ہوگی۔

تو ہم تم سے یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس بشارت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح سے بھی مراد نہیں ہو سکتے، اور اگر اس سے حضرت مسیح علیہ السلام مراد بھی ہوں، تب بھی یہ ان کے الہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

کیونکہ اس میں پہلے یہ کہا گیا ہے کہ اس کی ریاست اس کے دونوں کندھوں اور مونڈھوں کے درمیان ہوگی اور یہ صفت حضرت مسیح علیہ السلام کے نسبت نبی کریم ﷺ کے اندر زیادہ اور نمایاں ہے، کیونکہ آپ ہی کی ریاست آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی، جس کی خبر بطور علامت انبیاء نے دی تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ ہی نے اپنے کندھوں پر کفار و مشرکین سے دفاعی جنگ کرنے کے لئے تلوار لٹکائی، اس کی مزید تائید اس کے بعد شیعا علیہ السلام کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وہ رئیس مسلط اور قوی السلام ہوگا۔

چنانچہ یہ صفت بدرجہ اتم آپ ﷺ کے اندر پائی جاتی تھی، آپ قوی السلام رئیس اور اللہ کی جانب سے مؤید و منصور تھے۔ آپ کا دین اسلام یعنی سلامتی کا دین تھا، اور جس نے بھی آپ کے دین کی اتباع کی وہ دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب نیز دشمن کے غلبہ سے محفوظ رہا۔ اور آپ ﷺ کی طرح حضرت عیسیٰؑ اپنے دشمنوں پر مسلط نہیں ہوئے، بلکہ آپ کے دشمن ہی آپ پر غالب و مسلط تھے جیسا کہ نصاریٰ خود کہتے ہیں کہ انہیں آخری وقت تک یہود کے ہاتھوں مختلف ظلم و ستم سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لہذا حضرت مسیحؑ کے بجائے یہ تمام کی تمام صفات نبی کریم ﷺ ہی پر صادق آتی ہیں، آپ ہی کی بادشاہت کامل ہے، جس کے لئے آخری زمانے تک فنا و زوال نہیں اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ محمد ﷺ تو تمہارے یہاں الہ کے نام سے موسوم نہیں کئے جاتے ہیں، بلکہ وہ تو محض بندے ہیں تو خدا کی قسم اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بندے ہی ہیں اور ان کا بندہ ہونا ہی ان کے لئے باعث فخر و بزرگی ہے۔ لیکن یہاں اسم الہ مختلف تراجم کی وجہ سے داخل ہو گیا ہے جس سے مراد سیدھی اور سچی اطاعت ہے نہ کہ حقیقی معبود اور خالق و رازق۔

لہذا آپ سید و مطاع ہیں اگرچہ لفظ اللہ کے ساتھ نہیں پکارے جاتے ہیں، اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ ہم ان کے خدا ہونے پر شعیاً علیہ السلام کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں، انہوں نے کہا، ایک عذراء (باکرہ) عورت حاملہ ہوگئی اور ایک بچہ جنے گی جس کو "عمانویل" کے نام سے پکارا جائے گا، عمانویل عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کی تفسیر عربی زبان میں "اللہ معنا" کے ہیں، یعنی اللہ ہمارے ساتھ ہے، یہاں نبی نے ان کے الہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

تو ہم پہلے تم سے اس کلام کی صحت پر دلیل طلب کرتے ہیں، پھر اس کے ثبوت کے بعد ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلام کسی طریقہ سے بھی اس مفہوم و تفسیر پر دلالت نہیں کرتا ہے کہ عذراء نے رب العالمین اور آسمان و زمین کے خالق کو جنم دیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ ایک بچہ جنے گی، جو خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تمام لڑکوں کی طرح ایک لڑکے ہیں نہ کہ رب العالمین اور وہ عمانویل کے نام سے پکارے جائیں گے اس کا مطلب یہ ہے کہ عمانویل ان کا صرف ایک نام ہوگا جیسے کہ بہت سے اپنے بچوں کا نام مختلف اسماء و صفات نیز افعال اور دو اسموں سے مرکب یا ایک اسم اور ایک فعل سے مرکب جملے کے ساتھ رکھتے ہیں اور بہت سے اہل کتاب اپنے بچوں کا نام عمانویل ہی رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ تمہارے کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہاں عذراء سے مراد حضرت مریم علیہ السلام نہیں ہیں اور اس دعوے کی دلیل میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں، لہذا اگر ان کی بات مان لی جائے تو عمانویل حضرت مسیح علیہ السلام کا نام نہیں ہوگا، اور اگر ان کی بات نہ مانی جائے، بلکہ یہ نام حضرت مسیح علیہ السلام ہی کے لئے ثابت مانا جائے، تب بھی اس کی تفسیر اللہ معنا کے ساتھ نصاریٰ کی تحریف ہے اور صحیح تفسیر الہنا معنا (ہمارا معبود ہمارے ساتھ ہے) یا اللہ حسبی (اللہ ہمارے لئے کافی ہے) اور اسی طرح کے مفہوم میں ہے۔

نصاریٰ کے اس تحریف کا اقرار اور ان کی بھرپور تردید، ان کے بعض منصف علماء نے کی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ قول بالکل باطل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کبھی اپنے رب اور الہ نیز

خالق و رازق اور مہی و میت ہونے کا دعویٰ کیا ہے، بلکہ آپ تو خدا کے الہ ہونے اور اس کی جانب سے اپنے لئے رسول برحق ہونے کی گواہی دیتے رہے جن کی شہادت انجیل دیتی ہے اور انجیل کی تصدیق واجب ہے، اس کے مقابلے میں ان لوگوں کی تکذیب ضروری ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو الہ اور معبود مانا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام ہی اس نام کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ بہت سے نصاریٰ اور یہود اپنی اولاد کا نام عمانویل رکھتے ہیں اور یہ چیز ہمارے زمانے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس اسم کا معنی عام طور پر ان کے یہاں شریف و لائق کے معنی میں ہوتا ہے، اسی طرح سریانی بھی اپنی اولاد کا نام عمانویل رکھتے ہیں، بہت سے مسلمان بھی بعض لوگوں کو اللہ معک کہہ کر پکارتے ہیں، جس کے معنی سے تبرک حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہ ہے تمہارے خلاف تمہارے علماء حق کا بیان، لہذا تمہارا دعویٰ بالکل جھوٹا اور غلط ہے اور اگر تم حضرت حقوق کے اس قول سے ان کے الہ ہونے پر دلیل پکڑتے ہو،

انہوں نے کہا بے شک اللہ زمین میں نمودار ہوگا اور لوگوں کے ساتھ گھل مل جائے گا اور ان کے ساتھ چلے گا، اسی طرح ارمیاء نے بھی کہا ہے کہ اللہ زمین پر ظاہر ہوگا اور لوگوں کیساتھ چلے گا۔ تو پہلے تم ان دونوں کی نبوت کو ثابت کرو پھر اس پر دلیل قائم کرو کہ یہ درحقیقت انہیں دونوں بیوں کا قول ہے اور اس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے۔

لہذا اولاً تو تم ان تینوں چیزوں کو ثابت نہیں کر سکتے اور اگر ثابت بھی کر دو تب بھی یہ قول حضرت مسیح علیہ السلام کے مخلوق ہونے کے بجائے خالق اور الہ حق ہونے پر نہیں دلالت کر رہا ہے بلکہ اس طرح کی عبارتیں تو توراۃ میں بھی ہیں، جو اس سے زیادہ بلیغ ہیں، لیکن وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الہ اور جملہ مخلوق سے خارج ہونے پر نہیں دلالت کرتی ہیں اور اس میں اللہ کے ظاہر اور نمودار ہونے کے جو الفاظ ہیں، اس طرح کے الفاظ توراۃ میں بھی ہیں، مثلاً اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دوسرے انبیاء کے لئے روشن و ظاہر ہوا۔

لیکن کسی بھی نبی کے الہ ہونے پر یہ چیز دلالت نہیں کرتی ہے اور عرف عام میں بھی جب کسی

شخص کا طور طریقہ اور عمل لوگ اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی وصیتوں پر لوگ عمل کرنے لگتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص مرا نہیں ہے بلکہ ہمارے درمیان باقی ہے حالانکہ وہ شخص مر چکا ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بچے کا باپ مر جاتا ہے تو لوگ اس کو تسلی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہارا باپ مرا نہیں ہے، میں تمہارا باپ ہوں، اسی طرح جب کسی عالم کے شاگرد کو اسی کے مثل تعلیم یافتہ دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ وہی فلاں ہے، اور اس لئے اس کے استاد کا نام لیتے ہیں جیسے کہ عکرمہ کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ ابن عباس ہیں۔

ابو حامد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ شافعی ہیں، اسی طرح جب کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنا نائب اور قائم مقام بنا کر کسی شہر میں بھیجتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ بادشاہ آگئے، بادشاہ نے فیصلہ کیا، بادشاہ نے حکم دیا۔

حدیث میں ہے کہ اللہ رب العالمین قیامت کے دن فرمائے گا، میرے بندے میں بیمار ہوا، تم نے میری عیادت نہیں کی، بندہ کہے گا اے رب کیسے میں تیری عیادت کرتا، تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا، تم نے اس کی عیادت نہیں کی۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر فرمائے گا میرے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں، بندہ کہے گا اے رب تو رب العالمین ہے تجھے میں کیسے کھلاتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا طلب کیا تھا تو تم نے اسے کھلایا نہیں، اگر تم اسے کھلاتے تو اس کا اجر و ثواب میرے پاس پاتے۔

پھر فرمائے گا میرے بندے میں نے تم سے پانی طلب کیا تھا، لیکن تو نے مجھے پلایا نہیں، بندہ کہے گا، اے رب میں تجھے کیسے پلاتا، جب کہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرا بندہ بیا ساق تھا، اس نے تم سے پانی طلب کیا لیکن تم نے پلایا نہیں، اگر تم اس کو پلاتے تو اس کا اجر میرے پاس پاتے اور اس سے بھی زیادہ مبلغ اللہ رب العالمین کا یہ قول ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَذُ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (النح-10)

بیک جولوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

ایک جگہ ہے:

مَنْ يَطْعُ الرُّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء-80)

جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے خدا کی اطاعت کی۔

لہذا اگر تم اس قسم کے الفاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے الہ ہونے پر دلیل پکڑتے ہو تو مسلمان بدرجہ اولیٰ حضرت محمد ﷺ کے الہ ہونے پر دلیل پکڑ سکتے ہیں۔

اگر تم ان کو الہ حقوق کے اس قول سے مانتے ہو جو ابواب ملک کے تیسرے باب میں ہے کہ اے رب اسرائیل کے معبود، اب تیری وہ بات ثابت ہوگی جو تو نے داؤد سے کہا تھا کہ عقریب اللہ زمین میں لوگوں کے ساتھ ٹھہرے گا، تمام جماعتیں سن لیں، زمین اور اس کی تمام چیزیں خاموش ہو جائیں، کیونکہ رب ان پر گواہ ہوگا، وہ اپنے مقام سے نمودار ہوگا اور اترے گا اور زمین کے مشرقی حصے پر چلے گا، جس وقت کہ بنی یعقوب گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

تو پہلے تم یہ ثابت کرو کہ اس کے قائل نبی ہی ہیں اور یہ الفاظ انہیں کے ہیں جس کے ترجمے میں کسی قسم کی تحریف نہیں ہوئی ہے اور اسے تم ثابت نہیں کر سکتے، پھر اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ قول سابقہ مذکورہ اقوال کی طرح ہے، جس سے کسی صورت میں بھی ان کے الہ ہونے کا ثبوت نہیں ملتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ اللہ لوگوں کے ساتھ ہوگا اور اس میں اللہ کے دین اس کی شریعت اس کی ہدایت و نور کا زمین میں مستحکم و پائیدار ہونا مراد ہے نہ کہ خود اس کی ذات کا عرش کی کرسی چھوڑ کر زمین پر سکونت پذیر ہونا اور اگر اس محال چیز کا ممکن الوقوع ہونا مان بھی لیا جائے پھر اس سے حضرت مسیح علیہ السلام ہی کو مراد لینا کسی صورت میں درست نہیں ہو سکتا، کیونکہ تمام انبیاء نے بھی یہاں سکونت اختیار کی تھی، اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی فوقیت اور خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں کہ صرف انہیں کو الہ مانا جائے۔ کیا تم اس بناء پر ان کو تمام انبیاء پر فوقیت دے کر الہ مانتے ہو

کہ ان کو زمین میں قوت و بادشاہت حاصل تھی، پھر دوسری طرف تم تو یہ بھی کہتے ہو کہ انہیں آخری وقت تک دوسروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا اور ہمیشہ مقہور و مغلوب رہے اور مختلف ذلت و کجبت سے دوچار ہوئے، لہذا یہ تو اہل ارض کی صحبت میں رہ کر ان کا انجام ہوا۔

اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس کے زمین میں سکونت پذیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شکل اختیار کر لی اور ان کی صورت میں ظاہر ہوا تو میں تم سے کہوں گا کہ جس چیز کا ظہور ممکن و معقول ہے، وہ اس کے دین، اس کی معرفت و محبت کا ظہور ہے۔ لہذا اس کے اندر تمام انبیاء برابر ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی طبیعت اور دیگر انبیاء کی طبیعت انسانی میں کوئی فرق نہیں، اس کی محبت و معرفت کا ظہور تمام لوگوں کے اندر ہوا ہے۔

اور اگر تم اس سے یہ مراد لیتے ہو کہ اس کی ذات مسیح علیہ السلام کے اندر حلول کئے ہوئے ہے اور اللہ اور مسیح ایک ہی ہیں تو یہ بہت ہی محال اور محیر العقول بات ہے جو عقل و فطرت اور تمام انبیاء کے اقوال کے خلاف ہے۔ لہذا کوئی نبی اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا بلکہ اصول و بنیاد کے اندر تمام انبیاء متفق ہیں۔

تشلیث کا عقیدہ رکھنے والے نصاریٰ نے اللہ کی ذات کی تقدیس اور صفات کمال کے ساتھ اس کی توصیف کرنے میں انبیاء کے اصول کی مخالفت کی ہے

اللہ رب العالمین کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ قدیم اور واحد ہے، اس کی بادشاہت میں کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی مد مقابل نہیں، اس کا کوئی وزیر و مشیر نہیں اس کا کوئی مددگار نہیں، اس سے شفاعت کرنے کا اختیار کسی کو نہیں، مگر جس کو وہ اجازت دے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ نہ اس کا کوئی باپ ہے اور نہ لڑکا، نہ کوئی اس کا ہم مثل ہے اور نہ کوئی

رشتہ دار اور نہ ہی اس کے پاس بیوی ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ بذاتہ غنی ہے نہ وہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، اور نہ اس کو کبھی ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے جس کی ضرورت تمام مخلوق کو پڑتی ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ نہ متغیر ہوتا ہے اور نہ اس کو آفتیں لاحق ہوتی ہیں، جیسے بڑھاپا، مرض، اوگھ، نیند، نسیان، ندامت، خوف و غم و حزن وغیرہ۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کے ہم مثل نہیں، نہ اس کی ذات میں نہ اس کی صفات میں، اور نہ ہی اس کے افعال میں۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوقات میں کسی بھی چیز کے اندر حلول نہیں کئے ہوئے ہے، اور نہ مخلوقات میں سے کوئی اس کی ذات میں داخل ہے بلکہ اس کی ذات مخلوق سے بالکل الگ ہے اور مخلوق اس سے بالکل علیحدہ ہیں۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے اس کے اوپر کوئی چیز نہیں۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو بھی چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے ارادے میں مانع و ٹکل نیز اسے عاجز کرنے والی نہیں۔

نویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، ظاہر چیزوں کا بھی اور پوشیدہ چیزوں کا بھی، جو ہو چکا ہے اس کا بھی، اور جو ہونے والا ہے اس کا بھی۔ اور جو نہیں ہو پایا وہ اگر ہوتا، تو کیسے ہوتا، اس کا بھی۔

وَمَا تَسْغُطُ مِنْ وَرْقَةٍ إِلَّا يَغْلُمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ (الانعام-59)

جو بھی پتہ زمین پر گرتا ہے، جو بھی دانہ زمین کی تاریکی میں ہوتا ہے، سب اس کے علم میں ہے، اور جتنی بھی خشک و تر نیز متحرک چیزیں ہیں سب کی حقیقت وہ جانتا ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ سچ و بصیر ہے۔ ہر قسم کے آواز کی چیخ و پکار اور مختلف حاجات کی ادائیگی کے لئے تمام مختلف قسم کے مروجہ لغات و زبان کو جانتا ہے اور تاریک راتوں میں سخت چٹانوں پر جو کالی چوٹیاں رہتی ہیں، ان کو بھی دیکھتا ہے، اس کا ان تمام مسوعات پر، اس کی نگاہ تمام مبصرات پر اس کا علم تمام معلومات پر، اس کی قدرت تمام مقدمات پر محیط ہے، اور اس کی مشیت تمام مخلوقات پر نافذ ہے۔ اس کی رحمت تمام مخلوقات پر عام ہے، اس کی حکومت ارض و سموات پر چھائی ہوئی ہے۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ ایسا شاہد (دیکھنے والا) ہے جو کبھی غائب نہیں ہوتا، اور نہ اپنی بادشاہت کی تدبیر کے لئے کسی کو اپنا جانشین بناتا ہے اور نہ اس کو کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بندوں کی ضرورتیں اس تک پہنچائے، یا ان حاجات پر اس کی مدد کرے یا بندوں کے لئے لطف و رحم کی درخواست کرے۔

بارہویں صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا ہے جو نہ کبھی مضطرب ہوگا اور نہ معدوم و فنا۔

تیرہویں صفت یہ ہے کہ وہ کلام کرنے والا، حکم دینے والا اور منع کرنے والا ہے، حق بات کا کہنے والا اور سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے، رسولوں کو بھیجے والا اور کتابوں کو نازل کرنے والا ہے اور ہر نفس کا اس کے اچھے اور برے اعمال پر محاسبہ کرنے والا ہے، نیز محسن کو اس کے احسان کا بدلہ اور برے لوگوں کو ان کی برائی پر سزا دینے والا ہے۔

چودھویں صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وعدہ اور خبر میں صادق ہے، اس کا قول، اس کی باتیں، سب سے سچی ہیں، وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

پندرہویں صفت یہ ہے کہ وہ تمام چیزوں سے پوری طرح بے نیاز ہے اور اس کی حمدیت کے جو چیزیں معارض ہیں، ان سے بری ہے۔

سولہویں صفت یہ ہے کہ وہ مقدس اور سراسر سلامتی والا ہے، لہذا اس کی ذات ہر قسم کے عیب

و نقص اور آفت سے مبرا ہے۔

سترہویں صفت یہ ہے کہ وہ کامل ہے جس کو ہر طرف سے کمال مطلق کی صفت حاصل ہے۔ اٹھارہویں صفت یہ ہے کہ وہ عادل اور منصف ہے جو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا اور بندے اس کی جانب سے ظلم کا اندیشہ نہیں رکھتے ہیں۔

یہ خدا کے وہ صفات ہیں جس پر تمام آسمانی کتابیں اور انبیاء کرام متفق ہیں اور جس کی خلاف ورزی کسی نبی اور شریعت کے لئے جائز نہیں۔

لیکن ان صلیب پرست نصاریٰ نے ان تمام صفات کمال سے اللہ تعالیٰ کو محروک کر دیا اور چند مجمل و متشابہ معانی و الفاظ نیز گمراہ لوگوں کے اقوال کو اختیار کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر بیٹھے۔

اگر محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی

نبوت باطل ہو جاتی

موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد بنو اسرائیل کا بیان

اگر محمد ﷺ کا ظہور نہ ہوتا تو تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی۔ کیونکہ آپ کے ظہور سے ان کے نبوت کی تصدیق ہوئی اور آپ کی بعثت اگلے انبیاء کے صدق کی نشانی و شہادت بنی، اس کی طرف اشارہ قرآن کریم کی اس آیت میں ہے۔

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ (الشُّفُت - 37)

آپ حق کے ساتھ اور سراسر یار رسولوں کی تصدیق بن کر آئے۔

اس اجمال کلی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کرام نے چونکہ آپ کے نبوت کی بشارت دی تھی اس لئے آپ کی آمد سے ان کے خبر کی تصدیق ہو گئی۔

دوسری طرف آپ نے اپنی زبان و قول سے بھی انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی، اور ایمان لائے اس لئے آپ کا ظہور و خروج سراپا انبیاء کرام کی تصدیق کا باعث بنا، جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور تورات کی تصدیق کا سبب بنا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الف-6)

میں تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئیں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔

غرضیکہ اللہ رب العالمین کا یہ اصول رہا ہے کہ اس نے پہلے آنے والے رسولوں کی زبانی بعد میں آنے والے رسولوں کی بشارتیں دیں ہیں اور لاحق کا ظہور سابق کیلئے سراپا تصدیق بنایا ہے۔ اسلئے اگر نبی کریم کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی پیشین گوئیوں کی تصدیق کیسے ہوتی، بلکہ ان کی نبوت اور پیشین گوئی باطل ہو جاتی اور اللہ رب العالمین جو وعدہ خلائی نہیں کرتا اور جس کی خبر سچی ہوتی ہے، اس نے حضرت ابراہیم اور ہاجرہ کو ایسی ایسی بشارتیں دی تھیں۔ جس کی صداقت صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی بعثت سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان میں بعض بشارتیں ایسی تھیں جو حضرت ہاجرہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت کو نہیں دی گئی۔ البتہ حضرت مریم کو ایسی بشارت دی گئی تھی۔ پھر بھی حضرت ہاجرہ کو اسماعیل کے متعلق دو مرتبہ اور ابراہیم علیہ السلام کو کئی مرتبہ دی گئی پھر اللہ نے حضرت ہاجرہ کے انتقال کے بعد بھی انبیاء کی زبان سے ان کا تذکرہ اس طور پر کیا۔ جیسے کہ انھیں مخاطب کر رہا ہو۔

توراة میں ہے۔ (یشک اللہ نے ابراہیم سے کہا، میں نے تمہاری دعا اسماعیل کے متعلق سن لی اس کو بابرکت اور عظیم المرتبت بنایا۔ یہ عبارت بعض مترجمین کے ترجمہ میں ہے۔

لیکن وہ ترجمہ جس کو یہود کے اکثر بڑے عالموں نے کیا ہے، اس میں ہے کہ عنقریب بارہ امتیں پیدا ہوں گی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب سارہ کے پاس حضرت ہاجرہ چلی گئی، تو ان کے سامنے ایک خدا کا فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے کہا اے ہاجرہ سارہ کی لونڈی، تم کہاں سے آرہی ہو، اور کہاں جانا چاہتی ہو، انھوں نے کہا کہ میں اپنے مالکین کے پاس سے بھاگ کر آئی ہوں۔ فرشتے نے کہا تم اپنی مالکین کے پاس لوٹ جاؤ اور ان سے عاجزی کرو، کیونکہ تمہیں اس قدر اولاد سے نوازاؤں گا کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکے گا۔ اب تم حاملہ ہوگی، اور ایک بچہ جنوگی، جس کا نام اسمعیل رکھا اس لئے کہ اللہ نے تمہاری فریاد سن لی ہے۔ وہ لوگوں کا سردار ہوگا اور اس کا ہاتھ تمام لوگوں کے اوپر ہوگا، اور تمام لوگوں کا ہاتھ اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ پھیلا ہوگا، اس کا مسکن اپنے بھائیوں کی جائے اقامت میں ہوگا۔

ایک دوسری جگہ وادی فاراں میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے کے رہنے کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ہے کہ فرشتے نے کہا اے ہاجرہ تمہارا دل خوش ہو جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بچہ کی آواز سن لی کھڑی ہو جاؤ اور اس کو اٹھا لو اور چمنا لو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایک بڑی امت کے لئے پیدا کرنے والا ہے، اور اللہ نے اس کے لئے چشمہ کھول دیا۔ چنانچہ انھوں نے پانی کا چشمہ دیکھا، اس کے پاس جا کر مشکیزہ بھر لائیں، اور بچے کو پانی پلایا پھر ان کے اور بچے کے اوپر ہمیشہ اللہ کا سایہ رہا۔ یہاں تک کہ وہ بڑے ہو گئے اور ان کا مسکن وادی فاراں میں تھا۔

یہ چار بشارتیں ہیں جو ام اسمعیل کے لئے خاص ہیں۔ ان میں دو ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئیں۔ اور دو حضرت ہاجرہ علیہا السلام پر تورات میں حضرت اسمعیل اور ان کی اولاد کے متعلق دوسری بشارتیں بھی ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی امت بہت بڑی ہوگی، یہاں تک کہ ستاروں کا شمار کرنا، ہنسبت ان کے آسان ہوگا اور یہ تمام بشارتیں درحقیقت نبی کریم ﷺ ہی کی بعثت اور آپ کی امت کے ظہور سے پوری اور مکمل ہوئیں۔

کیونکہ نبی اُتلق ہمیشہ فرعون اور قبطیوں کی غلامی میں رہ کر دھتکارے اور بھگائے گئے، یہاں تک کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیج کر انھیں بچایا۔ اور ارض شام کی حکومت بخشی، پھر ان سے حکومت چھین لی اور زمین کے مختلف حصوں میں انھیں گلے گلے میں بانٹ دیا۔ جہاں ان پر مسلسل ذلت کی مار پڑتی رہی، چنانچہ ایک طرف سوڈان کی تلواروں نے انھیں اپنی گرفت میں رکھا، تو دوسری طرف حمران کے کفار نے ان پر اپنا قبضہ جمایا۔ پھر ایک لمبی مدت کے بعد یہ بشارتیں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے مکمل ہوئیں اور بنو اسماعیل کو تمام لوگوں پر غلبہ حاصل ہوا، یہاں تک کہ انھوں نے تمام لوگوں کو پست کر دیا اور دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، ان کے سامنے تمام امتوں نے سر تسلیم خم کیا، وہ ثریا کے مانند ہوئے اور آفاق عالم پر چھا گئے، ہندوستان، حبشہ، سوس، اقصیٰ، بلاد ترک، صقلیہ، و خزر ہر جگہ پھیل گئے۔ مشرق و مغرب اور سمندروں پر ان کی حکومت ہوئی، اور تمام امتوں کی زبان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہونے لگا، آپ کی بعثت کے بعد کوئی ایسا بچہ، عورت و مرد، آزاد و غلام نہیں تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جانتا ہو۔

اسی طرح نصرانیت اگرچہ بہت سی بڑی امتوں میں ظاہر ہوئی۔ لیکن اسے بھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہ السلام کے محل و مسکن میں غلبہ و فتح مندی حاصل نہیں ہوئی۔ اور اس کا ہاتھ کبھی بھی تمام لوگوں کے ہاتھوں کے اوپر نہیں رہا، اور نہ لوگ ان کے سامنے اپنی عقلی پھیلائی، غرضیکہ تمام مذکورہ بشارتیں قطعیت کے ساتھ صرف نبی کریم ﷺ پر صادق آتی ہیں، لہذا اگر آپ کی بعثت نہ ہوتی تو یہ تمام نبوتیں باطل ہو جاتیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب اہل کتاب نے سمجھا کہ بغیر محمد ﷺ پر ایمان لائے انبیاء سابقین پر ایمان لانا ناممکن نہیں کیونکہ ان کی بشارتیں پوری نہیں ہوں گی، تو انھوں نے ایک دوسرا راستہ نکالا اور کہا کہ ابھی اس نبی کی پیدائش نہیں ہوئی ہے۔ جس کے متعلق انبیاء کرام نے بشارتیں دی ہیں ابھی ہم اس کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہاں تک کہ ان کفار و مشرکین میں بعض انتہا پسندوں نے جب دیکھا کہ وہ نبی حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں پیدا ہوں گے تو صاف صاف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وجود ہی کا انکار کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ حضرت ابراہیم کے پاس اسماعیل نام کا کوئی لڑکا تھا ہی نہیں۔ اور یہ کذب بیانی ان انبیاء کے قاتلین اور بندر کی اولاد کی جانب سے کوئی مستغرب اور بڑی بات نہیں۔ جیسے کہ اللہ کو گالی دینے والے نصاریٰ کے نزدیک ہمارے دین و نبی پر لعن و طعن کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔

نصاریٰ محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے حضرت مسیح کی فضیلت و نبوت کو ثابت نہیں کر سکتے۔

میں ان صلیب پرست نصاریٰ سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم قرآن کی تصدیق نہیں کرتے ہو تو کہاں سے حضرت مسیح کی فضیلت اور معجزے کو ثابت کرو گے، اور ان آیات و معجزات کی نقل و خبر کس نے تم کو دی ہے۔ کیونکہ تم نے ان کے بعد ان لوگوں کی اتباع کی ہے، جو ان سے صدیوں بعد ہوتے ہیں۔ انھوں نے تمہیں ایک خواب کی خبر دی ہے، اور تم نے فوراً اس کی تصدیق کر لی، حالانکہ تمہیں تو اس کی بدرجہ اولیٰ تکذیب کرنا چاہیے، کیونکہ صلیب وغیرہ کے متعلق یہ خبر یہود نے آپ کے بارے میں دی تھی جو ان کے سب سے بڑے دشمن تھے، انھوں نے ہی آپ اور آپ کی ماں پر بڑی بڑی بہتان طرازیاں کی تھیں، لہذا اگر تم قرآن کی تکذیب کرتے ہو تو دنیا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وجود کی بدرجہ اولیٰ تکذیب کرو، جو یہود کی زبانی معلوم ہوئی ہے، پھر اس خبر میں تو یہود آپس میں اور تم سے بھی زبردست اختلاف رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ جس وقت لوگوں نے حضرت مسیح کو پکڑا تو انھیں چالیس دن کے لئے قید میں ڈال دیا، پھر آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے لئے مناسب نہیں کہ انھیں تین دن سے زیادہ قید کرو۔ اور تمہارے انجیل میں ہے کہ انھیں جمعہ کی صبح کو پکڑا گیا اور اسی دن نو بجے سولی دے دی گئی۔ اسی طرح یہود متفقہ طور پر

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام معجزات و آیات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان سے صرف ایک معجزہ رونما ہوا تھا اور وہ یہ کہ ایک دن وہ اڑ گئے۔ لوگوں نے انھیں پکڑنا چاہا، چنانچہ ان کے پیچھے ایک آدمی اور اڑا اور اڑنے میں ان سے آگے نکل گیا پر وہ زمین پر گر پڑے، خود تمہارے انجیل میں متعدد جگہ ایسی عبارتیں ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے پاس کوئی معجزہ اور نشانی نہیں تھی۔ مثلاً اس میں ہے کہ یہود نے ایک دن ان سے کہا کہ تم کیسے اللہ کے معاملے تک پہنچو گے، انھوں نے کہا کہ اللہ کا یہ معاملہ ہے کہ تم اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ یہود نے کہا کہ ہمیں تم کون سے نشانی دکھلا رہے ہو، جس کو دیکھ کر ہم ایمان لے آئیں حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ ہمارے آباء نے چنیل میدان میں من و سلویٰ کھایا تھا۔ انھوں نے کہا کہ اگر موسیٰ نے تمہیں روٹی کھلائی تھی تو میں تمہیں آسمانی روٹی کھلاؤں گا، یعنی آخرت کی نعمتیں لہذا اگر یہود ان کے کسی معجزے کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود نے حضرت مسیح سے کہا کہ تمہارے پاس کون سی نشانی ہے جس کی وجہ سے ہم تمہاری تصدیق کریں، حضرت مسیح نے کہا کہ تم بیت المقدس کو ڈھادو میں اس کو تین دن میں بنادو نگاہذا اگر یہود ان کے کسی معجزے کو جانتے تو اس طرح نہ کہتے، اور اگر آپ ان کے سامنے پہلے کوئی معجزہ ظاہر کئے ہوتے تو اس وقت اس کے بارے میں ضرور کہتے۔

ایک جگہ انجیل میں ہے کہ یہود آپ سے نشانی طلب کرنے لگے۔ آپ نے انھیں کنکری سے مارا اور فرمایا یہ جھبیٹ، فاسق و فاجر قبیلہ نشانی طلب کرتا ہے۔ سوائے یہ نہیں دیا جائے گا۔

ایک جگہ ہے کہ جب وہ سولی پر کھڑے ہوئے تو یہود نے کہا کہ اگر تم مسیح ہو تو اپنے آپ کو اتار لو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ اس طرح وہ ان سے نشانی طلب کرتے تھے لیکن ایسا نہیں کر سکے۔ غرضیکہ اگر تم قرآن کا انکار کرو گے، تو حضرت مسیح کے کسی بھی فضیلت و نشانی کو ثابت نہیں کر سکو گے، کیونکہ تمہاری اور یہود کی خبر حد درجہ مختلف فیہ، مشکوک اور غیر یقینی ہے۔ اسی طرح یہود اس بات پر متفق ہیں کہ انھوں نے کبھی اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جس کو تم ان کی جانب سے

منسوب کر رہے ہو۔ حالانکہ یہود کی حد درجہ خواہش تھی کہ وہ ایسا دعویٰ کریں تاکہ ان کی تکذیب کا یہ زبردست محرک بنے اور وہ ان پر غالب آجائیں۔ حضرت مسیح کی جانب اس چیز کے منسوب کرنے کی وجہ بیان کی جا چکی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام گزر گئے اور ان کا ذکر باقی رہ گیا تو ان کے علماء اور اخبار کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں عوام الناس ان کے طریقہ پر نہ چل پڑیں، کیونکہ ان کا طریقہ ایسا تھا جس کو لوگوں کے دل آسانی سے قبول کر لیتے اور ان کے علماء کی ضرورت ان کو نہ پڑتی۔

چنانچہ انھوں نے بہت سے امور میں انھیں قبیح ثابت کرنے کی کوشش کی اور ان کی طرف الہ ہونے کا دعویٰ منسوب کر دیا تاکہ لوگ ان کے معاملہ سے بے رغبت ہو جائیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کی خبر ناقابل اعتماد ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں یہود کے درمیان آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ ان کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہود کو بھی ان کے بارے میں اپنی خبر پر خود یقین نہیں۔

ان میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایک انسان تھے۔ پھر ان کے ماں باپ کا نام بھی بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ زانیہ کے بیٹے تھے۔

ان کے زانی باپ کا نام ”بندیرا“ رومی تھا اور ماں کا نام مریم ماطہ

مریم کے شوہر کا نام یوسف بن یہود تھا۔ ایک مرتبہ اس نے بندیرا کو مریم کے بستر پر پایا اسے سب کچھ پتہ چل گیا، چنانچہ مریم کو چھوڑ دیا۔ اور ان کے بیٹے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

اس طرح حضرت مریم کو نعوذ باللہ وہ زانیہ قرار دیتے ہیں، حالانکہ وہ صدیقہ طاہرہ، نیز باکرہ تھیں، جن کو کسی بھی مرد نے نہیں چھوا تھا، (قاتلہم اللہ الیٰ یوفکون)

ان میں کچھ لوگ اس قول سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا باپ یوسف بن یہود تھا جو مریم کا شوہر تھا اور ان پر زنا کے منسوب کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام شاگرد ایک سفر میں اپنے معلم ہمشوع بن برخیا کے ساتھ تھے۔ انھوں نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ان کے پاس وہاں ایک عورت آئی، جس نے ان کو خوب خاطر و مدارات کی ہمشوع نے کہا یہ کتنی اچھی عورت ہے۔ اور اس کے فعل کی تعریف کرنی چاہی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اگر اس کی آنکھ میں عیب نہ ہوتا، یہ سن کر ہمشوع زور سے چیخا اور کہا کہ مینہ کیا تو آنکھ سے زنا کرتا ہے اور بہت غصہ ہوا۔ پھر جب بیت المقدس لوٹا تو ان کے نام کو حرام قرار دیا اور چار سو سال تک ان پر لعنت برسنے کی دعا کی۔

اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام روم کے بعض سرداروں کے پاس چلے گئے اور طب کے کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے اور اس طرح وہ یہودیوں پر قوی ہو گئے۔ یہود اس وقت ”قیصر تبار یوس“ کے ذمہ میں تھے پھر وہ تورات کے احکام کی مخالفت کرنے لگے، اس کی غلطی نکالنے لگے، انکے بعض احکام سے اعراض کرنے لگے، یہاں تک کہ ان کا وہ معاملہ وقوع پذیر ہوا جو مشہور ہے۔ اس کے علاوہ یہود کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ ایک مرتبہ بچوں کے ساتھ گیند کھیل رہے تھے اتفاق سے وہ گیند جا کر یہود مشائخ کی ایک محفل میں گرا۔ بچے شرم کی وجہ سے یہود کے مشائخ کے پاس گیند نکالنے سے کتراتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی گردنیں پھانڈ کر اس کو نکال لائے۔ انھوں نے کہا تم بڑے کینے ہو۔

غرض کہ یہود کا اختلاف آپ کے بارے میں یہاں تک ہے کہ کچھ لوگ یوسف بن یہود ابخار کو آپ کا باپ مانتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف اعداد تھا۔ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت مریم کے شوہر کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا نام یوسف بن آل تھا۔ اسی طرح یہ لوگ آپ کے آباء و اجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک نسب بیان کرنے میں بھی مختلف ہیں، کچھ زیادہ کر کے کرتے ہیں اور کچھ کم کر کے۔

یہ ہیں ان یہود کے بیانات جو تمہارے استاد ہیں اور جنھوں نے ہی تم کو ان کے متعلق سولی دیئے جانے کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ بات بالکل معلوم ہے کہ نصاریٰ کا کوئی فرد اس وقت موجود نہیں تھا صرف یہود نے یہ بات نقل کی ہے لیکن اس کے باوجود بھی تم نے ان کے بیان پر آمنا و صدقہا کہا۔

لہذا اگر سولی دیئے جانے کے واقعے پر تم ایمان لاتے ہو تو ان کے ان مذکورہ بیانات کی بھی تصدیق کرو، ورنہ کوئی درجہ نہیں کہ تم ان کے ایک بیان کو مانو اور دیگر چھوڑ دو اور انکے معاملے میں ایک صادق المصدق کی بات کا انکار کرو جو انھوں نے کہا ہے کہ انھیں نہ قتل کیا گیا ہے اور نہ ہی سولی دی گئی ہے بلکہ اللہ نے ان کو بچا لیا ہے اور وہ اس کے پاس باعزت ہیں۔

نصاریٰ اپنے دین میں تمام امتوں سے زیادہ اختلاف رکھتے ہیں جس پر نصاریٰ کے مشہور فرقے متفق ہیں ان چیزوں کا بیان

اپنے معبود و نبی، دین و ملت کے بارے میں، جس قدر نصاریٰ میں اختلاف ہے۔ اتنا کسی امت کے اندر نہیں۔

یہاں تک کہ اگر ایک ہی گھر کے مختلف افراد سے اس کی حقیقت پوچھی جائے تو شوہر کچھ جواب دے گا، بیوی کچھ اور ماں کچھ جواب دے گی۔ باپ کچھ اور بیٹے کچھ دوسرا جواب دیں گے اور اگر دس آدمی دین کے بارے میں گفتگو کر رہے ہوں تو ان میں گیارہ مذاہب پیدا ہو جائیں گے البتہ آج کل کچھ چیزوں کے اندر ان کے تمام مشہور فرقے متفق ہیں۔ مثلاً تثلیث کا عقیدہ سب لوگ رکھتے ہیں صلیب کی پوجا سب لوگ کرتے ہیں، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک صالح بندے اور نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی خدا ہیں۔ انھوں نے ہی آسمان و زمین ملائکہ و انبیاء کو پیدا کیا ہے، وہی رسولوں کے بھیجے والے ان کے ہاتھوں سے معجزات و آیات کو ظاہر کرنے

والے ہیں۔ اور عالم کا معبود خدائے لم یزل ان کا باپ ہے۔ اور وہ انکے بیٹے ہیں۔ جو آسمان سے اترے ہیں پھر روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کی ہے پھر خدا اور اس کا ناسوتی بیٹا دونوں مل کر ایک معبود ایک مسیح ایک خالق ایک رازق بن گئے ہیں۔ مریم کو ان کا حمل ہوا پھر وہ پیدا ہوئے اور گرفتار کئے گئے، پھر انھیں سولی دی گئی اور دفن کر دیئے گئے، پھر تین دن کے بعد قبر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور اپنے باپ کے دائیں جانب جا بیٹھے۔

غرض یہ کہ ان کا کہنا ہے کہ جو آسمان وزمین کا خالق ہے، اسی کو مریم نے جتنا اور نو ماہ پیٹ میں رکھا پھر اس نے دودھ پیا اور چھوڑا، کھانا، کھایا، پانی پیا، پیشاب پاخانہ کیا۔ پھر گرفتار کیا گیا۔ سولی دیا گیا۔ رسی سے باندھا گیا اور اس کے ہاتھوں پر کیلیں نصب کی گئیں۔ یہی اللہ ابن اللہ اور کلت اللہ ہے جس کو تمام لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ تھا ان چیزوں کا بیان جس پر نصاریٰ کے تمام مشہور فرقے متفق ہیں۔

حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں نصاریٰ کے مشہور فرقوں کے اختلاف کا بیان

اب یہاں ان اختلاف کو بیان کیا جا رہا ہے۔ جو حضرت مسیح کے بارے میں ان کے مشہور فرقوں کے درمیان پایا جاتا ہے۔

ان میں ایک فرقہ یعقوبیہ ہے۔ یہ لوگ برادعی کے قہقین ہیں، اس کا لقب برادعی اسلئے پڑا کیونکہ اس کا لباس چوپائے کے پالان کے نیچے ڈالے ہوئے پچھلے کپڑے سے بنا ہوتا، جس میں پیوند پر پیوند ہوتے۔

اس فرقہ کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح ایک طبیعت ہیں جو دو طبیعتوں سے مل کر بنے ہیں، ان میں ایک ناسوت کی طبیعت ہے اور دوسرا لاہوت کی طبیعت، یہ دونوں طبیعتیں آپس میں مل گئیں اور

ایک انسان ایک جوہر ایک شخص کی شکل میں تبدیل ہو گئیں، اسی طرح ایک شخص کا نام مسیح ہے، جو مکمل الہ ہے اور مکمل انسان بھی ان کا کہنا ہے کہ حضرت مریم نے اللہ کو جتنا اور اللہ کو گرفتار کیا گیا اور سولی دی گئی پھر وہ مر گیا اور دفن کیا گیا، پھر دوبارہ زندہ ہو گیا۔

ان میں دوسرا فرقہ ”مملکیہ“ ہے یہ اہل روم ہیں جو دین الملک کی جانب منسوب ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مکانیہ نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہیں، ان کا کہنا صحیح نہیں۔ اس جماعت کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ کے بیٹے اور اس کے گلے ہیں وہ ازلی ہیں اور حضرت مریم کی ذات سے ایک انسانی شکل میں تمام انسانوں کی طرح پیدا ہوئے ہیں۔ وہ تمام انسانوں کی طرف اس جسم میں عقل و معرفت علم و حکمت پائی جاتی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، اور داؤد علیہ السلام کی طرح ایک انسان ہیں، جن میں انسانی جوہر پایا جاتا ہے۔ وہ ایک شخص ہیں جن کی تعداد میں زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ البتہ ہمیشہ سے لاہوت (طبیعت الہی) کا جوہر بھی ان کے اندر پایا جاتا ہے، جیسے کہ ناسوت (طبیعت انسانی) کا جوہر پایا جاتا ہے۔ اس طرح ان کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں اور ان میں ہر ایک مکمل مشیت و ارادہ کی مالک ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی ذات ایک ہی ہے، اس میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے، ان کی لاہوتی (خدائی مشیت) باپ کے مانند ہے اور ناسوتی مشیت ابراہیم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی طرح ہے حضرت مریم نے مسیح کو جتنا ہے اور وہ لاہوت و ناسوت کا مجموعہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ موت تو اسے لاحق ہوئی اور سولی اسے دی گئی طمانچے سے اسے مارا گیا، رشتیوں میں اسے باندھا گیا جس کو مریم نے جتنا تھا نہ کہ لاہوت (طبیعت الہی) کو، بلکہ وہ تو زندہ ہے نہ اسے تکلیف پہنچی ہے اور نہ دفن کیا گیا ہے۔

اور وہ مکمل الہ ہے کیونکہ اس کے اندر تمام الہی جوہر پائے جاتے ہیں۔ اور مکمل انسان بھی کیونکہ اس کے اندر تمام انسانی جوہر پائے جاتے ہیں، اس دو مشیتیں ہیں ایک مشیت لاہوتی دوسرا مشیت ناسوتی،

غرض کہ انھوں نے بھی یعقوبیہ ہی کے مثل کہا ہے کہ حضرت مریم نے اللہ کو پیدا کیا، البتہ

انہوں نے موت کے لاحق ہونے سے خدا کی ذات کو منزه قرار دیا ہے۔

لیکن پھر بھی اگر تم ان کے قول پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ ان کا قول اختلاف کے باوجود بھی بالکل یقینی ہی کا قول ہے، پس یقینیہ نے لفظ ومعنی دونوں اعتبار سے اس کے کفر کو ظاہر کر دیا ہے۔

ان میں ایک فرقہ مسطور یہ ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ مسیح دو شخص ہیں اور دو طبیعت ہیں، لیکن دونوں کی مشیت ایک ہے کیونکہ لاہوت کی طبیعت جب ناسوت کی طبیعت کے ساتھ پائی گئی تو ان دونوں کا ارادہ و مشیت ایک ہی ہو گیا۔ ان میں طبیعت الہی زیادتی و کمی نہیں برداشت کرتی ہے اور نہ کسی چیز سے ملتی ہے البتہ طبیعت انسانی زیادتی و کمی قبول کرتی ہے۔ اور مسیح مکمل الہ اور مکمل انسان ہیں کیونکہ ان کے اندر وہ لاہوتی جو ہر پایا جاتا ہے۔ جو کمی و زیادتی قبول نہیں کرتا اور وہ انسانی جو ہر بھی کمی و زیادتی کو قبول کرتا ہے مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ مریم نے حضرت مسیح کو طبیعت انسانی کے ساتھ پیدا کیا۔ لیکن طبیعت لاہوتی ان سے کبھی نہیں جدا ہوئی۔ غرض یہ کہ تمام جماعتیں حضرت مسیح کو اللہ کا بندہ ماننا باعث تنگ و عار سمجھتی ہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح نے کبھی اسے اپنے لئے باعث تنگ و عار نہیں سمجھا، اسی طرح اللہ کی غلامی سے انہیں نے ان کو برتر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ آپ نے کبھی اللہ کی عبودیت سے اعراض نہیں کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غلامی کا بڑا درجہ تو اللہ کی غلامی ہے۔

اور محمد ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام تو ان سے بہتر ہیں، لیکن ان کا سب سے بڑا مرتبہ عبودیت و غلامی کے منازل کی تکمیل ہے، اللہ کی رضا تو اس میں تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے ہی رہیں، لیکن نصاریٰ کو اس پر رضامندی نہیں ہوئی۔

ان میں ایک جماعت ”الاریوسیتہ“ ہے یہ لوگ اریوس کے متبعین ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح تمام انبیاء کی طرح اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں۔

اور وہ مخلوق و مربوب ہیں، نجاشی کا یہی مذہب تھا۔ نصاریٰ ان میں سے جب کسی شخص پر غالب آتے تو بری طرح ان کو قتل کرتے، اور ایسا برتاؤ کرتے جو حقیقت میں انہیں حضرت مسیح کو

گالی دینے والے مشش کے ساتھ کرنا چاہے۔ اس سے پہلے کہ تینوں مذکورہ جماعتوں کے عوام اپنے خواص کر گھڑی ہوئی باتوں کو کچھ نہیں سمجھتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حضرت مریم سے ایسے ہی جماع کیا ہے۔ جیسے کہ آدمی اپنی بیوی سے کرتا ہے، جس سے ایک بچہ کا حمل ہوا اور پیدائش ہوئی،

وہ اپنے خواص سے کہتے ہیں کہ جس چیز کے گرد تم چکر لگا رہے ہو، ہم اس پر آنکھ بند کر کے آمنا صدقاً کہتے ہیں اور ہمیں یہ جاننے کی کوئی ضرورت نہیں کہ اقم خلاش جود و طبیعتوں اور دو مشیتوں سے مرکب ہے، اور اس کی حقیقت کیا ہے، یہ تو صرف حویل و طویل کیلئے ہے، اسلئے وہ صاف کہتے ہیں کہ مریم خدا کی ماں ہیں اور اللہ ان کا باپ ہے اور وہ بیٹے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِذَا ۝ تَكَادُ السَّمَوَاتُ
تَنفَطِرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتُخَرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۚ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ
وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۚ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ إِلَّا ابْنُ الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۚ لَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ وَاعْدَٰهُمْ عَدًّا ۚ
وَكُلُّهُمْ آتِيَّةُ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ قُرْءَانًا ۝ (مریم۔ 88-95)

وہ کہتے ہیں کہ رحمن کی کو بیٹا بنایا ہے۔ سخت یہودہ بات ہے جو تم گھڑ لائے ہو، قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ لوگوں نے رحمن کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ رحمن کی شان یہ نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے زمین و آسمان کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔ سب پر وہ محیط ہے اور اس نے ان کو شمار کر رکھا ہے، سب قیامت کے دن فردا فردا اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔

محمد ﷺ نے حضرت مسیح کو اور انکی ماں کو ان کے دشمنوں کی بہتان طراز یوں سے بری لیا اور انکو اعلیٰ مرتبے پر فائز کیا، نیز اللہ رب العالمین کی ذات کو بھی انکی بہتان طراز یوں سے پاک کیا۔

یہ مسیح کے دشمن یہود اور غلبہ پسند نصاریٰ کے اقوال ان کے بارے میں تھے، چنانچہ اللہ رب العالمین نے بنی کریم ﷺ کو بھیجا، آپ نے ان کے معاملہ کی حقیقت بیان کی، اور اس کا شبہ کا ازالہ کیا، جو لوگ ان کے بارے میں کرتے تھے، آپ نے انھیں اور ان کی ماں کو یہود کی ان تمام بہتان طراز یوں سے منزہ کیا جو انھوں نے ان پر باندھ رکھا تھا۔

نیز مسیح اور ان کی ماں کے خالق و معبود ہستی کو بھی ان کے افتراء پر دازیوں اور دشنام طرازیوں سے پاک کیا۔ حضرت مسیح کو ان کا حقیقی مرتبہ دیا، آپ ان پر ایمان لائے اور اس بات کی گواہی دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول، اس کے روح اور کلمے ہیں جس کو اللہ نے طاہرہ صدیقہ کنواری مریم کی طرف ڈالا ہے جو اپنے زمانے کے تمام عورتوں کی سردار ہیں آپ نے حضرت مسیح کے تمام معجزات و آیات کو ثابت کیا۔

اور ان کے جھٹلانے والے کو اللہ رب العالمین کی جانب سے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں ڈالے جانے کی وعید سنائی۔ آپ نے بتلایا کہ اللہ رب العالمین نے اپنے بندے کی عزت و تکریم کی ہے اور ان کو دشمنوں کے پنجے سے آزاد کرایا ہے، ان کی حفاظت اور ان کی مدد کی ہے۔ اور صحیح سلامت انھیں آسمان پر اٹھالے گیا ہے۔ نہ انھیں ایک کاٹنا چھبنا ہے اور نہ ان کے ہاتھ کوئی تکلیف پہونچی ہے، پھر آپ دوبارہ دنیا میں آئیں گے مسیح و جال اور اس کے متبعین کا صفایا کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور ان کے ذریعہ محمد ﷺ کا دین یعنی دین اسلام غالب ہوگا۔ غرض یہ کہ اگر ایک جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی کریم ﷺ کے ان بیانات کو

رکھ دیا جائے۔ اور دوسری جانب نصاریٰ کے اقوال کو تو اوئی عقل رکھنے والا آدمی بھی دونوں کے فرق کو جان لے گا اور یہ فرق ایسے ہی ہے جیسے کہ آپ کے اور یہود کے قول میں ہے۔ لہذا اگر محمد ﷺ کا وجود نہ ہوتا تو حقیقی مسیح ابن مریم جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں اس کے روح اور کلمے ہیں۔ ان کے وجود کا ہمیں بالکل پتہ نہ چلتا، کیونکہ یہود جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں وہ مسیح برحق کے بجائے بدترین شخص ہے اور نصاریٰ جس مسیح کو ثابت کرتے ہیں۔ وہ بالکل باطل اور غیر معقول شخص ہے، نیز اس کا وجود بالکل محیر العقول اور محال ہے اگر اس کا وجود مان لیا جائے تو تمام عقل دلیلیں باطل ٹھہریں گی اور کسی کے عقل پر اعتماد نہیں رہ جائے گا۔ نیز پوری دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آسمان وزمین معدوم ہو جائیں گے، فرشتے، عرش، کرسی کا وجود ختم ہو جائے گا، قیامت اور جنت و جہنم کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی۔

لیکن ان چوپایوں سے برتر گمراہ جماعت کا اس باطل پر اتفاق کر لینا کوئی محال بات نہیں جب کہ وہ کفر و شرک اور ہر باطل پر اتفاق کر چکے ہیں اور تمام مشرکین و مصلحین کے قائد و نمونہ بن چکے ہیں۔

علماء و نصاریٰ کی چند ایسی مجلسوں کا بیان جس میں بعض نے بعض کی تکفیر کی اور لعنت بھیجا، حضرت مسیح کی بعثت سے پہلے اور اس کے بعد آسمان پر اٹھائے جانے تک کا قصہ، یہود و قیصرہ کے ہاتھوں ان کے متبعین کو جو تکلیفیں پہنچی اس کا بیان

نصاریٰ اپنے دین کی بنیاد و استناد اصحاب جماع کے قول کو بناتے ہیں، جنھوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے، اور انھیں کے دین کے اصول کو انھوں اختیار کیا ہے ہم اس کی ابتداء نیز دو ران و اختتام کا معاملہ بیان کر رہے ہیں، تاکہ آپ کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے۔

اللہ رب العالمین اپنے انبیاء کی زبان سے موسیٰ علیہ السلام سے لے کر داؤد علیہ السلام تک اور اس کے بعد بھی حضرت مسیح کے متعلق بشارت دیتا آیا ہے، جن میں حضرت داؤد نے آپ کے سب سے زیادہ بشارت دی ہے اور یہود آپ کی بعثت سے پہلے اس آنے والے نبی کی تصدیق کرتے اور اس کا انتظار کرتے تھے، لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی تو انھوں نے بغض و حسد کی بناء پر آپ کا انکار کر دیا اور مختلف شہروں میں انھیں بھگایا اور جلاوطن کیا، انھیں قید میں ڈالا، ان کے قتل کا کئی مرتبہ ارادہ کیا یہاں تک کہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے ان کو گرفتار اور قتل کرنا چاہا۔ لیکن اللہ نے آپ کی حفاظت کی لوگوں سے آپ کو بچا لیا اور ان کے ہاتھوں رسوا نہیں ہونے دیا۔ بلکہ معاملہ ان کے اوپر مشتبہ کر دیا گیا۔ اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ ہم نے مسیح ہی کو سولی دی ہے۔ حالانکہ سولی انھیں کے ہمشکل دوسرے شخص کو دی گئی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَبُكَفِّرْهُمْ وَقُولِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقُولِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ وَصَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۚ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

(النساء۔ 156-158)

پھر اپنے کفر میں یہاں سے بڑھے کہ مریم پر سخت بہتان لگایا اور خود کہا ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا ہے، حالانکہ فی الواقع انھوں نے نہ ان کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملے میں کوئی علم نہیں، محض گمان ہی کی پیروی ہے انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے۔

وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ کی تفسیر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے، کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے ایک دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا لوگوں نے سمجھا

کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہیں چنانچہ اس کو سولی پر چڑھا دیا اور یہ سمجھ بیٹھے کہ مسیح ہی نے صلیب پر جان دی ہے۔

کچھ لوگوں کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ نصاریٰ کو ان کے معاملہ میں شبہ ہو گیا وہ حقیقت میں یہ نہ جان سکے کہ انھیں قتل کیا گیا ہے اور سولی دی گئی ہے بلکہ جب مسیح کے دشمنوں نے کہا کہ ہم نے انھیں قتل کیا ہے اور سولی دی ہے اور پھر زمین سے اٹھالئے گئے ہیں تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا اور انھوں نے یہود کے قول کی تصدیق کر لی، تاکہ یہود کی قباحت و بد بختی پوری ہو جائے۔

بہر حال تفسیر جو بھی ہو، لیکن یہ امر بالکل متحقق ہے کہ حضرت مسیح کو سولی نہیں دی گئی تھی اور نہ انھیں قتل کیا گیا تھا۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد آپ کے حواری آپ کے دین و طریقہ کی تبلیغ کیلئے مختلف شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں کو اللہ کے دین و توحید اس کے بندے اور رسول حضرت مسیح پر ایمان لانے کی دعوت دینے لگے، چنانچہ کھلے چھپے بہت سے لوگ آپ کے دین میں داخل ہو گئے، لیکن آپ کے متبعین سے یہود غایت درجہ دشمنی رکھتے تھے، اللہ کے دشمن یہودیوں اور قیصر روم نے بارہا آپ کے شاگردوں اور پیروکاروں کا بری طرح قتل عام کیا۔ انھیں جلاوطن کیا قید میں ڈالا اور مختلف عذاب میں ڈالا، یہ یہود حضرت مسیح کے زمانے میں قیصر روم کے ذمہ میں تھے اور یہ قیصر روم ان پر حکومت کرتے، ایک مرتبہ بیت المقدس میں مقرر کردہ بادشاہ کے ایک نائب نے بادشاہ کے پاس خط لکھا۔ جس میں حضرت مسیح اور ان کے شاگردوں کے معاملہ کی حقیقت بیان کی اور ان کے تمام معجزات کی وضاحت کی، بادشاہ نے یہ خبر سن کر ان پر ایمان لانے کا ارادہ کر لیا، لیکن اسی کے اصحاب نے اس کی موافقت نہیں کی، پھر وہ مر گیا اور اس کی جگہ دوسرا شخص بادشاہ بنا لیکن یہ حضرت مسیح کے شاگردوں کیلئے بڑا سخت گیر تھا، پھر وہ بھی مر گیا اور ایک دوسرا اس کا ولی عہد بنا۔ اسی کے زمانہ میں ”مرقس“ نے عبرانی زبان میں اپنا انجیل لکھا اور اسکندر یہ تبلیغ کی غرض سے گیا۔ یہی وہ پہلا شخص ہے جس کو اسکندر یہ کا تبرک بنایا گیا اور اس کے ساتھ مزید بارہ پادریوں کو کر دیا

گیا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہنوا سرائیل کے بارہ نقباء تھے۔ اور انھیں حکم دیا گیا کہ جب تہرک کا انتقال ہو جائے تو انھیں بارہ آدمیوں میں سے وہ کسی کو اس کی جگہ منتخب کر لیں پھر اس کے سر پر یہی بارہ اشخاص اپنا اپنا ہاتھ رکھیں اور اس کیلئے برکت کی دعا کریں۔ چنانچہ وہ ایک فاضل پادری کو اس طرح بعد و گیرے اس پوری مدت میں منتخب کرتے رہے، اور یہ سلسلہ قسطنطین کے زمانہ تک چلتا رہا اس کے بعد یہ رسم و طریقہ ایجاد کیا گیا کہ کسی بھی شہر سے تہرک منتخب کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ انھیں پادریوں میں سے ہو یا ان کے علاوہ اور اس کا نام انھوں نے تہرک کے بجائے (بابا) رکھا۔ اس دوران مرقس برتہ کی طرف بھی دین مسیح کی تبلیغ کیلئے گیا تھا۔

پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے حضرت مسیح کے متبعین پر ظلم و تعدی کے پہاڑ توڑے اسی کے زمانہ میں ”بطرس“ حواریوں کے سردار نے مرقس کی انجیل کا ترجمہ رومی زبان میں کیا اور اس کو مرقس کی جانب منسوب کر دیا، اسی زمانہ میں لوقا نے عظماء روم سے کسی شریف آدمی کے لئے رومی زبان میں اپنا انجیل اور ایک کتاب ”الابریسیس“ لکھی جس میں حضرت مسیح کے شاگردوں کے متعلق خبریں ہیں اسی کے زمانہ میں بطرس کو سولی دی گئی۔ نصاریٰ کا بیان ہے کہ جب بطرس کو بادشاہ نے سولی دینے کا ارادہ کیا تو اس نے بادشاہ سے کہا مجھے اوندھا کر کے سولی دو۔ تاکہ میں اپنے سردار مسیح کی طرح نہ ہو جاؤں، کیونکہ انھیں کھڑا کر کے سولی دی گئی تھی۔

اسی کے زمانہ میں ”بولس“ کی گردن ماری گئی، بولیس حضرت مسیح کے آسمان پر چڑھنے کے بعد بائیس سال تک زندہ رہا اور مرقس اسکندریہ اور مرقہ میں سات سال تک مقیم رہا۔ جہاں وہ حضرت مسیح کے دین کی تبلیغ کرتا۔ پھر اسکندریہ میں قتل کر دیا گیا اور اس کے جسم کو جلادیا گیا۔ اسکے بعد یہ فعل شاہان روم کا دستور بن گیا۔ یہاں تک کہ جب ”طیطس“ بادشاہ ہوا تو اس نے بیت المقدس کو بالکل تباہ کر دیا، پہلے اس نے محاصرہ کر کے اس کے باشندوں کو شدید بھوک سے تڑپایا۔ پھر قتل عام شروع کیا۔ یہاں تک کہ اس کے لشکر کے لوگ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیتے اور ان بچوں کو چٹان سے ٹکرا دیتے، پھر اس نے شہر کو بالکل ویران کر دیا اور آگ لگا دی اس

کے بعد جب مقتولین کا شمار کیا گیا تو ان کی تعداد تین ہزار نکلی۔ یہ واقعہ حضرت مسیح کے ستر سال بعد کا ہے۔ اسکے بعد پھر دوسرے بہت سے بادشاہ ہوئے جن میں ایک بادشاہ نصاریٰ کا دشمن تھا۔ اسے یہ خبر یہودیوں کی کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت آخری زمانے تک جاری رہے گی۔ چنانچہ وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور نصاریٰ کے قتل عام کا حکم دے دیا، یہاں تک کہ ایک بھی نصاریٰ کو اپنے ملک میں زندہ چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

انجیل کا مصنف یوحنا بھی وہاں موجود تھا۔ لیکن وہ بھاگ نکلا۔ پھر بادشاہ نے نصاریٰ کی تکریم کرنے اور ان سے تعارض نہ کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

اس کے بعد دوسرا بادشاہ ہوا جس نے پھر نصاریٰ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ اس نے اضطحا کہیہ اور روم کے تہرک (پادری) کو قتل کر دیا۔ بیت المقدس کے پادری کو سولی دے دی جس کی عمر اس وقت ایک سو بیس سال کی تھی اور تمام نصاریٰ کو غلام بنانے کا حکم دیا جس سے ان پر بڑی بلائیں نازل ہوئیں پھر اہل روم کو ان پر رحم آیا اور بادشاہ کے وزیر نے خود بادشاہ سے جا کر کہا کہ ان لوگوں کی ایک مستقل دین و شریعت ہے۔ لہذا ان کو غلام بنانا جائز نہیں۔ اس لئے اب ان پر ظلم کرنے سے باز آ جاؤ۔ اسی کے زمانے میں یوحنا نے اپنا انجیل رومی زبان میں لکھا اور یہود بیت المقدس واپس لوٹے، پھر جب یہود کی تعداد بیت المقدس میں اور زیادہ ہو گئی تو انھوں نے اپنی جماعت سے ایک بادشاہ منتخب کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ خبر جب قیصر روم کو پہونچی تو اس نے ایک لشکر ان کی جانب بھیجا اور بے شمار لوگ قتل کئے گئے اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانے میں بت پرستی نے زور پکڑا۔ اور بہت سے نصاریٰ مقتول ہوئے پھر اس کے بعد اس کا بیٹا بادشاہ بنا، اس کے زمانے میں بہت بری طرح یہود کا قتل عام ہوا، یہاں تک کہ بیت المقدس بالکل ویران ہو گیا اور یہود و مصر و شام کے پہاڑ و غار اور زمین کے مختلف حصے کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، بادشاہ نے اعلان عام کیا کہ شہر میں کوئی بھی یہودی نہ بچے۔ بلکہ جڑ سے انھیں ختم کر دیا جائے

اور صرف یونانی لوگ وہاں آباد ہوں، چنانچہ پورا بیت المقدس یونانیوں سے بھر گیا۔ نصاریٰ جو ان کی پناہ میں تھے وہ وہاں کے ایک قربان گاہ میں نماز پڑھنے آتے یونانیوں نے دیکھا تو انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا اور اس کی جگہ جیکل تعمیر کر دیا۔ جس کا نام ”زہرہ“ تھا پھر نصاریٰ اس جگہ قربانی نہ کر سکے۔ اس کے بعد اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ دوسرا بادشاہ بنا۔ اس نے یہود کو بیت المقدس کا پادری مقرر کیا۔

ابن طریق کا کہنا ہے کہ بیت المقدس کے سب سے پہلے پادری یعقوب سے لے کر یہود تک سب کے سب منخون تھے۔

اس کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے اور بڑی خونریزی کی اس کے زمانے میں ایک مرتبہ اتنا زبردست قحط پڑا کہ لوگ مرنے کے قریب ہو گئے لوگوں نے نصاریٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی، چنانچہ انہوں نے اللہ سے گڑگڑا کر دعا کی اور وہ قحط ان سے ہٹ گیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ اسی بادشاہ کے زمانے میں، اسکندر یہ کے تبرک (پادری) نے بیت المقدس کے پادری، لفظ کیہ اور روم کے تبرک کے پاس خط لکھا۔ جس میں نصاریٰ کے روزے اور عید کو یہود کے عید سے علیحدہ کرنے کی توجہ دلائی تھی۔ چنانچہ انھوں نے اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں جو آج تک موجود ہیں۔

ابن بطریق اس اعمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے آسمان پر چلے جانے کے بعد جب نصاریٰ عید غطاس مناتے تو اس کے فوراً بعد چالیس دن تک روزہ رکھتے اور افطار کرتے جیسے کہ حضرت مسیح نے کہا تھا کیونکہ حضرت مسیح نے جب اردن میں پسمہ کرایا تو جنگل کی طرف نکلے اور وہاں چالیس دن تک رہے نصاریٰ کی یہ حالت تھی کہ جب یہود ایسٹری عید مناتے تو اسی دن وہ بھی مناتے اور ان کے عالموں نے ایسا حساب باندھ رکھا تھا کہ ان کا افطار ایسٹری کے دن ہوتا۔ حضرت مسیح یہود کے ساتھ عید مناتے پھر یہی طریقہ آپ کے اصحاب کا رہا۔ اس

کے بعد لوگوں نے روزے کو بدل دیا۔ اور یوم غطاس کے بعد روزہ رکھنا چھوڑ دیا اور ان دنوں میں اپنا روزہ منتقل کر لیا۔ جن میں ان کی عید یہود کے ساتھ نہ پڑے۔

پھر اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا، اور اس کے بعد ایک دوسرا شخص بادشاہ بنا، اسی بادشاہ کے زمانے ”جالیئوس“ تھا۔ اسی کے زمانے میں اہل فارس کو ”بابل“ اور فارس پر غلبہ حاصل ہوا اور از دشر ابن بابک اصطر میں ان کا بادشاہ بنا۔

یہی وہ شخص ہے جو دوسری مدت میں فارس کا پہلا بادشاہ ہوا پھر اس قیصر روم کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا شخص مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد پھر ایک دوسرا شخص آیا، یہ بادشاہ نصاریٰ کا زبردست دشمن تھا۔ اس نے ان پر مظالم کے پہاڑ توڑے۔ انھیں بری طرح قتل کیا، اور ان کے تمام عالموں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر مصر و اسکندریہ میں جو نصاریٰ تھے، انھیں بھی تہ تیغ کرا دیا، ان کے کنبہ ڈھا دیے اور اسکندریہ میں ایک ہیکل بنایا۔ جس کا نام ہیکل ”الالمہ“ رکھا۔ اسکے بعد پھر ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے بعد پھر دوسرا آیا۔ اس بادشاہ کے زمانے میں نصاریٰ مامون و محفوظ تھے اور بادشاہ کی ماں نصاریٰ کو پسند کرتی تھی، اس کے بعد پھر دوسرا بادشاہ آیا اس نے نصاریٰ پر بڑی مصیبتیں ڈھائیں۔ بہتوں کو قتل کیا۔ بہت سے پادریوں کو تہ تیغ کیا۔ انطاکیہ کے تبرک کو ختم کر دیا۔ یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک نے سنی تو وہ کرسی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ پھر وہ بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ اسکے زمانے میں بت پرستی نے خوب زور پکڑا۔ اسکے بعد دوسرا بادشاہ بنا، اس کے بعد پھر ایک اور آیا، اس بادشاہ کے زمانے میں ”مانی“ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص بہت بڑا حیلہ ساز اور تجربہ کار تھا۔ چنانچہ فارس کے بادشاہ بہرام نے اسے پکڑا اور اسکے دو ٹکڑے کر دیے۔ پھر اسکے متبعین کو گرفتار کیا۔ اور انھیں اوندھا کر کے ان کے سروں کو مٹی میں دھنسا دیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اس کے بعد ”فیلیس“ بادشاہ ہوا وہ مسیح پر ایمان لے آیا۔ لیکن اس کے بعض سردار نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد ”انقیوس“ بادشاہ ہوا اس کا نام اقیانوس بھی ہے۔ اس شخص نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھائے بے شمار لوگوں کو قتل کیا روم کے تبرک کو مار ڈالا۔ اور ایک

بہت بڑا بیکل بنوایا۔ جس میں بت نصب کئے اور لوگوں کو ان کو جودہ کرنے اور ان پر قربانی کرنے کا حکم دیا۔ اور جس نے انکار کیا اسے قتل کر دیا گیا، اس طرح بہت سے نصاریٰ مقتول ہوئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ اس نے شہر کے بڑے لوگوں کی اولاد میں سے سات لڑکوں کو اپنا قریبی بنایا اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کو مقام دیا۔ یہ لوگ بت کو جودہ نہیں کرتے تھے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہونچی تو اس نے لوگوں کو قید میں ڈال دیا۔ پھر آزاد کر دیا۔

ایک مرتبہ کہیں جانے کیلئے نکلا اور ان نو جوانوں سے ان کے معاملے کی حقیقت دریافت کی انھوں نے تصدیق کر لی۔ پھر وہ ایک پہاڑ کی طرف نکلے اور اس کے ایک بڑے کھوہ میں چھپ گئے، اللہ نے ان پر نیند کا غلبہ دے دیا۔ چنانچہ وہ مردوں کی طرح سو گئے، بادشاہ نے حکم دیا کہ کھوہ کا دروازہ ہٹا کر ان کو بند کر دیا جائے تاکہ وہ مرجائیں، پھر اس کے سرداروں میں سے کسی سردار نے تانبے کو چوڑے ٹکڑے پر ان کا نام اور اس کے ساتھ دقیا نوس کا قصہ تانبے کے ایک صندوق میں رکھ دیا۔ اور کھوہ کے اندر اس کو دفن کر کے اسے بند کر دیا۔ پھر بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔

بولس وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے بارے میں

لاہوت و ناسوت کا عقیدہ ایجاد کیا۔

اس بادشاہ کے بعد ایک دوسرا بادشاہ آیا، اس کے زمانے میں لاطیہ میں ایک تبرک مقرر کیا گیا۔ جس کا نام ”بولس الشمشاطی“ تھا، یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت مسیح کے متعلق لاہوت و ناسوت کا نظریہ قائم کیا۔ حالانکہ نصاریٰ اس سے پہلے متفقہ طور پر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے اور رسول نیز مخلوق و مر بوب ہیں۔

اور آپ کے متعلق ان میں دو آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن بولس نے سب سے پہلے نصاریٰ کے دین کو فاسد کیا اور یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہمارے سردار مسیح لاہوت (طبیعت

الہی) سے انسان بنے ہیں اور انسانی جوہر میں وہ ہم انسانوں کی طرح ہیں ان کی تخلیق مریم سے ہوئی ہے۔ انہوں نے اس بناء پر یہ منتخب کیا تاکہ جوہر انسانی جس کے ساتھ نعت الہیہ پائی جاتی ہے اور محبت و مشیت کی بناء پر انسان کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ اس کو حاصل کر لیں، اسی لئے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا، اس نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے۔

نصاریٰ کا پہلا اجتماع

سعید بن بطریق کا قول ہے کہ بولس کے انتقال کے بعد انطاکیہ میں تیرہ پادری جمع ہوئے، انھوں نے بولس کے قول پر غور و فکر کیا اور یہ فتویٰ صادر کیا کہ اس پر لعنت بھیجا جاو جب ہے، پھر انھوں نے اس پر اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی اور واپس چلے گئے۔ پھر ایک دوسرا بادشاہ ہوا۔ اس کے زمانے میں نصاریٰ اہل روم کے ڈرے سے گھروں اور پوشیدہ جگہوں میں نماز پڑھتے تھے اور اسکندر یہ کا تبرک قتل کے خوف سے نمودار نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ہارون تبرک بنا۔ وہ رومیوں کو فریب میں ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ اسکندر یہ میں اس نے ایک کینہ بنایا۔ اس کے بعد بہت سے بادشاہ ہوئے۔

جن میں دو بادشاہوں نے اکیس سال تک روم پر حکومت کی۔ انھوں نے نصاریٰ پر بڑے مظالم ڈھالے، ہزاروں نصاریٰ کے خون سے ہولی کھیلی۔ بہتوں کو تہہ تیغ کیا اور ان کے مال اور ان کی عورتوں کو اپنے لئے حلال کر لیا۔ انھوں نے ہی ”مارجرس“ کو مختلف عذاب سے دوچار کیا۔ پھر قتل کر دیا۔ انھیں کے زمانے میں اسکندر یہ کے تبرک ”بطرس“ کی گردن ماری تھی۔ بطرس کے دو شاگرد تھے۔ اس کے زمانے میں اریوس نامی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اللہ اکیلا ہے اور بے نیاز ہے اور حضرت مسیح مخلوق و بندے ہیں، نیز اللہ کا وجود اس وقت تھا جب مسیح نہیں تھے۔ بطرس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مسیح نے اریوس پر لعنت بھیجی ہے۔ سو اس کے قول کے لینے سے بچو کیونکہ

میں نے انھیں خواب میں دیکھا ہے کہ ان کا کپڑا پھٹا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا اے میرے سردار کس نے آپ کا کپڑا پھاڑا۔ صبح نے مجھ سے کہا اریوس نے۔ لہذا تم اس کے قول سے بچو، اور وہ تمہارے ساتھ کینے میں نہ داخل ہونے پائے۔ پھر بطرس کے قتل کے پانچ سال بعد اس کا ایک شاگرد اسکندر یہ کا تہرک بنا اور چھ ماہ تک رہا پھر وہ مر گیا۔ اریوس پر جب مختلف حوادث گزرے تو اس نے یہ ظاہر کیا کہ اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے۔ چنانچہ اس تہرک نے اس کی بات مان لی اور کینے میں اس کو داخل کر کے اس کو ایک پادری بنادیا۔ اس کے بعد دوسرا قیصر آیا، اس نے تلاش کر کے نصاریٰ کو قتل کیا۔ لیکن اللہ نے اس کو سزا دی، اور بری طرح ہلاک ہوا۔

اس کے بعد دوسرے شخص بادشاہ بنے ان میں سے ایک کی حکومت شام اور سرزمین روم اور بعض مشرقی حصوں میں تھی اور دوسرے کی حکومت رومیہ اور اس کے آپاس میں تھی۔ یہ دونوں نصاریٰ کے لئے خونخوار و زندے تھے۔ انھوں نے اس قدر خونریزی مچائی اور اتنے بڑے پیمانے پر نصاریٰ کو قید و جلا وطن کیا کہ ان سے پہلے کسی بادشاہ نے نہیں کیا تھا ان دونوں کے ساتھ ”قسطینین“ ابو قسطینین بادشاہ بنا وہ بت پرستی کا مخالف اور نصاریٰ کے دین سے بغض رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ ”جزیرہ“ اور ”رہا“ کی طرف نکلا۔ اور ”رہا“ کی ایک بستی میں پڑاؤ ڈالا وہاں اس نے ایک حسین و جمیل عورت دیکھی۔ جس کا نام ”ھیلا نہ“ تھا۔ وہ عورت سرزمین ”رہا“ کے پادری کے ہاتھ پر دین نصرا نیت قبول کر چکی تھی اور کتاب پڑھنا بھی سیکھ چکی تھی۔ قسطینین نے اس کے لئے اس کے باپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ چنانچہ اس کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی اس سے کر دی۔ اس عورت کو بادشاہ سے حمل ہوا اور قسطینین پیدا ہوا۔ پھر وہ سرزمین ”رہا“ ہی میں پلا بڑھا اور یونانی حکمت سیکھی، قسطینین بڑے اچھے صورت و سیرت کا حامل تھا۔ اور حکمت سے اسے خاص لگاؤ تھا۔ اس وقت روم کا بادشاہ علیانوس نامی ایک فاسق و فاجر شخص تھا وہ نصاریٰ کا بہت بڑا دشمن اور ان کے خون کا پیاسا تھا۔ نیز عورتوں کا بڑا عاشق و مشتاق تھا اس نے اور اس کے ساتھیوں نے نصاریٰ کے کسی بھی حسین و جمیل لڑکی کو باعزت نہیں چھوڑا۔ نصاریٰ اس کی ذات سے سخت مصیبت میں مبتلا

تھے اس کے پاس قسطینین کے متعلق یہ خبر پہنچی کہ وہ ایک ہدایت یافتہ، برائیوں سے دور، اور ذی علم آدمی ہے، اس کے کانوں نے یہ خبر دی تھی کہ غنقریب وہ ایک بہت بڑا بادشاہ بننے والا ہے، چنانچہ اسکے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی اور قسطینین کے قتل کا ارادہ کیا قسطینین ”رہا“ سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے باپ سے جاملے، اور حکومت کو اس کے حوالہ کر دیا پھر اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ ادھر اللہ رب العالمین نے علیانوس پر بڑا عذاب نازل کیا، یہاں تک کہ اس کی مصیبت کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوا اور دشمنوں کو بھی رحم آ گیا۔ پھر اس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ شاید یہ نصاریٰ پر ظلم کرنے کا نتیجہ ہے۔ پھر اس نے اپنے تمام عالموں کے پاس خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قید سے آزاد کریں اور ان کو عزت بخشیں اور اس سے بادشاہ کے حق میں دعا کرنے کی درخواست کریں۔ چنانچہ اللہ نے اس کو عافیت دی اور اپنی پہلی حالت سے بہتر اور تندرست ہو گیا لیکن اس نعمت کے دوبارہ حاصل ہو جانے کے بعد پھر انھیں برائیوں پر آمادہ ہو گیا اور اپنے گورنروں کے پاس خط لکھا کہ وہ نصاریٰ کو قتل کر دیں یہاں تک کہ ایک نصاریٰ کو بھی سلطنت میں باقی نہ چھوڑیں اور ان کے کسی بھی بستی و شہر کو آباد نہ رہنے دیں۔ چنانچہ مقتولین کی تعداد اس قدر ہوئی کہ ان کو تیل گاڑی پر لاد کر سمندر و جنگل میں پھینکنا پڑا اور اس کا ہم عصر جو دوسرا قیصر تھا وہ بھی نصاریٰ کے لئے بڑا سخت گیر تھا اس نے بھی رومیہ کے تمام نصاریٰ کو غلام بنا کر ان کے اموال ہڑپ کر لئے پھر ان کے مردوں عورتوں اور بچوں کو سرے سے قتل کر دیا۔

سب سے پہلے جس نے صلیب کی شکل و ہیئت بنائی وہ قسطینین ہے

اہل روم نے جب قسطینین کے بارے میں سنا کہ وہ برائی کا دشمن اور خیر کا طالب شخص ہے۔ اور اس کی رعایا اس کی بادشاہت میں سلامتی سے رہ رہی ہے تو ان کے رُوسائے قسطینین کے پاس

ایک خط لکھا جس میں یہ درخواست کی کہ انھیں وہ ان کے بادشاہ کی غلامی سے نجات دلا دے جب قسطنطین نے وہ خط پڑھا تو اسے شدید غم لاحق ہوا اور اس امر پر حیران و پریشان رہا کہ کیا کرے۔ سعید بن بطریق کا بیان ہے کہ نصاریٰ کے گمان کے مطابق اتفاق سے اس کے لئے آسمان میں دو پہر کے وقت ستاروں کی شکل میں ایک صلیب ظاہر ہوا جس کے چاروں طرف لکھا ہوا تھا کہ تم اسی سے غالب آؤ گے، قسطنطین نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم نے بھی وہ چیز دیکھی ہے جس کو میں نے دیکھا ہے لوگوں نے کہا ہاں چنانچہ اسی وقت وہ نصرانیت پر ایمان لے آیا۔ اور مذکورہ قیصر سے لڑائی کی تیاری کرنے لگا اس نے سونے کا ایک بہت بڑا صلیب بنایا اور اس کو بڑے جھنڈے کے اوپر رکھا، پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلا، اور قیصر کے مقابلہ میں اسے فتح حاصل ہوئی۔ قیصر کے بہت سے ساتھی مارے گئے اور بادشاہ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس کے بعد اہل روم نے سونے کا تاج اور ہر قسم کے لہو و لعب کے ساتھ، اس کا استقبال کیا اور بے حد خوش ہوئے اس کے بعد جب قسطنطین شہر میں داخل ہوا تو اس نے نصاریٰ کی عزت کی۔ انھیں جلا وطنی کے بعد شہر میں لوٹایا۔ پھر شہر والے سات دن تک بادشاہ اور صلیب کے لئے عید مناتے رہے۔ علیانوس نے جب یہ خبر سنا، تو اس نے اپنا لشکر جمع کیا۔ اور قسطنطین سے لڑائی کی تیار کی جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، تو علیانوس کو شکست فاش ہوئی۔ اور اس کے لشکر تلوار سے کاٹ دیئے گئے خود علیانوس ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں بھاگتا ہوا اپنے شہر پہنچا اور جادو گروں کا ہنوں اور عرافین کو جمع کیا۔ وہ ان عرافین سے محبت رکھتا اور ان کی بات مانتا تھا، پھر اس نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تاکہ یہ قسطنطین کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ پھر اس نے کنیوں کے بنانے کا حکم دیا اور کنیہ کی تعمیر کے لئے ہر شہر کے بیت المال سے ایک رقم مقرر کی اور دین نصرانیت پر قائم ہو گیا۔ اسی کے زمانہ میں ”بحرانہ“ مارا گیا۔ جب اس کی بادشاہت کے پندرہ سال پورے ہو گئے، تو نصاریٰ حضرت مسیح کے معاملہ میں متروک ہوئے۔ اس بادشاہ نے شہر ”ہتیہ“ میں ایک مجلس طلب کی یہی وہ جگہ ہے جہاں اس مجلس کے بعد دوسری مجلس میں ان کی مشہور کتاب ”الامانہ“ کی

ترتیب دی گئی اریوس نے اس مجلس میں شرکت کرنا چاہا۔ لیکن اسکندریہ کے تبرک نے اسے روک دیا اور کہا کہ ہمارے استاد بطرس نے یہ کہا تھا کہ اریوس پر اللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ اس لئے تم ان کی باتیں نہ قبول کرنا اور نہ اسے کہنے میں داخل ہونے دینا۔

مصر کے مضافات میں ایک شہر تھا۔ جس کا نام ”اسیوط“ تھا۔ وہاں کا پادری بھی اریوس کے قول کے مثل حضرت مسیح کے بارے میں کہتا تھا۔ چنانچہ اس پر بھی لوگوں نے لعنت بھیجی۔ اسکندریہ میں ایک بہت بڑا میل تھا۔ جس کا نام ”زل“ تھا۔ اس میں پتیل کا ایک بت تھا جس کا نام میکائیل تھا۔ اہل مصر و اسکندریہ ہر بار وہ نمبر کو اس بت کے لئے بہت بڑی عید مناتے ہیں۔ اور اس کے نام پر بہت بڑی قربانیاں پیش کرتے۔ یہاں جب نصاریٰ کا غلبہ ہوا تو اس کے تبرک نے اس بت کو توڑنا اور اس کیلئے قربانی کو باطل کرنا چاہا، وہاں کے باشندوں نے اسے ایسا کرنے سے روکا۔ چنانچہ اس نے ان سے ایک حیلہ کیا اور کہا کہ اگر تم اس عید کو اللہ کے فرشتے حضرت میکائیل کیلئے مناتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ یہ بت نہ نفع پہنچاتا ہے اور نہ نقصان، لوگوں نے اس کی بات مان لی، پھر اس نے بت کو توڑ دیا اور اس سے ایک صلیب بنایا اور اس پر میل کا نام میکائیل کا کنیہ رکھا۔

جب اسکندریہ کے تبرک نے اریوس کو کنیہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اور اس کو ملعون قرار دیا تو وہ دو پادریوں کے ہمراہ قسطنطین کے پاس اس کے خلاف مدد طلب کرنے گیا۔ وہاں اریوس نے بادشاہ سے فریاد کی کہ اسکندریہ کے تبرک نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور مجھے زبردستی کنیہ سے باہر نکال دیا ہے۔

اور بادشاہ سے درخواست کی کہ وہ اسکندریہ کے تبرک کو بلائے، تاکہ وہ بادشاہ کے سامنے اس سے مناظرہ کرے۔ چنانچہ قسطنطین نے اسکندریہ میں اپنا ایک قاصد بھیج کر تبرک کو بلایا اور بہت سے لوگوں کو جمع کیا، تاکہ ان کے سامنے دونوں کا مناظرہ ہو۔ پھر قسطنطین نے اریوس سے کہا کہ تم اپنی بات شروع کرو اور اریوس نے کہا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ باپ اس وقت تھا جب کہ جینا نہیں تھا۔ پھر اس نے بیٹے کو پیدا کیا۔ وہ خدا کے کلمے ہیں۔ مگر مخلوق و محدث ہیں پھر اس نے معاملہ بیٹے

ایسے ہی ہے جیسے کہ ایک آگ کا شعلہ دوسرے آگ کے شعلہ سے مل گیا ہو جن میں نہ پہلا کم ہوا ہو اور نہ دوسرا اس سے آگے بڑھا ہو۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مریم نے مسیح کو نو ماہ پیٹ میں نہیں رکھا۔ بلکہ صرف ایک نوران کے پیٹ میں سے گزرا، جیسے کہ پانی پر نالہ سے گزر جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کا حکم ان کے کان سے داخل ہوا، پھر شرم گاہ سے اسی وقت نکل گیا جیسے کہ بچہ نکلتا ہے۔ یہ قول الہاد اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

ان میں بعض یہ کہتے ہیں کہ مسیح انسان ہیں جو لاہوت ”طبیعت الہی“ سے پیدا ہوئے ہیں اور انسانی جوہر میں لوگوں کے مثل ہیں۔ ان کی پیدائش حضرت مریم کے پیٹ سے ہوئی ہے۔ انھوں نے اپنے لئے ایسا ہونا اسلئے پسند کیا، تاکہ انسانی جوہر جس میں نعمت الہی مشیت و محبت کے ساتھ حلول کئے ہوئے ہے اسے حاصل کر لیں۔ اس لئے ان کا نام ابن اللہ رکھا گیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ ایک جوہر اور ایک اقنوم (شخص) ہے۔ انھوں نے اللہ کا تین نام رکھا اور کلمے اور روح القدس پر ان کا ایمان نہیں تھا یہ قول بولیں اور اس کے ساتھیوں کا ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تین معبود ہمیشہ سے رہے ہیں۔ ایک صالح دوسرا طالح (برا) اور ان دونوں کے درمیان ایک تیسرا ”عدل“ ہے یہ مرقیوں اور اس کے ساتھیوں کا قول ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہمارے رب وہی مسیح ہیں یہ تین سوا ٹھارہ پادریوں کا قول تھا۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ جب بادشاہ قسطنطین نے ان کی باتیں سنیں تو اس کو تعجب ہوا، اور ان کے لئے ایک گھر خالی کر دیا۔ ان کی خوب خاطر و تواضع کی، پھر انھیں حکم دیا کہ وہ آپس میں بحث کریں تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ اور اس کی اتباع کرے۔ چنانچہ ۳۱۸ پادریوں نے ایک دین اور ایک رائے پر اتفاق کر لیا۔ اور ان لوگوں نے بقیہ مختلف رائے و دین رکھنے والے پادریوں سے مناظرہ کیا اور مناظرے میں بقیہ لوگوں پر غالب آئے، پھر بادشاہ نے ۳۱۸ پادریوں کی ایک بڑی مجلس منعقد کی اور خود اپنی انگوٹھی تلوار اور کمان لے کر ان کے بیچ میں بیٹھا۔ اور ان

کو سوئپ دیا جس کا نام کلمہ ہے، پھر یہی بیٹا آسمان وزمین اور اس کے درمیان کی تمام چیزوں کا خالق بنا جیسے کہ انجیل میں ہے کہ اس نے آسمان وزمین کا مجھے بادشاہ بنایا ہے۔ چنانچہ ان کے خالق یہی ہوئے پھر اس کلمے نے حضرت مریم اور روح القدس سے جسم حاصل کیا اور ایک مسیح بن گیا، لہذا اب مسیح کے دو معنی ہیں، ایک کلمہ دوسرا جسم اور دونوں مخلوق ہیں۔

اس کے بعد اسکندر یہ کہ تبرک نے جواب دیا اور کہا کہ ذرا مجھے بتاؤ کہ کس کی عبادت ہمارے اوپر واجب ہے کیا اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا یا اس ذات کی جس نے ہمیں نہیں پیدا کیا اریوس نے کہا کہ اس ذات کی عبادت واجب ہے۔ جس نے ہمیں پیدا کیا، پھر تبرک نے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہمارا خالق ابن ہے اور یہ ابن مخلوق ہے لہذا باپ جو خالق نہیں ہے اس کے بجائے ابن مخلوق کی عبادت واجب ہے، بلکہ باپ کی عبادت کفر اور بیٹے کی عبادت عین ایمان ہے اور یہ قول بالکل یہودہ ہے۔

تبرک کی اس بات کو بادشاہ اور تمام لوگوں نے پسند کیا اور اریوس کے قول کو قبیح قرار دیا پھر ان کے درمیان اور بہت سے مسائل پر بحث ہوئی اس کے بعد قسطنطین نے تبرک کو حکم دیا کہ وہ اریوس اور اس کے مؤدین کو کافر کہے۔ تبرک نے کہا کہ بادشاہ کو چاہئے کہ وہ آدمی بھیج کر تمام تبار کہ واساقفہ کو یہاں بلائے اور ان کے مجمع میں یہ معاملہ رکھا جائے، جس میں اریوس کی تکفیر کی جائے اور لوگوں کے لئے دین کی توضیح و تشریح کی جائے۔

نصاری کی دوسری مجلس جس میں الامانہ کو گھرھا گیا۔

تبرک کے کہنے کے مطابق قسطنطین نے تبار کو واساقفہ کو بلائے کیلئے مختلف شہروں میں اپنے قاصد بھیجے، چنانچہ ایک سال دو مہینے کے بعد شہر ”نقیہ“ میں دو ہزار تالیس پادری جمع ہو گئے، یہ مختلف رائے اور دین رکھنے والے لوگ تھے۔ ان میں بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے بجائے مسیح اور مریم دو الہ ہیں۔ اس فرقے کا نام ”مریمانیہ“ تھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسیح کا تعلق باپ سے

چیزوں کو پادریوں کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ آج میں نے تم لوگوں کو حکومت پر مسلط کر دیا ہے اب تم جو چاہو کر سکتے ہو اور اس کام کو ضرور کر گزرو جس کے اندر دین کے درنگی اور امت کی بھلائی ہو، پھر سب لوگوں نے بادشاہ کے لئے برکت کی دعائیں کیں اور اس کی تلوار اس کے اوپر لٹکتی ہوئے کہا کہ دین نصرانیت کو آپ غالب کریں اور اس کی جانب سے دفع کریں پھر اس کے لئے انھوں نے چالیس کتابیں لکھیں، جس کے اندر سنن شرايع کے ساتھ ساتھ یہ بھی وضاحت کی کہ بادشاہ کو ان میں کن احکام پر عمل کرنا چاہیے اور پادریوں کو کیا کرنا چاہیے۔ اس قوم و مجلس کے رئیس اسکندریہ اور الفاکیہ کے تبرک اور بیت المقدس کے پادری تھے۔

رومیہ کے تبرک نے اپنے پاس سے دو آدمی بھیجے پھر تمام لوگوں نے اریوس اور اس کے اصحاب پر متفقہ طور پر لعنت بھیجی۔ اور ”الامانہ“ کی تالیف کی، جس کے اندر انھوں نے کہا کہ بیٹا باپ کی ذات سے تمام مخلوق سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ باپ کی طبیعت سے ہے اور مخلوق نہیں ہے۔ انھوں نے اتفاق کیا کہ نصاریٰ کا عید اتوار کے دن ہونا چاہیے۔ تاکہ یہود کے ساتھ نہ پڑے بلکہ اس کے بعد ہو۔ انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پادری کے پاس بیوی نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ حواریوں کے وقت سے لیکر ۳۱۸ پادریوں کی اس مجلس تک تمام پادری بیوی رکھتے تھے۔ اور جب کسی کو لوگ پادری بناتے ہیں اور اس کے پاس بیوی ہوتی تو بیوی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے ساتھ باقی رہتی۔ البتہ تبارک کے پاس بیویاں نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی وہ کسی ایسے شخص کو تبرک بناتے جس کے پاس بیوی ہوتی۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ پھر یہ پادری عزت و حفاظت کے ساتھ واپس لوٹے، یہ واقعہ قسطنطین کی بادشاہت کے سترہویں سال کا ہے۔ اس کے بعد قسطنطین تین سال تک زندہ رہا، پہلے سال اس نے بتوں کو توڑا اور ان کی پرستش کرنے والوں کو قتل کیا۔ دوسرے سال اس نے حکم دیا کہ دیوان میں صرف نصاریٰ کی اولاد کا نام باقی رکھا جائے اور وہی امراء قائدین بنیں۔

تیسرے سال اس نے حکم دیا کہ لوگوں کے لئے عید کا ہفتہ مقرر کیا جائے اور اس کے بعد جو

ہفتہ ہو اس میں نہ لوگ کام کریں اور نہ لڑائی ہو۔ پھر قسطنطین نے بیت المقدس کے پادری کو حکم دیا کہ وہ مقبرہ اور صلیب کی جگہ تلاش کرے اور وہاں کئیے تعمیر کریں۔ اور سب سے پہلے کینیہ قیام کو بنائے۔ بادشاہ کی ماں ہیلا نہ نے کہا کہ میں نے نذر مان رکھا ہے کہ میں بیت المقدس جاؤں گی اور مقدس جگہوں کو تلاش کر کے اس پر عمارت بناؤں گی۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے بہت بڑی رقم دی اور وہ بیت المقدس کے پادری کے ساتھ گئی۔ اس نے صلیب کی جگہ کینیہ قیام کی تعمیر کرائی اور کینیہ قسطنطین کو بنوایا۔

اس کے بعد بیت المقدس میں ان کی ایک بڑی مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں ایک شخص تھا۔ جو اریوس کے قول و رائے کا موافق تھا۔ قسطنطینہ کے تبرک اور اس کے ساتھیوں نے اسے چھپا دیا تھا کہ وہ اس کے ذریعہ اسکندریہ کے تبرک سے کچھ سوال کریں۔ یہ آدمی جب بادشاہ کے پاس گیا تھا تو اس نے اپنے حواریوں کا مخالف ظاہر کیا تھا۔ اس نے مجلس میں کھڑے ہو کر کہا اریوس نے یہ نہیں کہا ہے کہ مسیح نے انسان کو پیدا کیا ہے، بلکہ یہ کہا ہے کہ انھیں کے ذریعہ تمام چیزوں کا وجود ہوا ہے، کیونکہ وہ اللہ کے کلمے ہیں اور اللہ کے کلمے ہی سے آسمان و زمین کی تخلیق ہوئی ہے۔ اور اللہ ہی نے اپنے کلمے سے چیزوں کو پیدا کیا۔ نہ کہ اس کے کلمے نے، جیسے کہ انجیل میں حضرت مسیح نے کہا کہ ہر چیز انھیں کے ہاتھ سے ہوئی اور ان کے بغیر کوئی چیز نہیں ہوئی اور ایک دوسری جگہ فرمایا کہ ”انھیں کے ذریعہ زندگی ہوئی اور حیات انسان کو نور ہے۔ ایک جگہ فرمایا، عالم کا وجود انھیں کے ذریعہ ہوا۔ لہذا حضرت مسیح نے یہ خبر دی کہ تمام چیزیں انھیں کے ذریعہ ہوئی ہیں۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ اریوس نے یہی حقیقت میں بات کہی تھی، لیکن ۳۱۸ پادریوں نے اس پر ظلم کیا۔ اور اس کے قول میں تحریف کر دی۔

پھر اسکندریہ کا پادری اس آدمی کے قول کی تنقید کرنے لگا۔ اس نے کہا ۳۱۸ پادریوں نے اریوس پر جھوٹی بات نہیں کہی ہے اور نہ اس پر ظلم کیا ہے۔ کیونکہ اس نے یہ بات کہی تھی کہ باپ کے بجائے بیٹا تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ لہذا جب تمام چیزوں کا خالق باپ کے بجائے بیٹا

ہی ٹھہرا تو مسیح کے اس قول کی تکذیب ہو جاتی ہے کہ باپ بھی پیدا کرتا ہے اور میں بھی پیدا کرتا ہوں، اسی طرح ایک جگہ فرمایا کہ اگر میں باپ کا کام نہ کروں تو میری تصدیق نہ کرو۔ ایک مرتبہ کہا کہ جس طرح باپ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے اور جسے مارنا چاہتا ہے اسے مار ڈالتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔

لہذا اس سے ایک طرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ باپ بھی خالق ہے اور دوسری طرف اس سے ان لوگوں کے قول کی تردید بھی ہو جاتی ہے جو مسیح کو خالق نہیں مانتے بلکہ کہتے ہیں کہ انھیں کے ذریعہ چیزوں کا وجود ہوا ہے۔

اور تمہارے اس قول (کہ تمام چیزیں انھیں کے ذریعہ ہوئی ہیں) کا معنی بھی وہی ہے جو حضرت مسیح کے کہنے کے مطابق میں کہتا ہوں کہ وہ خالق و فعال ہیں۔ ورنہ ان کے دونوں قول میں تضاد پیدا ہو جائے گا اس کے علاوہ اصحاب اریوس میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ باپ ارادہ کرتا ہے اور بیٹا پیدا کرتا ہے تو اس صورت میں بڑی خرابیاں لازم آئیں گی۔ اولاد یہ کہ بیٹا جو ان کے نزدیک مخلوق ہے۔ اس کا حصہ تخلیق میں باپ سے بڑھ کر ہوگا، کیونکہ بیٹے نے ارادہ بھی کیا اور پیدا بھی کیا۔ اور باپ نے صرف ارادہ کیا پیدا نہیں کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ بھی تمام مخلوق کی طرح اللہ کے ارادے اور حکم کا پابند ہوگا اور اس کی مخالفت کا ذرا بھی اسے اختیار نہ ہوگا، لہذا جب وہ مجبور ہوا تو اس فعل میں اس کا کوئی دخل نہیں، بلکہ سب کچھ باپ ہی کرتا ہے۔ اور اگر وہ خود مختار ہے تو اس کیلئے جائز ہے۔ کہ باپ کی اطاعت بھی کرے اور نافرمانی بھی کرے، اسی طرح ثواب دینے کا بھی اسے اختیار ہے اور عذاب دینے کا بھی اور یہ بڑی قبیح بات ہوگی۔

تیسری بات یہ کہ تم کہتے ہو کہ خالق نے مخلوق کے ذریعہ دنیا کو پیدا کر لیا۔ اور غیر کے ذریعہ کام کرنے والا اس فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہے لہذا خالق اپنے فعل کی تکمیل کے لئے غیر کا محتاج ہوا اور غیر کا محتاج ہونا خالق کے شایان شان نہیں۔

ابن بطریق کا بیان ہے کہ اس طرح جب اسکندر یہ کے تبرک نے اپنے مخالفین کی حجت بالکل باطل کر دی اور لوگوں کے سامنے ان کے قول کا بطلان ظاہر ہو گیا تو وہ حیران و پریشان ہو گئے اور شرمندہ ہوئے پھر وہ اسکندر یہ کے تبرک پر چھپ پڑے اور اسے مارنے لگے، یہاں تک کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا اتنے میں قسطنطین کی بہن کے لڑکے نے اسے چھڑا لیا اور وہ پادریوں کی عدم موجودگی میں وہاں سے نکلا۔ اور بیت المقدس پہنچ گیا۔ وہاں اس نے زیتون کا تیل اکٹھا کیا اور کنیسہ کو پاک صاف کیا۔ پھر اس پر زیتون کا تیل لگایا۔ اس کے بعد بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو پورا واقعہ بتایا۔ بادشاہ نے اسے وہاں سے دوبارہ اسکندر یہ بھیج دیا۔

ابن بطریق کا کہنا ہے کہ بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ بیت المقدس میں کوئی بھی یہودی سکونت اختیار نہ کرے اور نہ اس سے گزرے۔ پھر جس نے بھی نصرا نیت اختیار نہیں کی۔ اسے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح نصاریٰ کا دین غالب ہو گیا اور بہت سے یہودیوں نے نصرا نیت قبول کر لی بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ یہودی قتل کے خوف سے بظاہر نصرا نیت قبول کر لیتے ہیں۔ اور دل سے اپنے دین ہی پر قائم رہتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ ہمیں کیسے معلوم ہو۔

تبرک بولس نے کہا کہ توراۃ میں سور حرام ہے۔ اور یہود سور کا گوشت نہیں کھاتے ہیں لہذا سور ذبح کرنے اور ان کے پکانے کا حکم دے دیجئے اور لوگوں کو اس کا گوشت کھلایا جائے، پھر جو نہ کھائے وہ گویا دین یہودیت پر ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ جب سور توراۃ میں حرام ہے تو ہمارے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اسے کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں بولس نے کہا کہ ہمارے سردار مسیح نے توراۃ کی تمام چیزوں کو باطل قرار دیا ہے اور ایک نیا توراۃ یعنی انجیل لے کر آئے ہیں۔ جس میں ہے کہ وہ ہر چیز جو پیٹ میں داخل کجائے وہ حرام و نجس نہیں ہے۔ بلکہ انسان کو نجس وہ چیز بناتی ہے جو اس کے منہ سے نکلتی ہے۔

بولس نے کہا کہ ایک مرتبہ دن کے چھ بجے کے وقت بطرس حواریوں کا رئیس نماز پڑھ رہا تھا۔ اچانک اس کو اگلے آگئی اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھایا تو دیکھا کہ آسمان کھلا ہوا ہے اور کچھ

توشہ آسمان سے اتر رہا ہے، یہاں تک کہ وہ توشہ زمین پر پہنچ گیا اس توشے میں درندے اور ان کے علاوہ ہر قسم کے زمین کے چوپائے اور آسمان کی چڑیاں تھیں اس نے یہ آواز کہتے ہوئے سنا۔
اے بطرس کھڑے ہو جاؤ اور ذبح کرو کھاؤ۔ بطرس نے کہا اے رب میں نے کبھی نجس اور گندی چیز نہیں کھائی ہے۔ پھر دوسری آواز آئی کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے اور نجس نہیں ہے ایک دوسرے نسخے میں ہے کہ جس چیز کو اللہ نے پاک کیا ہے اس کو تم نجس نہ قرار دو، اس قول کے کہنے کی آواز تین مرتبہ آئی۔ پھر وہ توشہ آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر بطرس کو سخت حیرانی ہوئی۔
ان دونوں کی باتوں کو سن کر بادشاہ نے سور کے ذبح کرنے اور اس کا گوشت پکانے کا حکم دے دیا اور یہ فرمان صادر کیا کہ اس کی سلطنت کے تمام کنیسوں کے دروازے پر اسے اتوار کے دن رکھا جائے اور جو بھی شخص کنیسہ سے لٹکے وہ ایک لقمہ سور کا گوشت کھائے اور جو نہ کھائے اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ اس کی بناء پر بہت سے لوگ قتل کر دیے گئے اس کے بعد قسطنطین کا انتقال ہو گیا اور اس کا بڑا لڑکا تخت نشین ہوا۔ جس کا نام قسطنطین تھا، اس کے زمانے میں اریوس کے ساتھی اور اس کے مؤیدین بادشاہ کے پاس جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ ہمارا دین اور ہمارا قول بہتر اور درست ہے۔ اور ۳۱۸ پادری جو بقیہ میں جمع ہوئے تھے انہوں نے غلط بات کہی ہے اور اپنے اس قول میں وہ حق سے پھر گئے ہیں کہ بیثاب کے ساتھ جو ہم میں متفق ہے۔ لہذا آپ حکم دیں کہ ایسی بات اب نہ کہی جائے چنانچہ بادشاہ نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر بیت المقدس کے پادری نے بادشاہ کے پاس خط لکھا کہ وہ اصحاب اریوس کے بات نہ مانے کیونکہ وہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں۔

اور ۳۱۸ پادریوں نے اس پر اور اس کے تبعین پر لعنت بھیجی ہے پھر بادشاہ نے پادری کی بات مان لی، ابن بطریق کا بیان ہے کہ اسی وقت قسطنطینہ انطاکیہ اور اسکندر یہ میں اریوس کا قول ظاہر کر دیا یہاں تک کہ اسی قسطنطین بادشاہ کی حکومت کے دوسرے سال ہی میں انطاکیہ کا تبرک ایک اریوسی بنا اسکے بعد پھر اسی کا ہم مذہب شخص بنا اور مصر و اسکندر یہ میں اکثر لوگ اریوسین اور مانہین تھے وہ مصر کے کنیسوں پر غالب آ گئے۔ اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور اسکندر یہ

کے تبرک کو قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ لیکن وہ ان سے چھپ کر بھاگ گیا۔ پھر ابن بطریق نے نصاریٰ کے بہت سے تبارک و اساقفہ کے احوال کا ذکر کیا ہے جس میں ان کی آپس میں خونریزی تبارک سے نفیض و عناد اور آپس میں اختلاف و انتشار، نیز ان کے مختلف مجلسوں کا تذکرہ کیا ہے ہم ان دو مجلسوں کے بعد ان کی چند اور مجلسوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نصاریٰ کی تیسری مجلس

سرزمین بقیہ کی مجلس کے ۵۸ سال بعد ان کی تیسری مجلس منعقد ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کے وزراء اور قائدین بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا کہ نصاریٰ کا قول بالکل فاسد ہو چکا ہے اور اریوس و مقدونین کا قول لوگوں پر غالب آ گیا ہے۔ لہذا آپ تمام تبارک و اساقفہ کے پاس خط لکھنے کہ وہ اکٹھا ہوں اور دین نصرائیت کو واضح کریں۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام شہروں کے پادریوں کے پاس خط لکھا۔ اور ۱۵۰ پادری قسطنطینہ میں جمع ہوئے۔ انھوں نے اریوس کے قول میں بحث و مباحثہ کیا۔ جس کا قول یہ تھا کہ روح القدس میں نہ کہ الہ۔ اسکندر یہ کے تبرک نے کہا کہ ہمارے نزدیک روح القدس روح اللہ ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں اور روح اللہ حقیقت میں اللہ کی زندگی ہے۔ لہذا جب ہم نے یہ کہا کہ روح اللہ مخلوق ہے۔ تو ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا۔ اور جب ہم نے اس کی حیات کو مخلوق ٹھہرایا تو ہم نے اس کو غیر جی (بے جان مردہ) قرار دیا۔ اور یہ سراسر کفر ہے۔

یہ سن کر تمام لوگوں نے اریوس کا قول کہنے والوں پر لعنت ملاست کی اور ان کے اساقفہ و تبارک پر لعنت بھیجی جو ان کے نزدیک دوسری ناپسندیدہ باتیں کہہ رہے تھے۔ اور انھوں نے بیان کیا کہ روح القدس خالق ہیں نہ کہ مخلوق الحق ہیں۔ الحق کی جانب سے باپ اور بیٹے کی طبیعت سے مل کر ایک جوہر ہیں اور ایک طبیعت، پھر انہوں نے الامانہ کے اندر (جس کو ۳۱۸ پادریوں نے تالیف کی تھی) یہ زیادت کی کہ ہم روح القدس اس رب پر ایمان لاتے ہیں جو باپ کا ایک انوٹ

حصہ ہے اور معبود و معبود ہے ان کی کتاب الہامہ میں صرف روح القدس تھا۔ لیکن انھوں نے کہا کہ بیٹا باپ اور روح القدس تین اشخاص، تین چہرے اور تین خواص ہیں پھر تینوں مل کر ایک ہیں اس طرح انھوں نے تثلیث کا نظریہ قائم کیا اور یہ بھی کہا کہ مسیح کا جسم ایک ایسا نفس ہے، جس کے اندر نطق کی قوت اور عقل پائی جاتی ہے۔ پھر یہ مجلس ختم ہوئی، جس میں لوگوں نے اپنے پادریوں پر بڑی لعنت ملامت کی۔

چوتھی مجلس

اس مجلس کے اکیاون سال بعد ان کی چوتھی مجلس منظور کی۔ خلاف منعقد ہوئی۔ منظور کی کہنا تھا کہ حضرت مریم نے حقیقت میں الہ کو نہیں جنم دیا ہے۔ بلکہ دو ہستیاں ہیں جن میں ایک الہ ہے، وہ باپ سے پیدا ہوا اور دوسرا انسان ہے، جو مریم سے پیدا ہوا ہے اور یہ انسان جس کو ہم مسیح کہتے ہیں۔ وہ الہ کے بیٹے کے ساتھ تنہا باقی رہنے والا ہے اور اس کو الہ اور ابن الہ مجازاً ایک لقب دے دیا گیا ہے، حقیقت میں الہ نہیں ہے اور ان دونوں ناموں سے ایک ساتھ موسوم کرنا علی سبیل انکرامت ہے یہ خبر تمام شہروں کے تبارک کو پہنچی، چنانچہ انھوں نے آپس میں خط و کتابت کی اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کی بات کو غلط ثابت کیا جائے، پھر ان میں دوسو پادری افسیس شہر میں اکٹھا ہوئے اور اسے تین مرتبہ مناظرے کی دعوت دی۔ لیکن تینوں بار وہ نہیں آیا۔ پھر تمام لوگوں نے مل کر اس پر لعنت بھیجی اور اس کا انکار کیا نیز وضاحت کی کہ حضرت مریم نے الہ حقیقی ہی کو جنم دیا تھا اور مسیح الہ حقیقی ہیں جن کا وجود الہ حقیقی سے ہوا ہے۔ وہ ایک ایسے انسان ہیں جن کے اندر دو طبیعتیں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح جب انھوں نے اس پر لعنت کی تو الفاظ کیہ کے تبرک نے منظور کی مدد کرنی چاہی اور پادریوں کو جمع کر کے بادشاہ اور اس کے اصحاب کی موجودگی میں ان سے مناظرہ کیا۔ اور ان کی دلیلوں کو باطل ٹھہرایا، پھر وہ آپس میں لڑ گئے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگے، یہاں تک کہ ان کا معاملہ بڑا عظیم بنا ہوا۔ پھر ان لوگوں نے ایک صحیفہ لکھا جس

میں یہ بیان کیا کہ مریم اللہ کی عزیزہ مقربہ نے اللہ کو جنا ہے۔ اور وہ ہمارے رب یسوع مسیح ہیں، جو طبیعت الہی میں اللہ کے ساتھ ہیں اور طبیعت انسانی میں انسان کے ساتھ ہیں۔ اس طرح انھوں نے ان کے لئے دو طبیعتیں ایک چہرہ ایک شخص قرار دیا اور منظور کی کو طعون ٹھہرایا۔ جب انھوں نے اس پر لعنت ملامت کی اور اس کے قول کی تردید کی۔ تو وہ مصر چلا گیا اور سات سال تک انیم میں مقیم رہا، پھر مر گیا اور دفن کر دیا گیا اور اس کا قول بھی دب کر رہ گیا۔

پھر ان صرماطران نصیبین نے اس کے قول کو زندہ کیا۔ اور بلاد مشرق میں اس کو پھیلا یا لہذا مشرق و عراق کے نصاریٰ اکثر و بیشتر منظور یہ ہو گئے۔ اس طرح ان کی چوتھی مجلس ختم ہوئی۔ جس میں انھوں نے منظور یوں پر لعنت بھیجنے پر اتفاق کیا۔

پانچویں مجلس

اس مجلس کے بعد ان کی پانچویں مجلس منعقد ہوئی، جس کی ضرورت اس بنا پر پڑی کہ قسطنطنیہ کے ایک راہب طیب نے جس کا نام اولیسوس تھا۔ یہ دعویٰ کیا کہ مسیح کا جسم طبیعت میں ہمارے جسموں کی طرح نہیں ہے، اور جسم حاصل کرنے سے پہلے مسیح کے اندر دو طبیعتیں تھیں۔ لیکن جسم حاصل ہو جانے کے بعد ایک ہی طبیعت باقی رہ گئی۔ یہ بات سب سے پہلے اس شخص نے کہی، اور یہ ”یعقوبیہ کا مذہب ہے۔“

اس کا دعویٰ سن کر بعض پادری اس کے پاس گئے اس نے لوگوں سے مناظرہ کیا۔ اور ان کی جہت باطل کر دی، پھر وہ قسطنطنیہ لوٹا اور اس کے تبرک کو اپنے مناظرے اور غلبے کی خبر دی یہ سن کر قسطنطنیہ کے پادری نے اس کو اپنے پاس بلایا۔ اور ایک بڑی جماعت اکٹھا کی۔ پھر اس سے مناظرہ کیا۔ اولیسوس نے کہا کہ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ مسیح دو طبیعت ہیں تو ہم نے منظور کی ہی بات کہی، لہذا ہم کہتے ہیں کہ وہ ایک ہی طبیعت اور ایک ہی شخص ہیں، اس لئے کہ وہ دو طبیعت تناور ہونے سے پہلے تھے، اور اس کے بعد ان کی ایک طبیعت زائل ہو گئی۔ اور ایک ہی بچی اور وہ

ایک ہی اقوم ہیں، قسطنطنیہ کے تہرک نے اس سے کہا، اگر مسیح ایک ہی طبیعت ہیں اور ایک طبیعت ان کی زائل ہو چکی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جو طبیعت قدیم تھی وہ محدث ہو گئی، یعنی جو چیز ازل سے رہنے والی تھی وہ نہیں رہ گئی۔ لہذا اگر قدیم کو محدث ماننا جائز ہے، تو گرمی کو ٹھنڈی کہنا اور کھڑے ہونے والے کو بیٹھا ہوا کہنا جائز ہوگا لیکن اوطیسوس نے اپنے قول سے رجوع کرنے سے انکار کیا، لوگوں نے اس پر لعنت بھیجی، پھر وہ بادشاہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ لوگوں نے مجھ پر ظلم کیا ہے، لہذا آپ تمام تہرک کے پاس مناظرہ کرنے لئے خط لکھ دیجئے، چنانچہ بادشاہ نے شہر افسیس میں تمام شہروں کے تہرک کو جمع کیا، جس میں اسکندر یہ کے تہرک نے اوطیسوس کے قول کو ثابت کر دیا۔ اور قسطنطنیہ، القاضیہ اور بیت المقدس اور تمام جگہوں کے تہرک دلیلیں کاٹ دیں، پھر اس نے روم کو تہرک اور کاتھولکوں کی ایک جماعت کو خط لکھا کہ وہ قربانی کرنے سے رک جائیں، اگر وہ اوطیسوس کی بات کو نہیں قبول کرتے ہیں، اس طرح ان کی کتاب الامانہ فاسد ہو گئی، اور مصر و اسکندر یہ میں اوطیسوس کا قول مخصوص ہو گیا۔ اور یہ یعقوبیہ کا مذہب ہے اس کے بعد ان کی یہ پانچویں مجلس ختم ہوئی۔ جس میں ہر فریق نے ایک دوسرے پر لعنت ملامت کی اور ہر ایک نے دوسرے کے قول کی تردید کی اور برأت ظاہر کی۔

چھٹی مجلس

اس مجلس کے بعد نصاریٰ کی چھٹی مجلس شہر حلقہ ون میں منعقد ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ مرقیون بادشاہ بنا، مرقیون کے پاس تمام شہروں کے پادری جمع ہوئے اور انھوں نے فریاد کیا کہ پانچویں مجلس میں ہمارے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ نیز اوطیسوس کا مذہب تمام لوگوں پر چھا گیا ہے۔ جس سے دین نصرا نیت برباد ہو چکا ہے، اس کے لئے کوئی تدبیر کیجئے۔ چنانچہ بادشاہ نے تمام پادریوں کو شہر حلقہ ون میں جمع کیا، اور چھ سو تیس پادری حاضر ہوئے۔ انھوں نے اوطیسوس اور اس تہرک اسکندر یہ کے قول میں غور و فکر کیا جس کے تمام

تہرک کی دلیلیں باطل کر دیں پھر انھوں نے ان دونوں کے قول کو فاسد قرار دیا، اور ان پر لعنت بھیجی اور یہ ثابت کیا کہ مسیح اللہ ہیں اور انسان بھی، طبیعت الہی میں وہ اللہ کے ساتھ ہیں۔ اور طبیعت انسانی میں انسانوں کے ساتھ اس طرح ان کے اندر مکمل طبیعت الہی اور مکمل طبیعت انسانی، دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں اور دونوں کے ساتھ وہ ایک مسیح ہیں، مزید انھوں نے ۳۱۸ پادریوں کی باتوں کو ثابت کیا۔ اور ان کا یہ قول مان لیا کہ ”ابن“ مکان میں اللہ کے ساتھ ہے وہ نور ہے نور حق سے اور اللہ ہے الحق سے، پھر انہوں نے اریوس پر لعنت بھیجی اور کہا کہ روح القدس الہ ہیں اور باپ بیٹا، روح القدس تینوں کی طبیعت ایک ہی ہے اور شخصیتیں تین ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنے ان دو سو پادریوں کی باتوں کو بھی ثابت کیا جو انھوں نے مسطورس کے خلاف شہر افسیس میں ان کی چوتھی مجلس میں کہی تھی انھوں نے کہا کہ مریم عذراء ہی نے ہمارے معبود یسوع مسیح کو جنم دیا۔ جن کے اندر طبیعت الہی اور طبیعت انسانی دونوں طبیعتیں پائی جاتی ہیں۔ اور مسیح کی دو طبیعت اور ایک ذات ہے، پھر انہوں نے مسطورس تہرک اسکندر یہ اور مقام افسیس میں منعقد اپنی چوتھی اور پانچویں مجلس پر لعنت بھیجی، نیز اوطیسوس پر بھی لعنت بھیجی، اوطیسوس اور شہر حلقہ ون کی مجلس کے درمیان گیارہ سال کا فاصلہ ہے، اس طرح یہ مجمع ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرنے میں ختم ہوا۔

ساتویں مجلس

اس کے بعد ان کی ساتویں مجلس بادشاہ انطاس کے زمانے میں منعقد ہوئی۔ اس مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ تھی کہ سورس قسطنطنیہ اوطیسوس کے خیال پر تھا، وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ حلقہ ون کی مجلس میں جو ۶۳۰ پادریوں نے اوطیسوس اور تہرک اسکندر یہ پر لعنت بھیجی تھی۔ وہ غلط تھا، بلکہ صحیح دین انھیں دونوں کا ہے، اور ان کے علاوہ سب کا دین غیر مقبول ہے، اس لئے آپ اپنے تمام گورنروں کے پاس خط لکھیں کہ وہ اپنے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجیں۔ اور لوگوں کو اس قول کے ماننے کی تلقین کریں کہ مسیح ایک طبیعت ایک مشیت اور ایک شخص ہیں، چنانچہ بادشاہ ایسا کرنے کے

لئے تیار ہو گیا، یہ خبر جب بیت المقدس کے تبرک ایلیاء تک پہنچی، تو اس نے راہبوں کو جمع کیا اور بادشاہ انطاس، سورس اور اس کے مؤیدین پر لعنت بھیجی، جب انطاس نے یہ سنا تو اس نے پادری کو ایلیہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور یوحنا کو بیت المقدس کا تبرک بنا کر بھیجا، یوحنا نے بادشاہ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ حلقہ وئی مجلس کے ۶۳۰ پادریوں پر لعنت بھیجے گا، لیکن جب بیت المقدس پہنچا تو اس کے پاس کچھ راہب جمع ہوئے اور انھوں نے کہا کہ تم اپنے آپ کو سورس کی بات ماننے سے بچاؤ اور حلقہ وئی مجلس کی جانب سے لڑائی کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے، چنانچہ یوحنا نے اس کام کے لئے ان سے عہد کر لیا اور بادشاہ کی مخالفت کی۔ بادشاہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے ایک افسر بھیجا اور حکم دیا کہ وہ یوحنا کو حلقہ وئی مجلس کی بات ماننے سے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو اس کو کرسی سے ہٹا دے پھر وہ قائد آیا۔ اور اس نے یوحنا کو قید میں ڈال دیا۔ یوحنا کے پاس قید میں کچھ راہب گئے اور اس سے کہا کہ تم قائد سے اس بات کا اقرار کر لو کہ میں تمہارے کہنے کے مطابق ضرور عمل کروں گا۔ پھر جب وہ وقت آئے تو تم کہو کہ پہلے راہب لعنت بھیجیں، اس کے بعد میں بھیجوں گا، چنانچہ یوحنا نے ایسا ہی کیا اور دس ہزار راہب جمع ہوئے، جن میں مدرس، منتظم اور بڑے بڑے عبادت گزار تھے، انھوں نے ملک کراویسیوس، سورس، نسطورس اور حلقہ وئی مجلس کے مخالفین پر لعنت بھیجی، یہ دیکھ کر بادشاہ کا قاصد راہبوں سے گھبرایا، پھر یہ خبر بادشاہ تک پہنچی، سو اس نے یوحنا کو ہٹانے کا ارادہ کیا۔

اس کے بعد راہب اور پادری جمع ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کے پاس یہ خط لکھا کہ وہ سورس اور کسی بھی مخالف کی بات نہیں مانیں گے، خواہ وہ قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں اور یہ فریاد کی کہ وہ انھیں تکلیف پہنچانے سے رک جائیں، ادھر رومیہ کے تبرک نے بادشاہ کے پاس خط لکھا جس میں اس کے فعل کو قبیح کہا اور اس پر لعنت کی۔ اس طرح یہ مجلس بھی ایک دوسرے پر لعنت ملامت کرنے ہی پر ختم ہوئی۔

سورس کا ایک شاگرد تھا، جس کا نام یعقوب تھا وہ بھی سورس ہی کی بات کہتا تھا، اس کو

یعقوب برادری کہا جاتا تھا۔ اسی کی طرف ”ایعاقبہ“ فرق منسوب ہے۔ اس نے نصاریٰ کی کتاب ”الامانہ“ کو فاسد کر دیا۔ پھر انطاس کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ قسطنطین بادشاہ بنا، اس بادشاہ نے ان تمام کو اپنی جگہ پر لوٹا دیا۔ جس کو انطاس نے ہٹا دیا تھا، پھر راہب جمع ہوئے، اور انھوں نے بادشاہ کا خط پڑھ کر سنایا۔ اور خوب اچھی عید منائی نیز ۶۳۰ پادریوں کی حلقہ وئی مجلس کو ثابت کیا، اس کے بعد دوسرا شخص بادشاہ بنا۔ اس وقت اسکندر یہ میں یعقوب یہ کا زور تھا، اس نے یوس نامی اپنے ایک تبرک کو قتل کر دیا۔ جس کا تعلق ”ملکیہ“ فرقہ سے تھا، چنانچہ بادشاہ نے اپنے ایک قائد کی ماتحتی میں اسکندر یہ میں ایک بڑا لشکر بھیجا۔ وہ قائد کنیہ میں تبرک کے کپڑے میں داخل ہوا اور پیش قدمی کر کے نذرانہ پیش کیا۔ لوگوں نے اس پر پتھر برسائے اور قریب تھا کہ اس کو مار ڈالتے۔ لیکن وہ پلٹ گیا، پھر تین دن کے بعد اس نے لوگوں سے یہ ظاہر کیا کہ اس کے پاس بادشاہ کا خط آیا ہے اور کھنٹی بجائی تاکہ لوگ اتوار کے دن کیسے میں جمع ہو جائیں۔

چنانچہ اسکندر یہ میں کوئی ایسا شخص نہ بچا جو بادشاہ کا خط سننے نہ آیا ہو، اس نے اپنے اور اپنے لشکر کے درمیان ایک علامت مقرر کی اور حکم دیا کہ جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں کو تنکوار سے کاٹنا شروع کر دیں گے، پھر منبر پر چڑھا اور کہا، اے اسکندر یہ کے لوگو! اگر تم حق کی طرف لوٹ آئے اور ایعاقبہ کی بات چھوڑ دی، تب تو خیر ہے ورنہ تمہاری جانب بادشاہ ایک ایسا لشکر بھیجے گا جو تمہیں قتل کر ڈالیں گے یہ کہنا تھا کہ لوگوں نے اس پر پتھر پھینکنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اسے اپنے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوا پھر اس نے اپنے لشکریوں کے سامنے وہ علامت ظاہر کی۔ اور انھوں نے کنیہ کے اندر اور باہر تمام لوگوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ پورا لشکر خون میں ڈوب گیا اور بہت سے لوگ ان سے بچ کر بھاگ نکلے اور ”ملکیہ“ کا قول غالب ہو گیا۔

آٹھویں مجلس

اس مجلس کے بعد اور حلقہ وئی مجلس (جس میں یعقوب یہ پر لعنت کی گئی تھی) کے ایک سوتین

سال بعد ان کی آٹھویں مجلس منعقد ہوئی، اس مجلس کے انعقاد کی وجہ یہ ہوئی کہ شہر ”منح“ (جو حلب سے قریب اس کا ایک مشرقی شہر ہے اور اب دھنس چکا ہے) کے راہب نے تاسخ کا نظریہ پیش کیا اور قیامت کا انکار کیا اسی طرح مقام ”رہا“ ”مسیحہ“ اور اسکے علاوہ دوسری جگہوں کے پادریوں نے کہا کہ مسیح کا جسم خیال ہے، حقیقت نہیں چنانچہ بادشاہ نے ان کو قسطنطنیہ میں جمع کیا، قسطنطنیہ کے تبرک نے ان سے کہا کہ اگر مسیح کا جسم خیال مانا جائے تو ان کے قول فعل کو بھی خیال ماننا واجب ہے یہی نہیں بلکہ ہر انسان کا جسم دکھائی دیتا ہے اور اس کا قول فعل خیال ہوگا پھر منج کے پادری سے کہا کہ مسیح موت کے بعد دوبارہ کھڑے ہو چکے ہیں اور انھوں نے ہمیں یہ خبر دی ہے کہ اسی طرح حساب کے دن لوگ کھڑے ہوں گے اور انجیل میں انھوں نے فرمایا ہے کہ قیامت جب قریب آئے گی تو قبروں میں مدفون لوگ ابن اللہ کی باتوں کو سنیں گے اور اس پر لبیک کہیں گے۔ تو تم کیسے کہتے ہو کہ قیامت نہیں آئے گی۔ یہ کہنے کے بعد قسطنطنیہ کے پادری نے پھر ان پر لعنت و رسوائی واجب کی۔ اور بادشاہ نے حکم دیا کہ پادریوں کا ایک مجمع اکٹھا ہو، جس میں ان لوگوں پر لعنت بھیجی جائے، پھر اس نے تمام شہروں کے تبارک کو بلا بھیجا، چنانچہ ایک سو چونسٹھ پادری اس مجلس میں اکٹھا ہوئے اور قسطنطنیہ کے پادری کی اس بات کو برقرار رکھا کہ مسیح کا جسم حقیقت ہے، خیال نہیں اور وہ اللہ تام اور انسان تام ہیں، ان کی دو طبیعتیں اور مشیتیں ہیں، ان کے دو فعل ہیں اور ذات ایک ہے۔

پھر حلقہ دونی مجلس کو ثابت کرنے کے بعد انھوں ان چار مجلسوں کی بھی تائید کی جو ان سے پہلے ہوئی تھیں۔ انھوں نے یہ اقرار کیا کہ دنیا فانی اور قیامت کا وقوع یقینی ہے۔ حضرت مسیح بڑی عزت کے ساتھ آئیں گے اور تمام احیاء اموات کو اپنا فرمانبردار غلام بنائیں گے، جیسے کہ تین سو اٹھارہ پادریوں نے کہا تھا۔

نویں مجلس

پھر ان کی نویں مجلس معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے میں منعقد ہوئی، جس میں انھوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجی، اس مجلس کے انعقاد کی ضرورت اس بناء پر پڑی کہ رومیہ میں ایک قدیس راہب رہتا تھا، قدیس نصاریٰ کے نزدیک مقبول عند اللہ کے معنی میں ہے) جس کا نام مقسلس تھا، اس کے دو شاگرد تھے۔ وہ قسطنطانی والی کے پاس آیا اور اس کو اس کے برے مذہب اور کفر پر زجر و توبیح کرنے لگا۔ قسطنطانی حکم دیا کہ اس کا ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لیا جائے۔ چنانچہ اس کے اور اس کے ایک شاگرد کے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ لئے گئے اور دوسرے شاگرد کو کوڑے مار کر بھگا دیا گیا۔ یہ خبر قسطنطنیہ کے بادشاہ تک پہنچی تو اس نے گورنر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ وہ فاضل پادریوں کو اس کے پاس بھیج دے، تاکہ وہ ان سے اس کی حجت کی وجہ دریافت کرے اور یہ معلوم کرے کہ کس شخص نے یہ بات پہلے کہی ہے تاکہ جتنے بھی لعنت کے مستحق آباء قدیسین ہیں سب کو دور کر دے چنانچہ گورنر نے ۱۴۰ پادریوں اور تین شامہ کو اس کے پاس بھیجا، جب یہ لوگ قسطنطنیہ پہنچ گئے تو بادشاہ نے ۱۶۸ مزید پادریوں کو اکٹھا کیا، اس طرح تین سو آٹھ پادری ہو گئے، اور ان لوگوں نے شامہ کو گیہوں میں پیٹنے کے لئے ڈال دیا۔ اس مجلس کے رئیس قسطنطنیہ اور انطاکیہ کے تبرک تھے اور بیت المقدس و اسکندریہ کا کوئی تبرک نہیں تھا، ان لوگوں نے مل کر گزشتہ تمام قدیسین پر ایک ایک کا نام لے کر لعنت بھیجی، جنھوں نے ان کی مخالفت کی تھی، اور ان لوگوں پر بھی لعنت بھیجی، جنھوں نے یسوع مسیح کیلئے ایک ہی مشیت ثابت کی تھی پھر جب ان لوگوں پر لعنت کر چکے تو ”الامانہ“ کی تلخیص کرنے بیٹھے اور کہا کہ ہم ایمان لاتے ہیں کہ طبیعت الہی سے پیدا ہونے والے خدا کے تہا بیٹے جوازی اور دائمی کلمہ ہیں اور جو ہر میں باپ کے برابر ہیں وہ ہمارے رب یسوع مسیح ہیں جن کی دو مکمل طبیعتیں ہیں اور دو فعل اور دو مشیت ہے۔ لیکن ان کی ذات اور شخصیت ایک ہی ہے مکمل ان کے اندر طبیعت الہی بھی پائی جاتی ہے۔ اور

اگر دین نصرانیت ایک ایسی قوم پر پیش کی جائے جو معبود کو نہ پہنچانتے ہوں تو وہ اسکے قبول کرنے سے رک جائیں گے

جب یہ حالت ان کے متقدمین کی تھی کہ وہ آخری وقت تک اپنے معبود کی صحیح تعین نہ کر سکے اور نہ کسی ایک قول پر قائم رہ سکے، بلکہ ہر ایک نے اپنی خواہشات کو معبود بنا کر غیر کے قول سے برا مت ظاہر کی اور اس کی شخصیت کو ہدف ملامت بنایا اور خود لاعلم و ملعون بن کر حیران و پریشان رہے۔ حالانکہ ان کا زمانہ حضرت مسیح سے قریب تھا ان میں ایسے لوگوں کا وجود تھا۔ انھیں کو حکومت و اقتدار حاصل تھی ان کے علماء کی کثرت تھی اور دین کے اہتمام میں مختلف مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔

تو بھلا بتاؤ کہ ان گمراہ حیرت زدہ لوگوں کے اولاد کی کیا حالت ہوگی۔ جن کا زمانہ بہت بعد کا ہے اور جنہوں نے اپنے دین کو صرف کاتبوں سے حاصل کیا ہے۔ اور جو چوپایوں سے بھی بدتر لوگ ہیں، جن کی شہادت قرآن نے دی ہے۔

إِنْ هُمْ إِلَّا كَذَّابُونَ لَا يُعْلَمُونَ (الفرقان - 44)

یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہیں۔

دوسری جگہ ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ

قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَصْلُوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

(المائدہ - 77)

اے اہل کتاب تم حق کے علاوہ اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اس قوم کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو پہلے ہی سے گمراہ ہو چکے ہیں۔ نیز انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

طبیعت انسانی بھی، اس کے علاوہ ان چیزوں کو بھی گواہی دی جن کی حلقہ دینی مجلس نے گواہی دی تھی۔ یعنی یہ کہ مسیح جو بذات خود الہ ہیں اور ابن الہ بھی، وہ آخری ایام میں مریم اللہ کی مقربہ سے مل گئے اور دونوں نفوس سے مل کر انسانی شکل میں نمودار ہوئے، اور یہ صرف بندوں پر رحم کرنے کی غرض سے کیا تھا ایسا کرنے سے ان میں کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آئی، نہ وہ ذات خداوندی سے علیحدہ ہوئے اور نہ اپنے ازلی مقام سے ہٹے۔ اور نہ ہی صرف انسانی طبیعت میں دخل کر رہ گئے بلکہ ان کی ذات ایک رہی، لیکن دونوں طبیعتیں مکمل طور پر ان کے اندر موجود ہیں اور دونوں ایک ساتھ کام کرتی ہیں اسی طرح دو مشیتیں ہیں جو باہم متعارض نہیں ہیں۔ وہ انسان کے مثل کام کرنے پر پوری طرح قدرت رکھتے ہیں اور خدائی کام پر بھی غرض کہ وہ مکمل الہ ہیں اور مکمل انسان بھی اس طرح انھوں نے حلقہ دینی مجلس کی باتوں پر گواہی دی اور ان چیزوں کو برقرار رکھا جو ان سے پہلے پانچویں مجمع میں کہا تھا، پھر کچھ لوگوں پر لعنت بھیجی، پانچویں مجلس اور اس مجلس کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔

دسویں مجلس

پھر ان کی دسویں مجلس بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے کے زمانے میں ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ چھٹی مجلس کے لوگ جمع ہوئے اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کا اجتماع باطل پر تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک سوتیلی پادریوں کو جمع کیا، ان لوگوں نے چھٹی مجلس کے قول کو ثابت کیا اور اس کی مخالفت کرنے والوں پر لعنت بھیجی، پھر واپس چلے گئے۔ اس طرح سے تو نصاریٰ کے ان علماء کی مجلسیں ختم ہوئیں، جو ان کے رہبر و رہنما اور دین کے ناقلین تھے اور جن کی باتوں کو متاخرین اپنے لئے دلیل بناتے ہیں، ان دس مشہور مجلسوں میں شرکت کرنے والے پادریوں کی تعداد تقریباً ۱۳ ہزار ہے۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے دوسرے پر لعنت بھیجی اور تکفیر کی ہے۔ غرضیکہ ان کے دین کی بنیاد ہی لعنت و ملامت کرنے پر قائم ہوئی اور ان کے تمام لوگ لاعلم و ملعون ہیں۔

یہ حالت تو اس گمراہ اور ملعون امت کی ہے جن کے گمراہ ہونے کی گواہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے کی گواہی خود انھوں نے اپنے نفسوں پر دی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان پر لعنت بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا۔
لَعْنَةُ اللَّهِ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يَحْذَرُ مَا فَعَلُوا .

اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا، آپ یہ کہہ کر لوگوں کو ان کے فعل سے روکنا چاہتے تھے۔

حالانکہ ان کی کتاب ایک ہے۔ ان کا رب ایک ہے، ان کا نبی ایک ہے۔ ان کا دعویٰ ایک ہے اور تمام کے تمام لوگ حضرت مسیح اور انجیل نیز ان کے شاگردوں کے قول ہی کو اپنے لئے دلیل و بنیاد بناتے ہیں، پھر ان میں اتنا زبردست اختلاف ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ تین میں سے ایک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ بندے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک شخص اور ایک طبیعت ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ دو شخص اور دو طبیعت ہیں۔ اسکے علاوہ بھی بہت سے اقوال ان کے اسلاف نے کہا ہے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔

لہذا ان کے اس گھناؤ نے مذہب کو اگر کسی ایسی قوم کے سامنے پیش کیا جائے جو معبود کی معرفت سے گورے ہوں۔ تو یقیناً اس کا انکار کر دیں گے۔ اور اسکے مقابلے میں اگر رسول ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو دیکھا جائے تو فوراً "ان الدین عند اللہ الاسلام" کا علم یقینی ہوگا، جو محسوسات و مشاہدات سے بھی بڑھ کر ہوگا۔

نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے کسی نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں محمد ﷺ کے معجزات سب سے بڑے اور سب سے زیادہ دلالت کرنے والے ہیں!

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے بغیر کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا ممکن نہیں اور جس نے آپ کی نبوت کا انکار کیا اس نے گویا تمام نبیوں کی نبوت کا انکار کیا اس دعوے کی کئی دلیلیں ہیں۔

پہلی دلیل یہ کہ قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء سابقین نے آپ کے نبوت کی بشارت دی ہے اور اپنے امتیوں کو آپ کی تصدیق کرنے اور ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ لہذا انبیاء کرام کے قول کی تصدیق کے لئے آپ کی تصدیق لازم ہوگی اور اس لازم کے مفقود ہونے سے ملزوم کا حصول محال ہوگا بلکہ آپ کی تکذیب سے عین انبیاء سابقین کی تکذیب اور ان کی حکم عدولی ہوگی۔

دوسری دلیل یہ کہ نبی کریم ﷺ کی دعوت بھی وہی تھی، جو آپ سے پہلے تمام انبیاء کی تھی اور آپ بھی وہی چیز لائے تھے جو تمام انبیاء لائے تھے، لہذا اگر آپ کو کسی نے جھوٹا نبی کہا تو اس نے آپ کی باتوں کو باطل ٹھہرایا۔ اور آپ کی باتوں کو باطل ٹھہرانے والا تمام انبیاء کی دعوت کو باطل ٹھہرانے والا ہے، کیونکہ آپ کی دعوت اور تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی تھی۔ اور یہ ممکن نہیں کہ آپ کی باتوں کو تو وہ سچا سمجھے، لیکن آپ کی ذات کو جھوٹا سمجھے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کچھ لوگ کسی شخص کے سامنے کسی چیز پر سچی گواہی دیں۔ وہ حضرم ان کی باتوں کو سن کر کہے کہ انھوں نے بالکل سچی گواہی دی ہے اور یہ لوگ صادق و عادل ہیں۔

پھر ایک دوسرا شخص انھیں کے مثل بالکل گواہی دے، تو خصم کہے کہ یہ بالکل جھوٹی بات ہے

اور یہ جھوٹا آدمی ہے، تو گویا اس نے پہلے لوگوں کی بھی تکذیب کی۔ اور اس آدمی کی تکذیب کر کے بقیہ لوگوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

لہذا جس طرح نبی کریم ﷺ کے مبعوث نہ ہونے سے تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی تصدیق نہ کرنے سے تمام انبیاء کی تصدیق محال ہو جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ آیات و براہین جو کسی نبی کے نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے اندر پہلے انبیاء کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور بدرجہ اتم موجود تھیں، جن میں سب کے سب اگرچہ اسی جنس کی نہیں تھیں لیکن اپنے روشن دلالت کی بناء پر ان سے بڑھ کر تھیں، ان معجزات و آیات کی نقل آپ سے ہر اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور ان کا انکار کرنا ایسے ہی ہے، جیسے کہ آپ کا وجود و ظہور آپ کے شہر کا انکار کر دیا جائے اور یہ سراسر مکابرہ ہوگا، جیسے کہ کوئی آدمی کسی شہر، پہاڑ اور ملک کا وجود محض اس بناء پر انکار کر دے کہ اس نے ان کو دیکھا نہیں ہے، حالانکہ ان کے وجود کا بہت سے لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں۔

لہذا اگر اس طرح کی واضح چیزوں کا انکار اور ان میں شک کرنا لوگوں کے لئے درست ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کے معجزات کو بھی انکار کرنا درست ہوگا، اور اگر ان کی نبوت و معجزات میں شک کرنے کی گنجائش نہیں تو نبی کریم ﷺ سے ثابت معجزات و براہین میں بدرجہ اولیٰ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اسی بناء پر جب بعض علماء یہود نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے حضرت موسیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تو انھوں نے تمام لوگوں کی تکذیب کر دی اور کہنے لگے۔

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ نَبِيٍّ مِّنْ شَيْءٍ
اللَّهُ تَعَالَىٰ نَزَّلَ فِيهِ نَبِيٍّ مِّنْ شَيْءٍ

جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ نَبِيٍّ مِّنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ

مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ
قُرْآنًا يُسْمَعُونَ بِهَا وَيَخْفُونَ كَثِيرًا ۚ وَ عَلِمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا ۖ أَنْتُمْ وَلَا
آبَاؤُكُمْ ۚ قُلِ اللَّهُ ۖ لَمْ يَزَلْ فِي خُوضِهِمْ يَلْعَنُونَ ۝ (الانعام۔ 91)

اور ان لوگوں نے اللہ کا بہت ظلمہ اندازہ لگایا ہے، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے، ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم کو وہ علم دیا گیا، جو نہ تمہیں حاصل اور نہ تمہارے باپ دادا کو آخر اس کا نازل کرنے والا کون تھا، بس اتنا کہہ دو کہ اللہ پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کیلئے چھوڑ دو۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن صیف تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے حجت بازی کرنے لگا، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی ہے، کیا توراۃ میں یہ مذکور نہیں کہ اللہ مٹے عالم سے بغض رکھتا ہے، وہ یہود ایک موٹا عالم تھا، چنانچہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اللہ نے کسی شخص پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس کے اصحاب نے کہا، تمہاری بربادی ہو، کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں، اس نے پھر کہا۔ خدا کی قسم اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ) یہ عکرمہ کا قول ہے۔

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، اے ابوالقاسم کیا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں لائیں گے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے پاس سے تختیاں اٹھا کر لائے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنِزَلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا
مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَٰلِكَ (النساء۔ 153)

اور یہ جھوٹا آدمی ہے، تو گویا اس نے پہلے لوگوں کی بھی تکذیب کی۔ اور اس آدمی کی تکذیب کر کے بقیہ لوگوں کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔

لہذا جس طرح نبی کریم ﷺ کے مبعوث نہ ہونے سے تمام انبیاء کی نبوت باطل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح آپ کی تصدیق نہ کرنے سے تمام انبیاء کی تصدیق محال ہو جاتی ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ وہ آیات و براہین جو کسی نبی کے نبوت کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے اندر پہلے انبیاء کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ اور بدرجہ اتم موجود تھیں، جن میں سب کے سب اگرچہ اسی جنس کی نہیں تھیں لیکن اپنے روشن دلالت کی بناء پر ان سے بڑھ کر تھیں، ان معجزات و آیات کی نقل آپ سے ہر اعتبار سے صحیح ثابت ہے اور ان کا انکار کرنا ایسے ہی ہے، جیسے کہ آپ کا وجود ظہور آپ کے شہر کا انکار کر دیا جائے اور یہ سراسر مکابروہ ہوگا، جیسے کہ کوئی آدمی کسی شہر، پہاڑ اور ملک کا وجود محض اس بناء پر انکار کر دے کہ اس نے ان کو دیکھا نہیں ہے، حالانکہ ان کے وجود کا بہت سے لوگ مشاہدہ کر چکے ہیں۔

لہذا اگر اس طرح کی واضح چیزوں کا انکار اور ان میں شک کرنا لوگوں کے لئے درست ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان کے معجزات کو بھی انکار کرنا درست ہوگا، اور اگر ان کی نبوت و معجزات میں شک کرنے کی گنجائش نہیں تو نبی کریم ﷺ سے ثابت معجزات و براہین میں بدرجہ اولیٰ شک کرنے کی گنجائش نہیں ہو سکتی، اسی بناء پر جب بعض علماء یہود نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے حضرت موسیٰ پر ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ تو انھوں نے تمام لوگوں کی تکذیب کر دی اور کہنے لگے۔

مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی۔

جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّن شَيْءٍ ۚ قُلْ

مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ تُبْدُونَهَا وَتُخْفُونَ كَثِيرًا ۖ وَعَلَّمْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا ۖ أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ ۚ قُلِ اللَّهُ ۖ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩١﴾ (الانعام۔ 91)

اور ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا ہے، جب کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے، ان سے پوچھو، پھر وہ کتاب جسے موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، جو تمام انسانوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی جسے تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور جس کے ذریعے سے تم کو وہ علم دیا گیا، جو نہ تمہیں حاصل اور نہ تمہارے باپ و دادا کو آخراں کا نازل کرنے والا کوئی تھا، بس اتنا کہہ دو کہ اللہ پھر انھیں اپنی دلیل بازیوں سے کھیلنے کیلئے چھوڑ دو۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن صیف تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے حجت بازی کرنے لگا، نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تم کو اس ذات کی قسم دیکر پوچھتا ہوں، جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تو رات نازل کی ہے، کیا تو رات میں یہ مذکورہ نہیں کہ اللہ مومن عالم سے بغض رکھتا ہے، وہ یہود ایک موٹا عالم تھا، چنانچہ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا خدا کی قسم اللہ نے کسی شخص پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس کے اصحاب نے کہا، تمہاری بربادی ہو، کیا موسیٰ علیہ السلام پر بھی نہیں، اس نے پھر کہا۔ خدا کی قسم اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں نازل کی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ) یہ کرمہ کا قول ہے۔

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ کچھ یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنی پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ کر بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے کہا، اے ابوالقاسم کیا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب نہیں لائیں گے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ عز و جل کے پاس سے تختیاں اٹھا کر لائے تھے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنِزَلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ (النساء۔ 153)

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے اوپر آسمان سے کوئی کتاب نازل کی جاتی ہو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑھ کر سوال کیا تھا۔

یہود کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ اللہ نے نہ آپ ﷺ پر اور نہ ہی موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام یا اور کسی شخص پر کوئی کتاب نازل کی ہے۔ رسول اکرم ﷺ اپنے جہوہ (یعنی وہ کپڑا جس سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو ملا کر باندھے ہوئے تھے) کو کھولا اور کہنے لگے، اور کسی پر بھی نہیں۔ مجاہد اور ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ انھوں نے ہی اصل رسالت کا انکار کیا تھا اور رسولوں کی تکذیب کی تھی ان کے مقابلے میں اہل کتاب نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نبوت کا انکار نہیں کیا تھا، یہی قول ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور اس کو سب سے درست اور بہتر بتایا ہے، کیونکہ یہ آیت اسی سیاق میں لائی گئی ہے۔ جہاں قریش کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور یہود کا وہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔

لہذا اس کو مشرکین کے حق میں ماننا زیادہ مناسب ہے، بنسبت یہود کے حق میں ماننے سے۔ دوسری بات یہ کہ یہود کا یہ دین نہیں تھا۔ جس کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے کہ اللہ نے کسی رسول پر کوئی کتاب نازل نہیں کی۔ بلکہ وہ صحف ابراہیم و موسیٰ اور حضرت داؤد کے زیور کا اقرار کرتے تھے، پھر اس سورت میں شروع سے لیکر اس آیت تک بت پرست مشرکین ہی کے بارے میں خبر دی گئی ہے اور آیت کریمہ (وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ) ان آیتوں سے علیحدہ نہیں، بلکہ ان سے متصل ہے اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے، جس میں عرب کے زناوق جو اصل نبوت کے منکر تھے، ان کے بارے میں خبر ہے۔

لیکن اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر اس آیت کو یہود کے حق میں نہ مانا جائے بلکہ مشرکین کے حق میں مانا جائے، تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی چیز کو بیان کر کے ان کی تردید کی جائے اور جنت پکڑی جائے جس کا اقرار بھی وہ نہیں کرتے تھے، یعنی مشرکین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات کو بھی نہیں مانتے تھے تو پھر ان کو مخاطب کر کے یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ

کس ذات نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ جس کو تم پارہ پارہ کر کے رکھتے ہو، کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو۔

خاص طور سے تھعلون، مخاطب کا صیغہ پڑھنے سے تو یہود کے سوا کوئی دوسرا مراد ہو ہی نہیں سکتا۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہاں یہودی مخاطب ہیں، جن کی یہ خصلت تھی کہ وہ اپنی خواہشات کے غیر موافق احکام تورات کو چھپا دیتے اور بقیہ کو ظاہر کرتے، تو تورات کے جس حصے کا وہ اقرار کرتے، اسی کو دلیل بنا کر ان کے خلاف حجت قائم کی گئی ہے۔ پھر انھیں اس بات پر زبردستی کی گئی ہے کہ انھوں نے اللہ اور رسول کی خیانت کر کے اس کے بہت سے احکام کو چھپا لیا ہے اور کچھ کو ظاہر کیا ہے لہذا جب وہ بعض کو چھپا رہے ہیں، باوجود یہ کہ وہ قطعی طور پر یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی اللہ ہی کی جانب سے ہے تو گویا انہوں نے بالکل اصل رسالت ہی کا انکار کر دیا، پھر ان کے خلاف یہ کہہ کر حجت قائم کی گئی کہ اگر تم نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہو تو آخر وہ وحی کی باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں جس کو تم جانتے ہو، حالانکہ اس سے پہلے نہ تمہیں معلوم تھا اور نہ تمہارے آباء کو، پھر اللہ رب العالمین نے اپنے رسول پاک کو حکم دیا کہ وہ اس سوال (مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ) کا جواب دیں اور کہیں کہ اللہ نے نازل کیا ہے، پھر انہیں اپنی دلیل باز یوں سے کھیلنے کے لئے چھوڑ دیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان مشرکین کے خلاف ایسی چیز کو حجت بنایا ہے، جس کا اقرار ان سے زیادہ صاحب علم و بصیرت، کتب الہیہ، اور علوم دینیہ کے حامل یہود و نصاریٰ کرتے تھے اور فرمایا کہ اگر تم اصلی نبوت کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہو کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، تو یہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب جس کا اقرار تم سے زیادہ علم رکھنے والے اہل کتاب کرتے ہیں، وہ کہاں سے نازل ہوئی، لہذا اگر نہیں جانتے ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو، اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں جس میں اللہ رب العالمین نے منکرین نبوت و توحید کے خلاف اہل کتاب کی گواہی پیش کی ہے اور اللہ رب العالمین کا قول ہے (تَجْعَلُونَا

قَرِيطِس) میں دو قرأت ہے، کچھ لوگوں نے مجعلون (ی کے ساتھ) پڑھا ہے، لہذا یہ غائب کا صیغہ ہے، جو یہود کے بارے میں ظاہر ہے اور کچھ لوگوں نے مجعلون (ت کے ساتھ) پڑھا ہے۔ لیکن یہ خطاب ان مشرکین کو نہیں ہے، جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی بلکہ یہ مشرکین کے قول کے مثل اور اسی کے مشابہ یہود کے قول کی خبر دیتا ہے، جو تورات کے بعض احکام کو چھپاتے تھے اور بعض کو ظاہر کرتے تھے ان سے کہا گیا تم اس گمان میں ہو کہ مشرکین ہی اصل رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ تم بھی تو اس کے بہت سے احکام کو چھپاتے ہو، لہذا ان سے کم مجرم نہیں ہو۔

اس طرح اس میں نبی کریم ﷺ کی تصدیق بھی ہے کیونکہ آپ یہود اور ان کی کتابوں کے بارے میں ایسی چیزوں کی خبر دے رہے ہیں۔ جو صرف وحی کے ذریعہ جانی جاسکتی ہیں اور اس طرح کی مثالیں قرآن میں بہت سی ہیں جس میں ایک کلام کو بیان کیا گیا ہے، پھر اسی کے مشدود کلام لے آیا گیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلْطَةٍ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً (المومن-12-13-14)

ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا پھر اسے ایک محفوظ جگہ چکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا پھر اس بوند کو ہم نے لوتھرے کی شکل دی پھر لوتھرے کو بوٹی بنادیا۔

آیت کریمہ میں پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے جن کو اللہ رب العالمین نے مٹی کی شبیہی سے پیدا کیا، پھر اس کے بعد بنی آدم کے پیدائش کی حقیقت بیان کی، جن کو نطفے سے پیدا کیا ہے، اور ایک ہی لفظ کے ساتھ ضمیر تمام لوگوں کے لئے استعمال کیا ہے۔

اسی طرح اللہ رب العالمین کا یہ قول بھی ہے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۝

فَلَمَّا تَعَشَّى خَمَلًا خَفِيْفًا فَمَثَرَتْ بِهِ ۝ فَلَمَّا اَثَقَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اَتَيْنَا صَالِحًا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا اَتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا اٰتَاهُمَا ۝ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الاعراف-189-190)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس کے پاس سکون حاصل کرے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا تو اسے ایک حقیقت ساحل رو گیا جسے لئے وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں نے مل کر ”اللہ“ اپنے رب سے دعا کی کہ اگر تو نے ہم کو اچھا سا بچہ دیا تو ہم شکر گزاروں میں سے ہوں گے جب اللہ نے ان کو نیک لڑکا دیا تو اس کی بخشش و عنایت میں دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے لگے اللہ بہت بلند و برتر ہے، ان شرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اسی کے مشابہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے:

وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ ۝ فَانْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْمَنًا ۝ كَذٰلِكَ تُخَفَّرُ ۝ (الزخرف-9-10-11)

اگر ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ انھیں زبردست علیم ہستی نے پیدا کیا ہے، وہی جس نے تمہارے لئے اس زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنادئے، تاکہ تم اپنی منزل مقصود کی راہ پا سکو، جس نے ایک خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا، اور اس کے ذریعہ مردہ زمین کو جلا اٹھایا، اسی طرح ایک روز تم زمین سے برآمد کئے جاؤ گے۔

بہر حال دونوں صورتوں میں خواہ مشرکین مراد ہوں یا یہود، یہ بات بالکل متفقہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم ہوگی، اور کسی نبی پر ایمان لانا ناممکن نہیں ہوگا اور جس نے انبیاء کی رسالت اور آسمانی کتابوں کی تکذیب کر دی اسکے بارے میں اللہ رب العالمین

فرماتا ہے کہ اس نے اللہ کا حقیقی مرتبہ پہنچانا نہیں بلکہ اس کے بارے میں غلط اندازہ لگایا اور اس کی جانب ایسی بات منسوب کی جو اس کی الہیت، بادشاہت، حکمت و رحمت کے خلاف ہے۔

اور اس کے متعلق یہ بدگمانی کی کہ اس نے مخلوقات کو بالکل عبث پیدا کیا ہے، غرض کہ اس نے اللہ کے لئے صفات نقص کو ثابت کیا ہے اور اس کو اس کا حقیقی مقام دینے کے بجائے نیچے گرا دیا، جبکہ اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے اور نقائص سے منزہ ہے، اور یہ قدر شناسی ایسے ہی ہے جیسے کہ مشرکین غیر اللہ کی عبادت کر کے اس کے صفات کمال نعوت جلال اور کتب آسمانی کے نزول نیز انبیاء کی بعثت کا انکار کرتے ہیں۔

نبوت کا انکار کرنا حقیقت میں خالق اور اس کے حقائق کا انکار کرنا ہے۔ اس سلسلے میں فلاسفہ، مجوس، نصاریٰ یہودی حیرانیوں کا بیان

اب تک یہ کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت نہ ہوتی تو تمام انبیاء کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور آپ کی تکذیب سے تمام انبیاء کی تکذیب لازم آئے گی۔

اب ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی جاتی ہے، تو خدا کی ذات اس کی حقیقت، اسکے صفات کمال، اس کی ربوبیت والوہیت، اس کی بادشاہت، غرضیکہ اس کے وجود کا بھی انکار لازم آئے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے سے خدا کی ذات و صفات کی معرفت ہرگز نہیں حاصل ہو سکتی، اس کی جانب ہم نے بیان کردہ مناظرے میں بھی اشارہ کیا ہے۔

کیونکہ آپ نے اللہ کی ذات اس کی صفات اس کے اسماء و افعال اس کے حقوق نیز اس کے حقیقی مرتبے کی شناخت لوگوں کو کرائی ہے، لہذا جس نے آپ کی رسالت کا انکار کیا۔ اس نے آپ

کے اس رب کا بھی انکار کیا، جس کی طرف آپ نے دعوت دی تھی اور جس کے حقوق کو پورا کرنے کا حکم دیا تھا۔

اور آپ کی تکذیب کر کے خدا کا اقرار و ایمان ہرگز نہیں حاصل ہو سکتا، جیسے کہ آخرت کی تکذیب سے خدا کا انکار لازمی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَأَنْ تَعْلَبَ فَتَعْلَبَ قَوْلُهُمْ ؕ إِذَا كُنَّا تُرَابًا ؕ أِنَّا لَبِئْسَ خَلْقٌ كَذِبُ
أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ ۖ (الزمر: 5)

اور اگر تمہیں تعجب کرنا ہے، تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ جب ہم مرکز مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے۔

سورہ کہف میں ہے۔

وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ؕ قَالَ مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۖ وَمَا
أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۖ وَلَمَّا رُدُّوا إِلَىٰ رَبِّهِ لَاجِدِينَ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۖ
قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۖ لَسَكُنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۖ
(الکہف: 35-36-37-38)

وہ اپنے باغ میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ دولت کبھی ختم ہو جائے گی، اور مجھے تو قیامت کی گھڑی آئے گی، تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹنا یا بھی گیا، تو ضرور اس سے زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا اس کے ساتھی نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کر کھڑا کیا۔ رہا میں تو میرا رب وہی اللہ ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اور آپ کی رسالت کا انکار کر کے دیگر ادیان کے ماننے والے لوگ حقیقت میں خدا کی

معرفت حاصل نہ کر سکے۔ جیسا کہ ان کے مقالات سے ظاہر ہے۔

مثلاً فلاسفہ جو حقائق کے ادراک کرنے میں صرف دماغ ہی کو کافی سمجھتے تھے، اور ہر چھوٹی بڑی بات کو عقل سے پرکھنے کے عادی تھے، وہ نبوت کا انکار کر کے ملائکہ جن آخرت، صفات باری تعالیٰ اس کے افعال کا اعتراف نہ کر سکے۔ بلکہ وہ حقائق جن کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، اور جن کے انکار کی گنجائش نہیں ان میں بھی کسی کے اصل اور حقیقی حالت کو ثابت نہ کر سکے گویا کہ اللہ نے نبوت کے انکار کے نتیجہ میں حقائق اشیاء کے ادراک کا مادہ ان سے سلب کر لیا تھا، جس سے وہ پانی ہوا، سورج وغیرہ کی حقیقت کو بھی نہ سمجھ سکے۔

ان حقائق کے متعلق ان کے بیانات و مذاہب کو دیکھنے کے بعد یقینی طور پر یہ اندازہ ہو جائے گا کہ وہ ان کے ادراک کرنے سے عاجز رہے ہیں۔

اور ان کا سارا علم و دریافت اس کا ایک معمولی جزء ہے جو غیر پر مخفی ہے۔ دوسری مثال مجوس اور بت پرستوں کی لے لیجئے، جن میں مجوس تو حد درجہ گمراہ ہیں اور بت پرست نہ خالق کی حقیقت کو پہچان سکے نہ مخلوقات کی حقیقت کو۔ نہ شیاطین و ملائکہ کے درمیان تمیز کر سکے اور نہ روح طیبہ اور خبیثہ کے درمیان، نہ انھیں سب سے اچھی چیزوں کی معرفت ہوئی نہ سب سے بری چیزوں کی۔ نہ کمال نفس کو جان سکے نہ گھٹیا نفس کو، اور ان انفس کو کون سے چیزیں بناتی و سنوارتی ہیں جن سے وہ کمال تک پہنچتے ہیں اور وہ کون سی چیزیں ہیں جو ان کو بد بخت و برا اور انتہائی گھٹیا و ذلیل بنا دیتی ہیں ان تمام چیزوں کے ادراک سے وہ کور سے رہ گئے۔

تیسری مثال نصاریٰ کی لے لیجئے جن کی خدا اور رسول کی قدر ناشناسی اور حقیقت سے دور ہونے کا بیان گزر چکا ہے کہ انھوں نے کس طرح اللہ کے ذات کو عیوب و نقائص کا پلندہ بنایا ہے اور اس کے رسول کی ذات کو صفات الہیہ کا پیکر ٹھہرایا ہے۔

جس آخرت پر وہ ایمان لاتے ہیں۔ وہ حقیقت سے کوسوں دور اور انبیاء و رسل کے اقوال کے مخالف ہے، ان کے نزدیک جنت میں کھانے پینے سے لوگوں کو کوئی سروکار نہ ہوگا۔ نہ اس کے

پاس بیویاں اور خورمیں ہوں گی۔ جن سے وہ دنیا کی طرح لذت حاصل کریں گے، اسی طرح نہ وہ اپنے نفس کی حقیقت اور اس کو بنانے بگاڑنے کے ذرائع و اسباب کو سمجھ سکے اور نہ اپنے خالق و رازق کے بارے میں سمجھ سکے نہ انبیاء کو سمجھ سکے اور نہ موجودات عالم کو، کہ وہ سب کے سب مخلوق و مصنوع ہیں اپنے خالق و صانع کے محتاج ہیں اور جسے ان چیزوں کا علم نہیں اسے کسی چیز کا علم نہیں۔

یہود کی حد درجہ غباوت نقص عہد تحریف و حسد کا بیان

یہود انبیاء کے قاتل سود خور اور تمام لوگوں سے بڑھ کر گمراہ و بہتان طراز ہیں۔

باقی بچے یہود تو اللہ نے ان کے اسلاف کی جہالت و غباوت، ضلالت و گمراہی کا تذکرہ کر دیا ہے جس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کے متاخرین کی جہالت و ضلالت کی کیا حالت ہوگی۔

ان کی حد درجہ جہالت کا اندازہ صرف اسی سے لگانا کافی ہے کہ انھوں نے اللہ رب العالمین کی عظمت و جلال اور توحید کی ایسی ایسی نشانیاں دیکھی تھیں۔ جن کو کسی نے نہیں دیکھا، لیکن اس کے باوجود بھی اس کی ذات کو چھوڑ کر انھوں نے اپنے ہاتھ سے سونے کا ایک مجسمہ بنایا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔ اور عبادت بھی کی، تو ایسے جانور کی جس کی قلت فہم و عبادت میں مثال دی جاتی ہے اور ایسے وقت میں جبکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ ہی تھے۔

اور معبود بنایا بھی تو مقرب فرشتوں اور احواء ناطقین میں سے نہیں، بلکہ جمادات میں سے اور جمادات میں بھی جو اہر علویہ سورج چاند اور ستاروں کو چھوڑ کر جو اہر ارضیہ میں سے، اور جو اہر ارضیہ میں سے بھی زمین کے اوپر پائے جانے والے جو ہر مثلاً پہاڑ وغیرہ کو چھوڑ کر زمین کے اندر پوشیدہ اور دھنسے ہوئے جو ہر میں سے اور اس میں بھی ایک ایسے جو ہر سے جس کو بھٹی میں ڈالا

جاتا ہے، پھر پٹائی کی جاتی ہے، پھر اس کے بعد میل پچیل کی صفائی ہوتی ہے تب جا کر کوئی چیز اس سے بنائی جاتی ہے۔ ان کے مقابلے میں ان جو اہر کو چھوڑ دیا ان کاموں سے بالکل مستغنی ہیں اور اس جو ہر سے شکل بھی بنائی تو فرشتوں اور انبیاء اور زمین میں پائے جانے والے بلند ترین چیزیں پہاڑ وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک حیوان کی شکل اور حیوانات میں سے بھی اشرف و قوی حیوانات مثلاً ہاتھی شیر وغیرہ کی نہیں بلکہ ایک بیوقوف لاچار و مجبور کھیت میں جتنائی کا کام کر نیوالے رہٹ سے پانی نکالنے والے اور اپنی جانب سے دفاع کی طاقت نہ رکھنے والے، جانور کی شکل لہذا انھیں اپنے معبود اپنے رسول اور حقائق موجودات کی کون سے معرفت حاصل ہے۔ اگر انھیں معرفت حاصل ہی ہوتی، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ نہ کہتے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللّٰهَ جَهْرَةً اے موسیٰ! ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے، جب تک تم ہمیں اللہ کو صاف صاف دکھا نہیں دو گے۔ اور یہ نہ کہتے اِذْ هَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَفُتِلَا مُؤَسَّى جاؤ تم اور تمہارا رب لڑائی کرو، یہاں تک کہ انھوں نے کسی نفس کو قتل نہیں کیا، اور جس کو قتل بھی کیا۔ اس کو چھپانے کی غرض سے ابواب البراء پر لے گئے اور وہیں پھینک دیا اور سمجھے کہ جس طرح انسانوں کی نگاہوں سے ہمارا یہ فعل چھپ جائے گا، اسی طرح خدا پر بھی مخفی رہے گا۔ حالانکہ ان کے نبی ان کے درمیان زندہ تھے، جن پر صبح شام وحی نازل ہو رہی تھی۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو اس کو اس طرح مخاطب نہ کرتے، اے ہمارے باپ تو اپنی نیند سے بیدار ہو جاؤ تو کتنا سوئے گا۔

اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو انبیاء سے لڑائی نہ کرتے۔ نہ انھیں قتل کرتے نہ قید و جلاوطن کرتے اور نہ ہی محارم کے حلال کرنے اور فرائض کے ساقط کرنے پر مختلف قسم کا حیلہ کرتے اگر وہ اپنے معبود کو پہچانتے تو مصالح کے اعتبار سے اس کی تبدیلی احکام پر اعتراض نہ کرتے، جب کہ نظام عالم کی بناء کے لئے احکام کے نفاذ میں احوال و ظروف زمان و مکان کی رعایت اسی طرح ناگزیر ہے، جیسے کہ طبیب کے لئے زمان و مکان احوال و ظروف کے اعتبار سے ادویہ و اغذیہ کا بدلنا

ضروری ہے ورنہ تباہی مچ جائے اور حالات و ظروف کی عدم رعایت جہاں طبیب کی جہالت کا ثبوت ہے، وہیں خالق کائنات کی حکمت و رحمت، قدرت و بادشاہت میں قاذر ہے۔

ان کی جہالت اور اپنے معبود و رسول نیز ان کے اوامر کے عدم واقفیت کی انتہا یہ ہے کہ جب ان سے کہا گیا کہ شہر میں جھک کر اور اللہ کے سامنے تواضع و انکساری کرتے ہوئے داخل ہو۔ اور یہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے، تو وہ اللہ کے سامنے جھکنے کے بجائے چوڑے کے بل گھٹکتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے کہ ہالی میں گئی ہوں ہو یہ تو اللہ کے سامنے ان کی تواضع و انکساری اور توبہ و استغفار ہے ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے ان کو اپنی قدرت و بادشاہت اور اپنے نبی کی صداقت پر عظیم سے عظیم تر نشانیاں دکھائیں۔ مثلاً فرعون و قبطیوں کی غلامی سے ان کو نجات دلایا۔ لیکن پھر جب ان پر ایک کتاب نازل کی اور حکم دیا کہ اس سے احکام کو مضبوطی سے تقام لیں اور عمل کریں تو انھوں نے انکار کر دیا جس پر خدا نے پہاڑ اکھاڑ کر انکے سروں کے اوپر جھکا دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو تو پیس کر رکھ دیں گے تب جا کر انھوں نے تسلیم کیا۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ اللہ نے پہاڑ کو ان کے اوپر کر دیا۔ آگ کو انکے سامنے کر دیا اور سمندر کو ان کے نیچے کر دیا اور کہا کہ اگر تم قبول نہیں کرتے ہو تو پہاڑ سے پیس ڈالیں گے، آگ سے جلا کر خاکستر کر دیں گے اور سمندر میں غرقاب کر دیں گے پھر جا کر انھوں نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سن لیا اور اطاعت کی، اور اگر پہاڑ نہ ہوتا تو ہم تمہاری اطاعت نہ کرتے، پھر جب مامون ہو گئے تو کہنے لگے (سمعنا و عصینا) ہم نے سن لیا لیکن نہیں مانیں گے۔

ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے ایسے معجزات و آیات دیکھے جس کو دیکھنے کے بعد انسان کا یقین محکم ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی انھوں نے یہ کہا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللّٰهَ جَهْرَةً اے موسیٰ! ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہم خدا کو کھلم کھلا دیکھ نہ لیں گے۔

پہلی بات یہ کہ گدھا تمام جانوروں میں سب سے بیوقوف مانا جاتا ہے اور بیوقوفی میں اس کی مثال دی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ گدھے کے اوپر اگر کھانا پانی چارہ وغیرہ لدا ہوا ہو تو اس کو کچھ شعور بھی ہوگا لیکن اگر کتابیں لا دیں چائیں تو اس کو ذرا بھی شعور نہ ہوگا۔

تیسری بات یہ کہ وہ بوجھ ان کے اوپر گدھے کی طرح جبراً و قہراً لا دیا گیا ہے نہ کہ انھوں نے خود اپنی خوشی سے اس کو اٹھایا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ اگر وہ اپنی خوشی سے اس کو اٹھاتے تو دنیا و آخرت میں اس کا اچھا انجام ملتا، لیکن جب جبراً و قہراً وہ لا دے ہوئے پھرتے ہیں تو اس کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔

پانچویں بات یہ کہ وہ ایسی چیز سے بھاگتے اور اس پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جس میں ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے، اور اس کے مقابلے میں ہلاکت و بربادی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ لہذا غیبات و جہالت کی انتہا ہو گئی۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ انھوں نے من و سلویٰ جیسی عمدہ و محبوب غذا کو چھوڑ کر، لہسن، پیاز، دال، مہزی، نگری وغیرہ کا مطالبہ کیا۔

لہذا جو قوم من و سلویٰ جیسی نعمت پر لہسن و پیاز وغیرہ کو ترجیح دے چکی ہے، وہ اگر ایمان کے بدلے کفر، ہدایت کے بدلے ضلالت، رضا کے بدلے غضب، رحمت کے بدلے عقوبت کے خواہاں و جو یاں ہوئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ ہر اس شخص کا یہی حال ہوگا۔ جس نے اپنے رب اس کے رسول و کتاب اور اپنے نفس کو نہیں پہنچانا، اسی طرح وعدہ خلافتی، احکام تورات میں تحریف و تہذیل، سود خوری، رشوت خوری سبت کے دن کی حکم عدولی، ناحق انبیاء کی قتل و خونریزی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر و تکذیب، ان کے اوپر اور حضرت مریم علیہ السلام پر بہتان طرازی، آپ کے قتل کی کوشش، حرص و طمع، سنگدلی، قساوت قلبی، تمسخر و ہنسی یہ تمام برائیاں بدرجہ اتم ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔

وہ مجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ستر نیک لوگوں کو وقت مقررہ پر پہاڑ پر لے گئے، جب آپ پہاڑ کے قریب پہنچے تو بادل ان کے اوپر سا یہ قلعن ہو گیا یہاں تک کہ اس نے پورا پہاڑ ڈھانپ لیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بقیہ لوگوں سے کہا کہ قریب آ جاؤ چنانچہ وہ قریب ہو گئے اور جیسے ہی حجاب میں داخل ہوئے تو سجدے میں گر گئے، وہاں انھوں نے اللہ رب العالمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات کرتے اور اوامر و نواہی کا حکم دیتے ہوئے سنا، پھر جب بدلی ہٹ گئی تو کہنے لگے اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ ہم اللہ کو صاف صاف اور کھلم کھلا دیکھ نہیں لیں گے۔

ان کی جہالت کی انتہا یہ ہے کہ جب حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دیئے گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ تم ہی نے ان کو قتل کیا اور تم نے انہیں قتل اس بناء پر کیا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل سے محبت اور نرمی کرتے تھے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم اپنے ستر آدمیوں کو منتخب کرو اور ہارون کی قبر تک چلو، چنانچہ وہ حضرت ہارون کی قبر پر پہنچے اور کھڑے ہو گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہارون کیا تمہیں قتل کیا گیا ہے۔ یا خود (طبعی موت) مرے ہو، حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا نہیں مجھے کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ میں طبعی موت مرا ہوں۔

اس طرح انھوں نے خود حضرت ہارون علیہ السلام کے بھائی اور اپنے نبی پر تہمت لگائی، اور ان کی اظہار برأت پر تصدیق اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ خود حضرت ہارون علیہ السلام کے منہ سے طبعی موت کی خبر نہ سنیں لیا۔

ان کے جہالت کی انتہا یہ ہے کہ تو راقہ کے بوجھ کو صرف اپنے اوپر لا دے رہے اور اس میں سوچنے سمجھنے نیز عمل نہ کرنے کے نتیجے میں اللہ نے ان کو اس گدھے سے تشبیہ دی ہے جو اپنی پیٹھ پر بوجھ لا دے ہوئے پھرتا ہے اور اس تشبیہ میں ان کی جہالت متعدد طریقے سے ثابت ہوتی ہے۔

لیکن یہ اور اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر جہالت ان لوگوں کے نزدیک کم ہے۔ جنہوں نے اللہ کے رسول کی تکذیب کی ہے، اس سے اور اس کے رسل و ملائکہ اور نیک بندوں سے دشمنی کا اعلان کیا ہے۔

لہذا جس شخص نے خدا اور رسول کو نہیں پہچانا اس کی رضا و قربت کے راستے کو نہیں جانا اس کی رضا کے مطابق عمل نہیں کیا اور اپنے انجام ہی سے بے خبر رہا، اس کو کون سا علم و عمل حاصل ہوا۔

آپ کی نبوت سے زمین کا منور ہو جانا اور ظلمت و تاریکی کا کافور ہو جانا آپ کی نبوت پر اعتراض کرنے والا تاریکی میں ہے اور مومن روشنی میں ہے

تمام دنیا والے سوائے مومنوں کے جہالت و گمراہی کی تاریکی میں ہیں، جیسے کہ مسند وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر سے رسول ﷺ کی یہ مرفوع حدیث ہے، آپ نے فرمایا کہ ”اللہ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا اور ان کے اوپر نور ڈال دیا تو جس کو وہ نور مل گیا وہ ہدایت پا گیا اور جس کو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہو گیا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ کے علم پر قلم خشک ہو چکا ہے۔“

اسی بناء پر اللہ نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی کی طرف نکال لیں۔ لہذا جس نے ان کی دعوت قبول کی، وہ نور کی طرف نکل گیا، اور جس نے نافرمانی کی۔ وہ اسی تنگی و تاریکی میں پڑا رہ گیا۔ جس کے اندر پیدا ہوا تھا اور یہ تاریکی طبیعت و خواہشات کی تاریکی ہے، جہالت و خود فراموشی کی تاریکی ہے اور اسی تاریکی سے لوگوں کو نکال کر علم و معرفت ایمان و ہدایت اور حقیقی کامیابی کی طرف لے جانے کیلئے اللہ رب العالمین نے اپنے انبیاء و رسل بھیجے۔

لہذا جو شخص اس نور سے محروم رہا وہ حقیقی کامیابی سے دور رہا اور تہہ تاریکیوں میں بھٹکتا رہا، اس کا مدخل و مخرج ظلمت ہے، اس کا قول و عمل ظلمت ہے، اس کا قصد و ارادہ ظلمت ہے، اس کا دل ظلمت کدہ ہے، اس کا چہرہ ظلمت کدہ ہے اور اپنی خواہشات کی تاریکی میں وہ بالکل پڑا ہوا ہے۔ کیونکہ حقیقی ظلمت یہی ہے، لہذا جو بھی قول و کہتا ہے، جو بھی عمل کرتا ہے، جو بھی ارادہ وہ رکھتا ہے، جو بھی عقیدہ وہ مانتا ہے، سب ظلمت ہی ظلمت ہے۔

ایسی حالت میں اگر نبوت کی کوئی بھی چنگاری اس کے اوپر چمک اٹھتی ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ چمک دڑوں کی نگاہوں کے سامنے سورج چمکنے لگے اور ان کی نگاہوں کو خیرہ کر دے۔

یہ نبوت کی چنگاری اپنی تیزی، چمک دمک کی بناء پر قریب ہے کہ اس کی نگاہ کو خیرہ کر دے بذا وہ اپنے موافق و ملائم چیز تاریکی کی طرف بھاگتا ہے، اس کے مقابلے میں مومن کا قول و عمل نور ہے، اس کا مدخل و مخرج نور ہے، اس کا قصد و ارادہ نور ہے۔

غریب کہ وہ سراپا نور ہے اور ہر حالت میں نور ہی کے اندر رہتا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔
 اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ * مَثَلُ نُورِهِ كَمِثْلِ شَوْكَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ
 الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ * الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ
 مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَسْكَدُ زَيْتُهَا بِضِيءٍ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ
 نَارٌ * نُورٌ عَلَى نُورٍ * يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ * وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ
 لِلنَّاسِ * وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (النور: 35)

اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نور کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو جنوب شرقی ہو، نہ غربی جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں) اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے وہ لوگوں کو مثالوں سے باتیں سمجھاتا ہے وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔

پھر کفار کا حال ان کے اعمال اور تاریکی میں بھٹکنے کی مثال اس طرح دی ہے۔

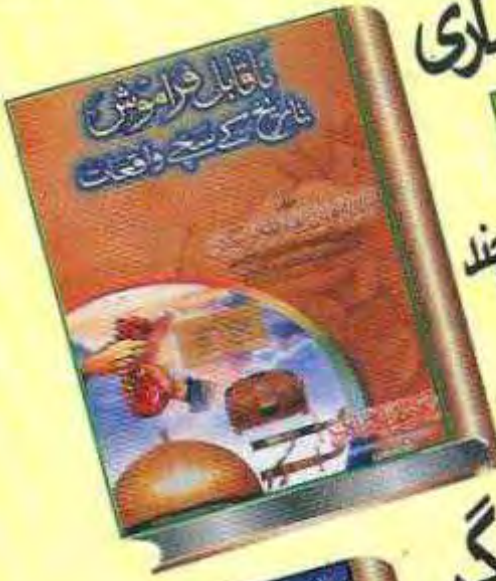
وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَغْمَأْهُمْ كُتْرَابٍ . بِقِيَعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمَانُ مَاءً ۖ حَتَّىٰ
إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوْقَهُ حِسَابُهُ ۖ وَاللَّهُ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ۝ أَوْ كُظُلُمْتُ فِي بَحْرٍ لُّجِّي يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ
فَوْقِهِ سَحَابٌ ۖ ظُلُمْتُ ۖ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۖ إِذَا أَخْرَجَ يَدُهُ لَمْ يَكَدْ
يَرَاهَا ۖ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ ۝ (النور۔ 39-40)

اور جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشت بے آب میں سراب کو پیسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا مگر جب وہاں پہونچا تو کچھ نہ پایا بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کو پورا پورا حساب چکا دیا۔ اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔ یا پھر اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے اس پر ایک اور موج، اور اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہے، آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے، جسے اللہ نور نہ بخشے اسکے لئے پھر کوئی نور نہیں۔

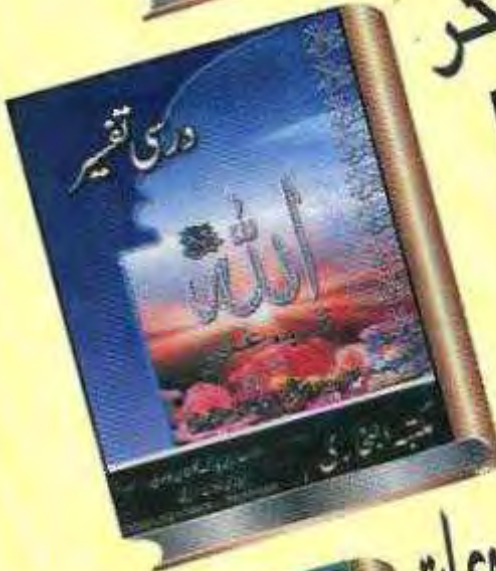
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلًا وَآخِرًا وَبَاطِنًا وَظَاهِرًا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ وَسَلَّم تَسْلِيمًا كَثِيرًا
إِلَى يَوْمِ الدِّينِ

ہماری

چند



دیگر



مطبوعات

